اسلامی
خطاطی
ایک تعارف
اسلم کمال

اسلامی خطاطی

ایک تعارف

اسلم کمال

اردو سائنس بورڈ

299- اپر مال لاہور

سلسلہ مطبوعات نمبر312

نگران : خالد اقبال یاسر

سرورق : اسلم کمال

گرافکس : منصور علی

لے آؤٹ : طارق جاوید، فرحت سعید

اہتمام طباعت : زبیر وحید

مطبع : شیخ غلام علی اینڈ سنز پرنٹرز، فیروز پور روڈ، لاہور

ناشر : اردو سائنس بورڈ، 299- اپر مال، لاہور

فون: 5758475 فیکس: 5754281
e-mail:info@urduscienceboard.com
Website:www.urduscienceboard.com

سیل پوائنٹ : فرسٹ فلور، خالد پلازہ، اردو بازار، لاہور

شاخیں:

منظور چیمبرز، گاڑی کھاتہ، حیدر آباد فون و فیکس: 0221-9200070

سوئیکارنو سکوائر، خیبر بازار، پشاور فون و فیکس: 091-253257

طبع دوم : 2005ء

قیمت : Rs 750.00

مطبع: شیخ غلام علی اینڈ سنز۔ فیروز پور روڈ لاہور

شریک سفر،

رفیق فن

بیگم پروین کمال

کے نام

اسلم کمال

۱۰ ذوالحج ۱۴۱۵ھ

الله

محمد

فہرست

عرضِ ناشر

عالمِ اسلام میں مصورانہ خطاطی کی برق رفتار پذیرائی مصوری کی دنیا میں ایک تہذیبی انقلاب کا پیش خیمہ ہے۔ مصورانہ خطاطی کلی طور پر ایک پاکستانی صنف اظہار ہے، جس کی تشکیل و اختراع کا زمانہ گزشتہ نصف صدی پر محیط ہے۔

اسلم کمال بحیثیت مصور بین الاقوامی شہرت کے مالک ہیں اور انہیں مصورانہ خطاطی کے بانیوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ انہوں نے اس میدان میں مسلسل دادِ فن بھی دی اور فروغِ فن کے باب میں ملکی اور غیر ملکی ابلاغیات پر قابلِ ستائش خدمات بھی سرانجام دیں۔

اسلم کمال حقیقتاً جامع الکمالات شخصیت رکھتے ہیں۔ وہ شاعر، نثر نگار، کالم نویس اور سفرنامہ نگار کے طور پر بھی اپنی تخلیقی صلاحیتوں کا بھرپور اظہار کر چکے ہیں۔ اب انہوں نے زیرِ نظر کتاب کے ذریعے اسلامی مصوری کے مؤرخ کی حیثیت سے خود کو متعارف کرایا ہے۔ اور یہ ثابت کیا ہے کہ وہ اس فن کا کتنا عمیق تاریخی شعور بھی رکھتے ہیں۔ خطاطی اور مؤرخ خطاطی کا یہ امتزاج نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہے۔ اسلم کمال صاحب اسلامی خطاطی کے آغاز، عہد ترقیوں اور اس کے ارتقائی مراحل پر محققانہ نظر رکھتے ہیں اور یہ کتاب ان کی عالمانہ بصیرت اور وسیع مطالعے کی ترجمانی کرتی ہے اور اس کے مطالعے سے یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ کمال صاحب واقعی صاحبِ کمال ہیں۔

خالد اقبال یاسر
ڈائریکٹر جنرل

NESKHI
نسخي
يولد الناس أحرارا سواسية
THOULTHI
ثلثي
يولد الناس أحرارا سواسية
NESKHI MODERNE
نسخي حديث
يولد الناس أحرارا سواسية
ROQA
رقعة
يولد الناس أحرارا سواسية
DIWANI
ديواني
يولد الناس أحرارا سواسية
FARSI
فارسي
يولد الناس أحرارا سواسية
KOUFI ANCIEN
كوفي قديم
يولد الناس أحرارا سواسية
IJAZA
اجازة
يولد الناس أحرارا سواسية
MAGHREBI
مغربي
يولد الناس أحرارا سواسية
JELI DIWANI
جلي ديواني
يولد الناس أحرارا سواسية
KOUFI
كوفي
يولد الناس أحرارا سواسية
KOUFI MODERNE
كوفي حديث
يولد الناس احرارا سواسية
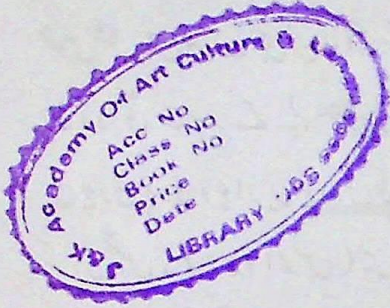
حرفِ آغاز

ہجرت کے بعد پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں اپنا گھر بنا کر ایک نئے طرز تعمیر کی تخلیق کی جو بعد میں عالمِ عرب کی مساجد کا ابتدائی نمونہ بن گئی۔ مسجد ایک تعلیمی ادارے کے طور پر اولین اور مؤثر ترین ذریعہ ثابت ہوئی جس نے عرب معاشرے کے ایک مرحلے سے دوسرے مرحلے میں انتقال کے عمل کو محفوظ اور آسان بنا دیا ہے۔

پہلا مرحلہ وہ تھا جب معاشرت کی غالب خصوصیت زبانی روایت تھی۔ جس کی جڑیں اسلام کی آمد سے قبل زمانے میں عرب اذہان میں موجود تھیں اور ظہورِ اسلام کے بعد اسے نظرانداز کرنے کی بجائے باقاعدہ ایک نظام کے طور پر اپنا لیا گیا۔ یعنی داستاں گو، شعراء اور راوی جو زبانی روایت کے حامل تھے، اب نئے اسلامی معاشرے میں ماہرینِ تعلیم کے شانہ بشانہ اپنے فرائض سرانجام دینے لگے۔

دوسرا مرحلہ جو زیادہ ترقی یافتہ تھا، تحریر پر استوار ہوا۔ قرآن پاک جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم ترین معجزہ تھا، اس کو لکھنے اور پڑھنے کا عمل تمام تعلیمی اور تدریسی سرگرمیوں کا مرکز بن گیا۔ قرآنِ پاک کی زبان عربی تھی۔ پس عربی زبان نصاب کے بلند مرتبے پر فائز ہوگئی اور الہامِ ربانی کے وسیلۂ اشاعت کے طور پر تمام نومسلم اقوام نے بھی اسے نہایت آمادگی سے اختیار کر لیا۔

عربی رسم الخط نے اپنے حروف تہجی کی اشکال اور املا میں متناسب اور موزوں انداز میں باہم مربوط اور ہم آہنگ ہونے کے نتیجے میں پیدا ہونے والی جمالیاتی خصوصیات کی بنا پر نیز عربی کے قرآنی زبان ہونے کے اعزاز کی بدولت طہارت و نزاکت اور حسن و نفاست کے جس ماورائی درجۂ کمال کو چھو لیا تھا، یہ اس کمال کا اعجاز تھا جس نے قدیم فنِ خطاطی کی قلب ماہیت کر کے اسے اسلامی فنِ خطاطی بنا دیا۔ جس میں مال و دولت اور سماجی رتبہ وحیثیت کے ہر امتیاز کے بغیر ہر کوئی مشقِ ہنر کر سکتا تھا۔ یوں یہ ایک جمہوری فن تھا، ایک شریف پیشہ تھا، نفیس ترین ذوق کا اظہار اور اظہار کا بلیغ ترین ذریعہ تھا۔ اشاعت اسلام کے مقاصد حاصل کرنے کے لیے قرآنی پیغام کو عام کرنے کا فریضہ

ٹھوس شکل میں صرف یہی فن ادا کرسکتا تھا۔ چنانچہ درس وتدریس کے علاوہ فنِ خطاطی کو اسلام سے زیادہ کسی تہذیب نے آرائشی مقاصد کے لیے استعمال نہیں کیا۔ خطاطین، ماہرین تعمیر اور سنگ تراشوں نے مساجد، مقابر اور محلات کی کئی پوری پوری دیواریں پودوں کی تصویروں، علم ہندسہ کی شکلوں اور اسلامی خطاطی کے فن پاروں سے مصوّر ومنوّر کردی تھیں۔ غرناطہ (اندلس) میں قصرِ الحمرا کی دیواریں عربی خطاطی سے مزّین ہیں، جنہیں استرکاری سے ابھارا گیا ہے۔ الحمرا کی تعمیر چودھویں صدی عیسوی میں ہوئی اور مرورِ ایّام کے باوجود اب تک سالم وثابت ہے۔ یہ قصر عرب فنِ تعمیر کا بہترین نمونہ اور اسلامی خطاطی کا پیش بہا خزانہ ہے۔

یہ کتاب خطاطین کا تذکرہ نہیں ہے۔ یہ معروف معنی میں تاریخ بھی نہیں ہے بلکہ تاریخی تسلسل میں اسلامی خطاطی کا تعارف ایک ایسے انداز میں لکھنے کی کوشش ہے جس سے اس فن کے قارئین کو بالعموم اور فنکاروں کو بالخصوص بے جا تفصیلات، مبہم تصورات اور لایعنی بحثوں میں الجھانے کی بجائے سادہ وسلیس زبان میں اس فن کا فہم منتقل کرنا اور مصوّرانہ خطاطی کے لیے ایک تاریخی تناظر فراہم کرنا ہے۔

فنونِ لطیفہ کی دنیا عجیب دنیا ہے۔ اس کے ایک عہد میں جس فنکار کو کسی رجحان کا باپ مانا نہیں جاتا، اگلے عہد میں اسی فنکار کو اس رجحان کا دادا بڑی آسانی سے تسلیم کرلیا جاتا ہے۔ اسی لیے فنون لطیفہ کی معاصر تاریخ قلمبند کرنا ازحد مشکل کام ہے۔ مشاہدات وتجربات سے لے کر امکانات کے افق تک مخصوص سماجی، سیاسی، ثقافتی اور علاقائی ترجیحات کا غبار فریبِ نظر کے گوناگوں سامان پیدا کرتا رہتا ہے۔ میلانات ورجحانات بعض اوقات اتنی تیزی سے کوئی موڑ اچانک مڑ جاتے ہیں کہ مؤرخ کی آنکھ ان کا بخوبی احاطہ کرنے سے قاصر رہ جاتی ہے۔ اس کتاب میں بھی ایسی بھول چوک کا امکان ہوسکتا ہے، جسے نظر انداز کردینے کے لیے قارئین سے مخلصانہ گزارش ہے۔

اس کتاب میں روایتی خطاطی کے مقابلے میں مصوّرانہ خطاطی کا حصّہ قدرے زیادہ تفصیل کا حامل اس لیے ہے کہ روایتی خطاطی قلم کے قط کی پابند ہے جبکہ مصورانہ خطاطی موقلم کے ساتھ جہانِ رنگ ونور کی بیکرانی میں نقش دوام تلاش کرتی ہے۔ تلاش کا یہ سفر گزشتہ نصف صدی پر محیط ہے۔

1997ء کو پاکستان کی پچاسویں سالگرہ حکومتی سطح پر منانے کی تقریبات میں جو اشاعتی پروگرام شامل ہے، مقامِ شکر ہے اور راقم کے لیے ایک اعزاز ہے کہ یہ کتاب اسی پروگرام کے تحت شائع ہورہی ہے۔

اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن مزید ترمیم واضافہ کے ساتھ نذرِ قارئین ہے۔

اسلم کمال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فنِ تحریر

تصویری خط (Pictography)

قدیم زمانے میں انسان نے جب پیغام رسانی کی ضرورت اور اپنے کاروبار حیات کو یادداشت کی صورت میں محفوظ کرنے کی اہمیت محسوس کی تو اس کے ذہن میں تصویر کشی کا ایک انوکھا مصرف ابھرا۔ اب تک تصویر کشی انسان کا ایک بیکار مشغلہ تھا جو اس کے فطری ذوق کے تابع ایک ایسا غیر اختیاری عمل تھا جو وقت کے ساتھ ساتھ بے مقصد ترقی کرتا چلا آرہا تھا۔ ایک سماجی افادیت کے پیش نظر جب اس میں ارادہ شامل ہوا تو یہ محض بیکار سا مشغلہ ایک ضرورت کے طور پر ابھر کر با مقصد ہنر بن گیا اور فن تحریر کا پہلا انداز، جو تصویری خط کہلاتا ہے، وجود پذیر ہوا۔ یہ تصویری خط مجرّد تصویروں پر مشتمل تھا اور جن اشیاء کی تصویریں بنائی جاتی تھیں ان تصویروں سے مراد وہی اشیاء ہوتی تھیں۔

تصویری خط کا قدیم ترین نمونہ جو اب تک دریافت ہوا ہے، وہ میسوپوٹیمیا (وادی دجلہ وفرات) میں ''کش'' کے مقام سے حاصل ہوا۔ اس کا زمانۂ تحریر تقریباً تین ہزار پانچ سو قبل مسیح قیاس کیا جاتا ہے۔ اس کی موجد سمیری قوم تھی اور یہ خط ساڑھے پانچ ہزار سال پہلے ایجاد ہو گیا تھا اور جس لوح پر یہ خط لکھا ہوا پایا گیا ہے وہ رسم الخط کے سنگِ بنیاد کی حیثیت رکھتی ہے۔

تصوّری خط (Idiography)

تصوّری خط میں اشیاء کی مجرّد اور مکمل تصویریں بنائی جاتی تھیں اور تصویر کا معنی و مدّعا وہی شے ہوتی تھیں جس کی تصویر بنی ہوئی ہوتی تھی۔ لہٰذا اس خط میں مرئی اشیاء کی ہی تصویر بن سکتی تھی۔ غیر مرئی اشیاء کی خبر احاطہ تحریر میں لانا ممکن نہ تھا۔ ایک شے کی تعداد ظاہر کرنے کے لیے اس کی اتنی ہی بار تصویر کشی ضروری تھی اور یہ ایک وقت لیوا عمل تھا۔ محنت بہت زیادہ تھی اور حاصل بہت کم تھا اور اس کے باوجود یہ ذریعہ زیادہ معتبر نہ تھا۔ تصویر میں کوئی خامی پیغام
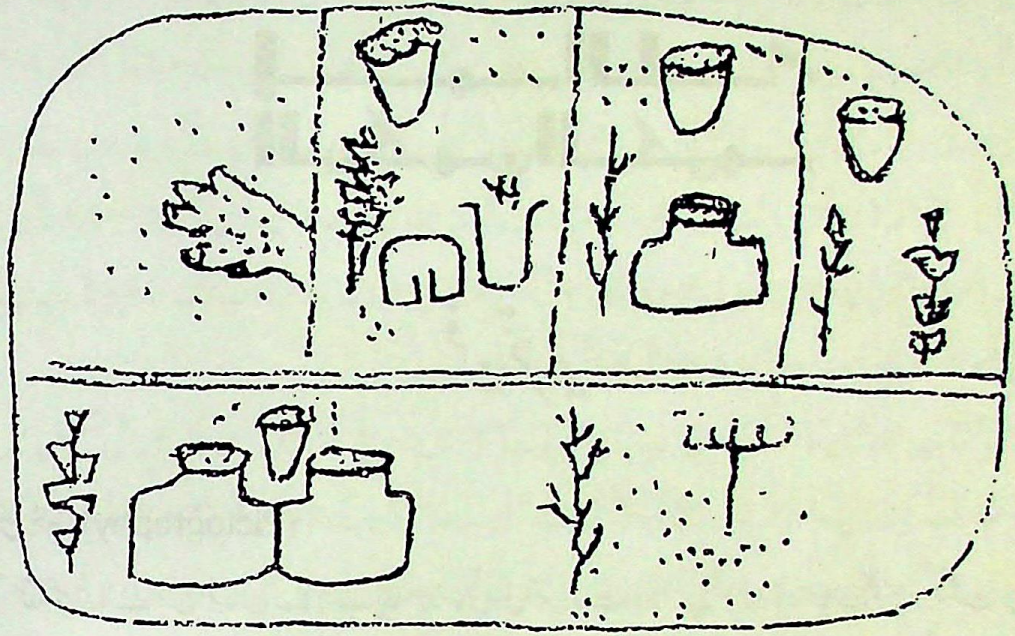
زمانہ 3500 ق

محققین آثار قدیمہ کے مطابق سب سے قدیم اب تک دریافت ہونے والا تحریر کا نمونہ - یہ کتبہ سمیریہ کے مکمل تصویری خط کا ھے - جو گچ پتھر کی لوح پر سخت پتھر یا دھات کے کسی نوک دار قلم سے کھدا ہوا ھے- کسی مزروعہ اراضی کی پیداوار کو ذخیرہ کرنے کی تفصیل ھے- یہ " کش " کے مقام پر دریائے فرات کے کنارے پر کھدائی میں برآمد ہوا - دنیا کی سب سے پرانی سمیریوں کی تہذیب سے اس کا تعلق ھے جو چار ہزار اور پانچ ہزار سال ق م میں میسوپوٹیمیا یا وادی دجلہ و فرات میں آباد تھی-

زمانہ 3200 ق م
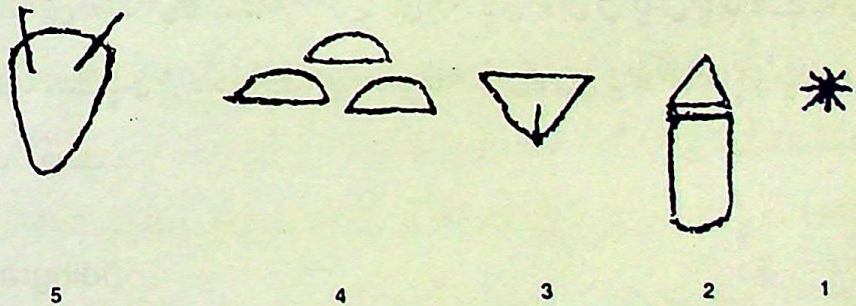
سمیریوں کی وضع کی ہوئی لفظی علامتوں پر مشتمل تصوری یا تصویری خط جس کے معنی : (1) خدا یا بہشت (2) آدمی (3) عورت (4) پہاڑ (5) بیل

کو کچھ کا کچھ بنا دیتی تھی۔ پھر یہ خط جگہ بہت گھیرتا تھا۔ اس کے برعکس انسان کی تہذیبی رفتار بہت زیادہ تیز تھی۔ آبادی کے پھیلاؤ سے بڑھتے ہوئے فاصلوں میں بٹتے ہوئے انسانی معاشرے کو مربوط رکھنے کے لیے پیغام رسانی برق رفتاری کا تقاضا کرنے لگی تھی۔ پس انسانی عقل و دانش اور علم و ہنر نے تصویری خط کو تصوّر کے پر لگا کر تصوّری خط کی بنیاد ڈالی۔ اس خط میں چھوٹی چھوٹی علامتوں میں بڑے بڑے معانی ادا ہونے لگے۔ مرئی اشیاء کی خبر کے علاوہ غیر مرئی کی کچھ کیفیات بھی بیان ہونے لگیں۔

تصوّری خط کا قدیم ترین نمونہ بھی وادئ دجلہ وفرات سے ملا ہے۔ اس خط کی موجد بھی سمیری تہذیب تھی۔ اس خط کی مقبولیت اور فروغ کے شواہد تقریباً سارے کرہ ارض پر ملتے ہیں۔ وادئ نیل سے فراعنۂ مصر کے عہد کے نمونے دریافت ہوئے ہیں۔ ایشیائے کوچک اور جنوبی ایران کے علاوہ وادئ سندھ سے جو لوحیں دریافت ہوئی ہیں ان پر یہی تصوّری خط ہے۔ مشرق بعید میں سرزمینِ چین میں آج تک تصویری، نیم تصویری اور تصوّری خط ہر زمانے کے نئے تقاضوں پر پورا اتر رہا ہے۔ شمالی اور جنوبی امریکہ میں کئی مقامات پر کھدائی سے اس خط کے کتبے اور لوحیں برآمد ہوئی ہیں۔ یہ خط آج سے تقریباً پانچ ہزار سال قبل معرضِ وجود میں آیا۔

میخی خط (Cuneiform)

سمیریہ نے تصویری خط اور تصوّری خط کے علاوہ میخی خط بھی تقریباً تین ہزار سال قبل مسیح ایجاد کر لیا تھا۔ اس میں علامات کی اشکال میخ کے نشانات جیسی تھیں جن کی ڈرائنگ تصویری اور تصوّری خط کے مقابلہ میں آسان بھی تھی اور تیز رفتار بھی۔ اس خط کو وادئ دجلہ وفرات میں اور اس کے گرد و نواح کے ممالک یعنی ایران قدیم، ایلم، مغربی ایشیا اور ایشیائے کوچک میں بہت فروغ ملا۔ اس خط کے آثار سن عیسوی کے آغاز تک پائے جاتے رہے۔

لکیری تحریر (Linear Writing)

فنِ تحریر تصویری، تصوّری اور میخی خط کے ارتقائی مراحل طے کرتا ہوا اگرچہ وقت کے ساتھ ساتھ چلنے کی مقدور بھر کوشش کرتا رہا مگر انسان کی تہذیبی برق رفتاری کے مقابلے میں ہمیشہ پسماندہ ہی رہا۔ آخر کار فنِ تحریر سادگی و پرکاری کی طرف مائل ہوا اور ایسی لکیروں پر توجہ مرکوز ہونے لگی جن کو انسان بلا ارادہ اکثر و بیشتر کھینچتا رہتا ہے۔ ان میں قوس، دائرہ، سیدھی، منحنی، افقی، عمودی اور ترچھی لکیریں ہیں۔ ان لکیروں کے ساتھ اشیاء کے اسماء میں شامل آوازوں کے ٹکڑے موسوم ہوئے اور ان آوازوں کے حوالے سے لکیروں کی عمومی شناخت مستحکم ہو گئی تو لکیروں کے ظاہر پر سے تصوریت کا بوجھ آہستہ آہستہ اترنے لگا۔ اس کے ساتھ ساتھ تحریر کے آلات کی ترقی یافتہ شکلوں اور
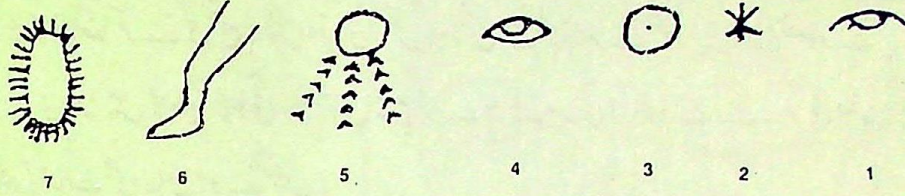
زمانہ 2400 تا 3400 ق م

مصری خط مکمل تصوری و تصویری ہیرو غلیطی پیپرس پر کلک کے
قلم اور روشنائی سے تحریر شدہ علامات کے معنی : (1) چاند (2) ستارہ
(3) سورج (4) آنکھ (5) روشنی (6) پیر (7) قلعہ
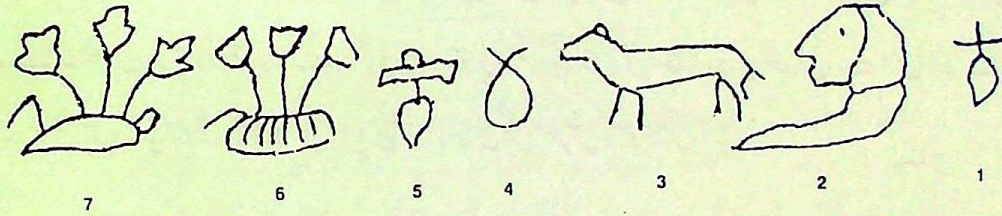
1500تا 2500 ق م

تصوری علامات پیپرس پر قلم اور روشنائی سے تحریر تصویروں
کے مجازی معنی :
(1) زندگی (2) شروع (3) چالاکی (4) کپڑے (5) شام (6) شمالی
مصر (7) جنوبی مصر
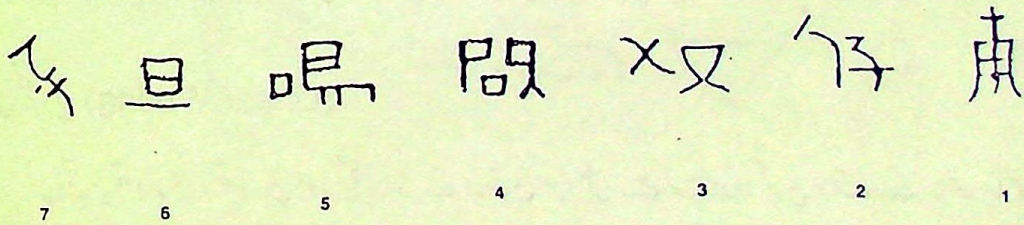
زمانہ 213 تا 2000 ق م

ملک چین کا تصوری خط لکڑی کی تختیوں پر لفظی علامات:
(1) مشرق (2) حفاظت (3) دوستی (4) پوچھنا (5) گانا (6) سویرا
(7) باپ

سطحِ تحریر کی ہیئت میں نئی دریافتوں کی بدولت میسر آنے والی سہولتوں نے لکیروں کی ہمواری، کھردراپن، نرمی، کرختگی، بہاؤ اور ٹھہراؤ نے اس فن پر مزید امکانات کے نئے دروازے وا کردیئے۔ جس سے فنِ تحریر کا رخ صورت سے صوت کی طرف مڑ گیا۔ ابتدا میں تمام لکیریں علامات، اشیاء اور افعال کے نام پر بولی جاتی تھیں۔ بعد میں ان سے مرتب ہونے والے خیال وتصوّر سے وہ علامتیں منسلک ہوگئیں۔ ہر نشان کو لفظ کی علامت (Logogram) اور اس کی شکل کو (Idiogram) یا لفظی نقش کہتے ہیں۔

صوتی اعتبار سے فنِ تحریر کو تین مدارج میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلا درجہ لفظی رکن (Word Syllabic Stage) ہے جس میں ایک نشان مکمل لفظ کو مجموعی طور پر وحدانی شکل میں ظاہر کرتا ہے۔ اس میں ایک سے زائد ٹکڑوں پر مشتمل الفاظ بھی شامل ہیں۔ دوسرا درجہ رکن تہجی (Syllabic Stage) ہے۔ اس میں ایک لفظ کے نمائندہ نشان کو علامات میں اسی طرح تحریر کیا جاتا ہے جس طرح وہ آواز کے ٹکڑوں میں بولا جاتا ہے۔ تیسرا درجہ الف بائی (Alphabetic) ہے۔ اس میں الفاظ جدا جدا حروف صحیح (Consonant) اور حروف علّت (Vowels) کی مدد سے لکھے جاتے ہیں۔ اس میں ہر ایک حرف جدا جدا آواز کی نمائندگی کرتا ہے۔ فنِ تحریر کا اب تک ترقی یافتہ طریقہ یہی ہے۔ اس میں حرفی علامتیں اٹھائیس ہیں۔ جس میں ہر ایک خیال کا اظہار بھی ممکن ہے اور اختصار اور تیز رفتاری بھی ہے۔ فنِ تحریر کا یہ نظام فنیقی قوم کا ایجاد کردہ ہے۔ جس نے اسے تقریباً اٹھارہ سو قبل مسیح میں پہلی بار بائیس حروف کے ساتھ وضع کیا۔
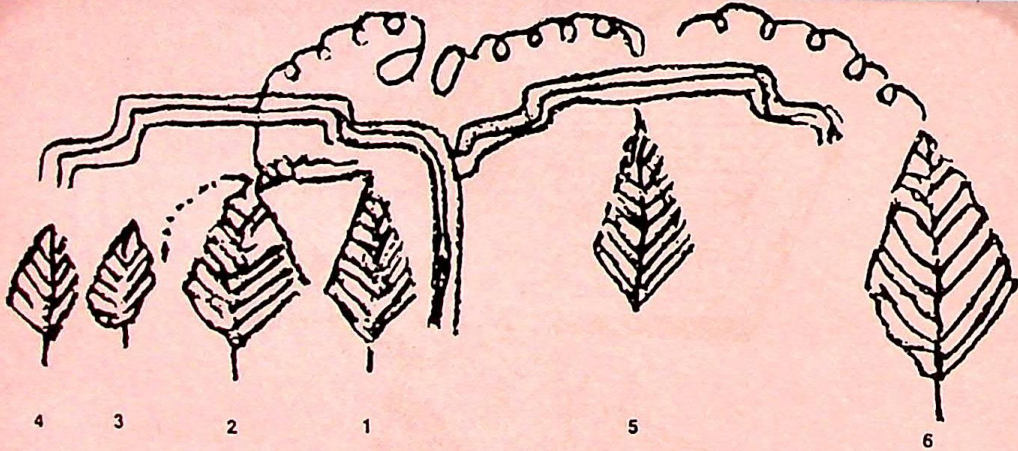
سائبریا میں تصویروں کے ذریعے المیہ داستان محبت تحریر ہوئی:
(1) شوہر (2) بیوی (3) اور (4) بچے - شوہر اپنی بیوی سے خوش نہیں ہے - درمیانی کراس علامتوں سے ظاہر ہے وہ ایک لڑکی (5) سے محبت کرتا ہے - اور وہ بھی اسے چاہتی ہے - مگر بیوی (1) راہ میں حائل ہے - ایک کنوارا (6) اس دوشیزہ (5) سے عشق کرتا ہے مگر وہ اس کی طرف ملتفت نہیں - اس طرح سب کی زندگی غم میں گرفتار ہے۔
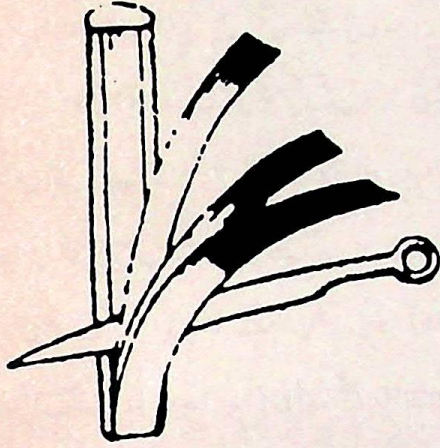
گودے کے پتلے پتلے ٹکڑے کٹے جاتے ھیں
پیپرس کا درخت
پیپرس کی ٹھنی کی چھال اتاری جا رھی ہے
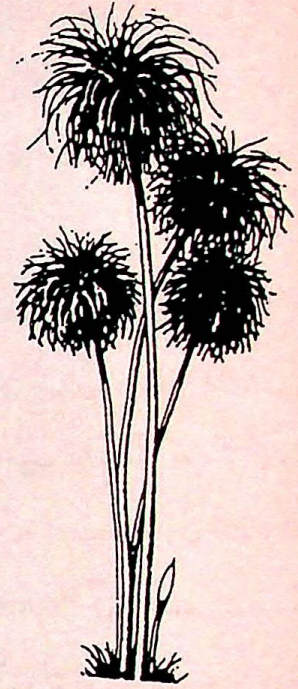
ٹھانپنے کا کپڑا
چپٹے پتھر کی سل
چمکانے والا پتھر
کوٹنے کا کوبہ

فنیقی قوم

شمالی سامی النسل، فنیقی بلند ہمت، کشادہ دل، وسیع النگاہ اور مہم جو قوم تھی ۔ یہ بحر روم کے جنوبی حصے میں لبنان کے علاقے سے ابھری تھی اور اپنے ایجاد کردہ صوتی حروف تہجی کے پہلے حرف کو الف اور دوسرے کو بیتھ کہتی تھی ۔ اہل یونان نے اسی الف بیتھ سے اپنا الفابیٹا (Alphabeta) جو چوبیس حروف پر مشتمل تھا، بنایا۔ جس سے بعد میں لاطینی حروف پیدا ہوئے ۔ یونانی اور لاطینی حروف سے تمام یورپی ممالک کی زبانوں (سوائے روسی) کے حروف نکلے ہیں جو امریکہ پہنچے اور آج اسی وجہ سے رومن رسم الخط دنیا کے بیشتر حصّے پر رائج ہے ۔

فنیقیوں نے نہ صرف اہلِ یونان کو حروف تہجی دیئے بلکہ لکھنے کے لیے پیپرس (Papyrus) بھی دیا۔ پیپرس دریائے نیل کے کناروں پر بکثرت اگنے والا ایک خودرو پودہ ہے جو کلک اور بانس سے مشابہت رکھتا ہے۔ اس کی اونچائی ڈیڑھ دوفٹ اور اس کا لچکیلا تنا ایک انچ سے زیادہ موٹائی کا ہوتا ہے جو آسانی سے تہوں میں بٹ جاتا ہے۔ ان تہوں کو کسی ہموار سطح پر آپس میں ملا کر چٹائی بنائی جاتی ۔ پھر اس چٹائی پر لیس دار تہہ جمائی جاتی تھی ۔ خشک ہونے پر اس کی رگڑائی کی جاتی جس سے چمکدار، ہموار اور چکنی سطح نمودار ہوتی ۔ چنانچہ یہ پیپرس ان وقتوں میں لکھائی کے لیے دنیا کی موزوں ترین شے تھی ۔ اسی پیپرس سے بعد میں کاغذ کے لیے انگریزی زبان کا لفظ پیپر بنا۔ بحر روم کے ساحل پر ببلاس (Byblas) بندرگاہ سے کئی زمانوں تک یونان کو مصر کا یہ پیپرس کتابوں کی تصنیف کے لیے ملتا رہا۔ اسی بندرگاہ کے نام کی رعایت سے یونانی اور مصری پیپرس کو ببلس (Biblas) اور اس کے سکرول یا مکفوفے کو ببلیا کہنے لگے ۔ انجیلِ مقدس کا نام بائبل اسی لیے معروف عام ہوگیا کہ یونانیوں نے اس کا اوّلین نسخہ ببلس پر تحریر کیا تھا۔

فنیقی قوم کے یہ صوتی حروف تہجی آرامیوں اور عبرانیوں نے بھی اپنائے ۔ آرامیوں کے ذریعے ان حروف تہجی سے ہی عربی، ترکی، ایرانی، ہندی تقریباً سبھی ایشیائی خط (چینی و جاپانی کے سوا) وضع ہوئے ۔
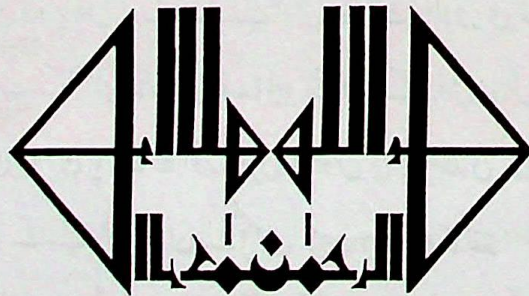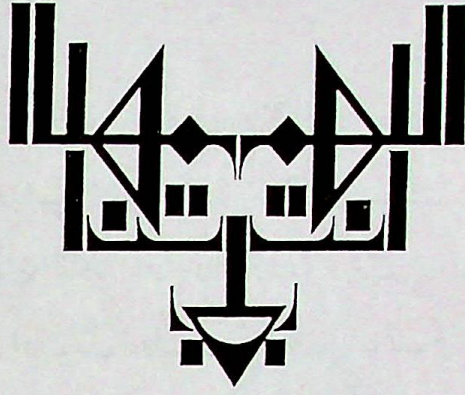
فنِ خطّاطی
(Calligraphy)

دریائے نیل کے کناروں پر اگنے والے پیپرس کو مصریوں نے مختلف مراحل سے گزار کر لکھنے کے لیے ایک بے حد موزوں سطح حاصل کی۔ اسی پودے کے ڈنٹھل کو کچل کر اس سے موقلم بنایا اور کلک کا ایک سرا تراش کر قلم بنایا اور اس قلم کو ترچھا کاٹ کر قط لگانے کی ابتدا مصریوں ہی کا کارنامہ ہے۔ سیاہ روشنائی چراغ کی کالک سے حاصل کی جاتی تھی۔ لکھائی میں عبارت کی سہولت اور خوشنمائی کے لیے ان کے ہاں مسطر کے استعمال کا پتہ چلتا ہے جو ہاتھی دانت، آبنوسی لکڑی یا کسی دھات سے بنایا جاتا تھا۔ اہلِ مصر پیپرس کو چھوٹے چھوٹے کالموں میں تقسیم کر کے لکھتے تھے اور آج تک اخباری صنعت میں یہی طریقہ رائج ہے۔

مصر میں یونانی تین سو اکتیس قبل مسیح میں آئے۔ دوسری صدی عیسوی تک مصر کی ہیروغلیفی (تصویری و تصوّری تحریر) تقریباً نابود ہو چکی تھی۔ یونانی اور مصری کے ملاپ سے پیدا ہونے والی قبطی زبان و تحریر کا دور شروع ہوا۔ راہبوں اور پادریوں نے خانقاہوں اور کلیساؤں میں عبادات کے طریقے اور فیوض و برکات کے علاوہ رسومات اور دعاؤں کو لکھوا کر دیواروں پر آویزاں کرنے کے لیے خوش خط لکھنے والوں کی خدمات حاصل کیں۔ روایتی مصری کاتب جو ہیروغلیفی کی تصویریت کے حسن کے ابھی تک اسیر تھے ان کے ذوقِ جمال نے اپنی تسکین کی راہ پالی۔ الفاظ کو بنا سنوار کر لکھنے کا رجحان رواج پانے لگا اور مصری کاتبوں کی ہنرمندی نے یونانیوں پر جمالیاتی غلبہ پا لیا۔ مصریوں نے جو قلم بنائے ان کے لیے اہل یونان نے کلیمس (Clamas) کا لفظ استعمال کیا۔ بعد میں عربوں نے جس سے اپنے فن خطاطی کا قلم باندھا ہے۔ اہل مصر نے عبارتوں کے عنوان سرخ روشنائی سے لکھنے کی ابتدا کی جسے ''ربرک''

日	雨	火	人	了	目	口
سورج	بارش	آگ	مرد	بچہ	آنکھ	منہ
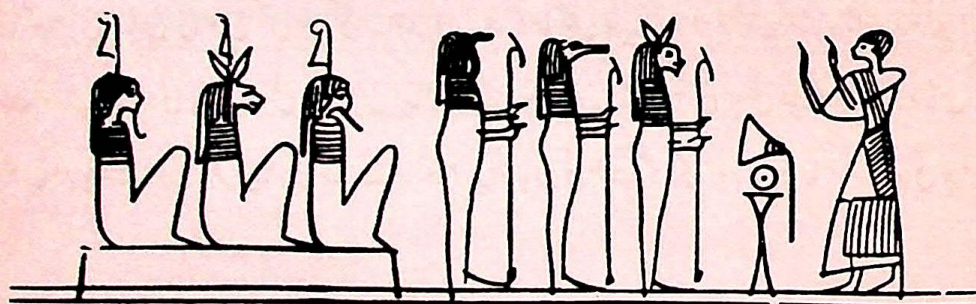
مصری ہیرو غلیفی

کہا جاتا ہے۔ لاطینی میں اسے Rubber یعنی سرخ کہتے ہیں۔ جسے اردو زبان میں سرخی کہا جاتا ہے۔ الغرض یہ مصریوں کی وہ اصلاحات تھیں جن کی بدولت خوشخطی کو فروغ ملا اور حروف کی کشید کے کچھ اصول وضوابط قائم ہونے لگے اور ایک معیار برقرار رکھنے کی روایت چل پڑی۔ آخر کار لکھنے کا ہنر فن کی سطح کو چھونے لگا۔ یہ فنِ خطّاطی کی ابتدا تھی۔

عربی خط

عربی خط کی ابتدا اور اس کے ابتدائی مراحل کے بارے میں ابھی تک حرفِ آخر نہیں لکھا جا سکا۔ کچھ محققین اسے ایک کم سن خط کہتے ہیں اور کچھ معتقدین عربی زبان اور عربی خط کو بھی اتنا ہی قدیم شمار کرتے ہیں جتنی خود انسان کی اپنی تاریخ ہے۔

الفہرست کے مطابق عبداللہ بن عاصؓ سے روایت ہے کہ آدم علیہ السلام کو ان کی وفات سے تین سو سال قبل رب العالمین نے تمام زبانوں کی کتابت سکھائی اور آدم علیہ السلام نے سب زبانوں کی ابجد مٹی کی علیحدہ علیحدہ لوحوں پر لکھ کر انہیں آگ میں پختہ کر کے آئندہ نسلوں کے لیے محفوظ کر دیا۔ طوفان نوح میں اور بہت ساری لوحوں کے ساتھ عربی زبان کی لوح بھی بہہ گئی۔ صدیوں بعد اسماعیل علیہ السلام کو جبل قبیس میں مدفون ایک خزانے کی بشارت خواب میں دی گئی۔ وہ علی الصبح اس پہاڑ پر گئے اور خواب میں دیکھی ہوئی جگہ کو کھودا تو وہاں سے ایک بہت بڑی لوح دریافت ہوئی جس پر عربی خط کے ساتھ عربی زبان کی لغت بھی تھی اور اسے عام کرنے کی ہدایت بھی رقم تھی۔

الفہرست کے ہی مطابق ابن عباسؓ کہتے ہیں ''سب سے پہلے جن لوگوں نے عربی رسم الخط وضع کیا وہ قبیلہ بولان کے تین شخص ہیں۔ انہوں نے انبار کو اپنا مسکن بنایا اور اکٹھے ہو کر حروف مقطعہ اور موصولہ وضع کیے۔ ان کے نام مرامر بن مرہ، اسلم بن سدرہ اور عامر بن جدرہ ہیں۔ مرامر نے شکل وصورت کو، اسلم نے فصل و وصل کو اور عامر نے نقطوں کو وضع کیا۔''

صاحبِ الفہرست محمد بن اسحاق کا کہنا ہے کہ ''جو چیز واقعیت اور حقیقت سے قریب تر اور قابلِ قبول ہے اور جسے ثقہ لوگوں نے بیان کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ زبان عربی حمیر، طسم، جدیس، ارم اور حویل کی زبان تھی۔ جو عرب عاربہ تھے۔ عرب عاربہ وہ قدیم اور اصل عرب جن کی زبان اور نسب میں دوسروں سے اختلاف کی وجہ سے آمیزش پیدا نہیں ہوئی۔ سرزمینِ حجاز کے لوگ خصوصاً قریش مکہ جن میں سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تھے۔ عرب عاربہ شاخ سے تھے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے جب حرم میں سکونت اختیار کی اور پلے پڑھے تو قبیلہ جرہم میں، جو

قدیم عربی خطاطی کے حجری کتبے جو ام الجمال ، انمرہ ، زید اور حران سے ملے

خاندان معاویہ بن مضاض جرہمی کی ایک شاخ تھا، شادی کی، چنانچہ یہ لوگ ان کی اولاد کی ننھیال ٹھہرے۔ اس رشتہ وتعلق کی بنا پر حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اس قبیل کی زبان سیکھی۔ اب مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ، جیسے جیسے ضروریات پیش آتی اور ظاہر ہوتی رہیں، حالات کے مطابق ان کی اولاد نے بات سے بات نکالی۔''

اس بات کی تصدیق مکحول کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے۔ وہ کہتے ہیں'' پہلا گروہ، جس نے عربی خط وضع کیا، نفیس، نصر، تیما اور دومہ پر مشتمل ہے جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد تھے۔ انہوں نے اسے تفصیلی شکل میں وضع کیا۔''

پتھر کے کچھ ایسے کتبے جو جزیرہ نمائے عرب سے باہر کے علاقوں سے دریافت ہوئے ہیں۔ ان پر موجودہ عربی خط کے قدیم ترین نمونے پائے جاتے ہیں۔ یہ کتبے ظہورِ اسلام سے کوئی زیادہ عرصہ پہلے کے لکھے ہوئے نہیں ہیں اور ان میں ایک ارتقائی تسلسل بھی موجود ہے۔

پہلا کتبہ ایک قبر کا ہے جو 250ء میں لکھا گیا اور ام الجمال کے مقام سے ملا ہے۔ دوسرا کتبہ مشہور عرب شاعر امراء القیس کی قبر کا ہے۔ 328ء میں لکھا گیا اور نمرہ کے مقام سے ملا ہے۔ تیسرا کتبہ زباد کے مقام سے ملا ہے اور اس کا زمانۂ تحریر 512ء ہے۔ چوتھا کتبہ حران کے مقام سے ملا ہے۔ یہ 568ء کا لکھا ہوا ہے۔ پانچواں کتبہ چھٹی صدی عیسوی کا لکھا ہوا ہے اور یہ بھی ام الجمال سے ملا ہے۔

ان دریافت شدہ کتبوں کا مطالعہ عربی خط کے ارتقائی مراحل پر کافی حد تک روشنی ڈالتا ہے۔ کچھ مفکرین کے نزدیک زباد اور حران کے کتبوں پر موجود خط سریانی خط سے ماخوذ ہے۔ لیکن مفکرین کی اکثریت اسے خطِ نبطی سے ہی اخذ کردہ مانتی ہے اور خطِ نبطی ہی کو عربی خط کی اصل تسلیم کرتی ہے۔

خط نبطی

نبط کے معنی ہیں گہرائی۔ زمین سے چشمے کی صورت میں پانی کے ابلنے کو بھی نبط کہتے ہیں۔ کسی بات کے عمق اور اصل حقیقت تک پہنچنے کو نبط سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ کنویں سے جو پہلا پانی نکالا جاتا ہے۔ اس پر بھی نبط کے لفظ کا اطلاق ہوتا ہے۔ نبطی ایک عجمی قوم کا بھی نام ہے جس کے کئی قبیلے عرب میں آ کر بس گئے اور دو تین صدیاں قبل از مسیح نبطیوں کی حکومت نجد سے شام تک پھیلی ہوئی تھی اور اس کا سیاسی تعلق روم اور یونان سے تھا۔ اور حکومت کا مرکز قدیم شہر بصرہ تھا۔ بعض مورخین پانی کی فراوانی کے حوالے سے نبطیوں کا اصل وطن عراق کو بھی کہتے ہیں۔ حالیہ اردن کے ایک علاقہ کا نام بھی نباطیہ ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ اسلام کے بچپن میں ان کے پاؤں کی ایڑی کی رگڑ سے زم زم کے پھوٹ نکلنے اور ان کی والدہ کے قبیلہ نبطی سے تعلق کی بنا پر انہوں نے جو طرزِ عربی تحریر کو دیا اور جس کو بعد میں ان

کی اولاد نے بنایا اور سنوارا وہ خطِ نبطی کہلایا۔ یہ خطِ نبطی کئی صدیوں تک سخت جمود اور یکسانیت کا شکار رہا۔ اس کے حروف ابجد کی تعداد بائیس تھی۔

حمیری اور حیری خط

خطِ نبطی سے علیحدہ علیحدہ لیکن باہم مماثل دو خط نکلے۔ چھٹی صدی عیسوی کے آغاز میں ملک یمن کے ایک ہنرمند قبیلے کے ایک فرد حمیر بن صبا یمنی نے خطِ نبطی کو اپنی تخلیقی توانائی کا موضوع بنا کر اس میں بیش قیمت فنی محاسن کا اضافہ کیا۔ اس طرح جو نیا طرزِ نگارش سامنے آیا وہ اس کے نام کی نسبت سے خط حمیری کہلایا۔

جہاں آج موجودہ نجف واقع ہے کوفہ سے تین میل کے فاصلے پر وہاں اس زمانے میں حیرہ نام کا شہر آباد تھا جو ظہورِ اسلام سے قبل تقریباً دو صدیوں تک حکومتی اور ثقافتی دارالخلافہ کے طور پر مشہور تھا۔ یہاں کے لوگ علم و ہنر کے باب میں طبعاً جدّت پسند تھے، جنھوں نے خطِ نبطی کو گرانقدر اصلاحات سے مالا مال کر کے جو طرز نکالا وہ خط حیرہ کہلایا۔ یہ خط بہت مقبول ہوا۔ نزولِ قرآن مجید کا مبارک سلسلہ شروع ہوتے ہی خطِ حیرہ کی بدولت خطِ عربی کے حروف ابجد کی تعداد بائیس سے بڑھ کر اٹھائیس ہو گئی۔
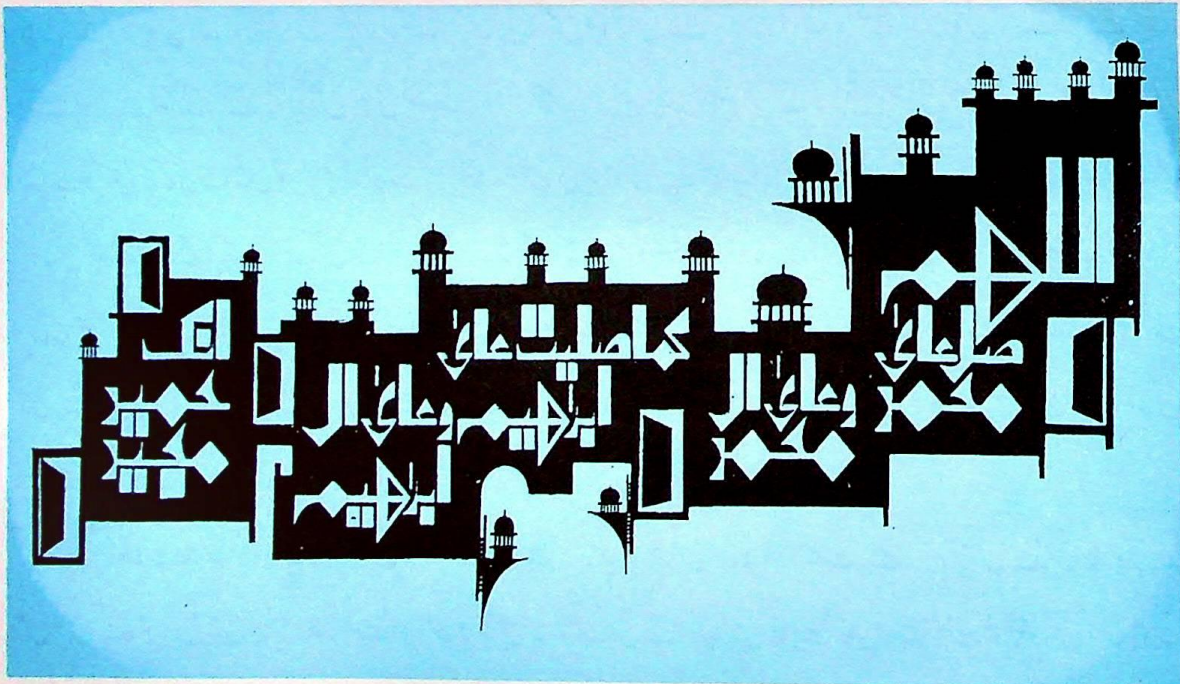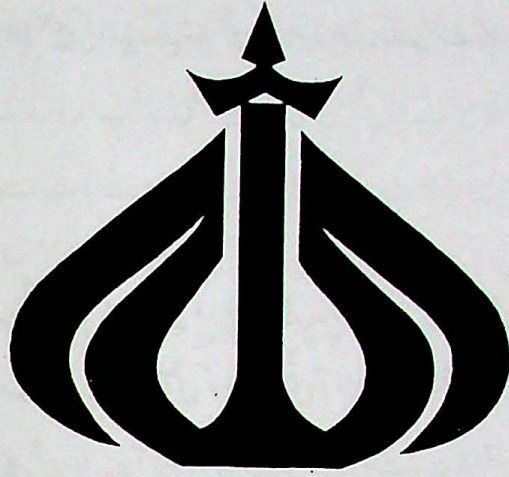
اسلامی خطاطی

پیغمبر اسلام ﷺ پر وحی نازل ہوتی اور آپ ﷺ اپنے قریب کسی پڑھے لکھے صحابیؓ کو یہ کلام اللہ لکھوا دیتے تھے۔ جبکہ عربوں کو اپنے حافظہ پر بہت بھروسہ اور ناز تھا۔ لکھ کر رکھنے کے فعل کو اپنے حافظہ اور برداشت کے لیے ایک طعنہ سے کم نہیں جانتے تھے۔ لیکن اب یہ عالم ہو گیا کہ صحابہؓ پروانوں کی طرح رسول کریم ﷺ کے گرد جمع رہنے لگے اور کلام اللہ حضور ﷺ کے لب ہائے مبارک سے سن کر لکھنے کا اعزاز حاصل کرنے کو اپنے بخت کی بلندی جانتے تھے۔ کلام اللہ کو رسول اللہ ﷺ کے کہنے پر لکھنا ایک ایسا فعل تھا جس سے ''اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول'' کے تقاضے بیک وقت پورے ہوتے تھے۔ یہ فعل بڑی فضیلت والا تھا۔ اس فریضہ خوشگوار کے ذوق وشوق میں شرف حضوری اور جذب ومستی کے کیف میں توشۂ آخرت مضمر تھا۔ جس کی سرخوشی نے صحابہ کرامؓ کے قلوب میں ایک جذبہ مسابقت بجا طور پر بیدار کر کے ایک طرف فن خطاطی کی جوئے آہستہ خرام کو تخلیقی طغیانی سے آشنا کر دیا اور دوسری طرف روحانی سطح پر صریر خامہ سے نوائے سروش سننے کی تڑپ اور طلب نے فنکار کی آنکھ کو اس وسعت نگاہ سے ہمکنار کر دیا جس میں کتنے ہی آسمان اور کتنے ہی جہان سما سکتے تھے اور یوں ''الارض'' کی حیرتوں میں سہا سہا سا گم اور گرفتار انسان مطالعہ کائنات کے شوق سے سرشار ہو گیا۔

مکہ سے خطاطی اور تحریر کا فن دوسرے شہر مدینہ پہنچا۔ جہاں اسے اور بہت سے اہم قبائل نے سیکھا اور بعد میں اس کے فروغ میں بڑی خدمات سرانجام دیں۔ مدینہ ہی سے زید بن ثابتؓ جیسا بلند بخت خوشنویس اٹھا جو نہ صرف پیغمبر اسلام ﷺ کا نہایت قابل اعتبار کاتب وحی ہوا بلکہ سب سے زیادہ آیات وحی اس نے ہی لکھنے کا شرف و اعزاز حاصل کیا۔

حضرت زید بن ثابتؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل ہوتی تو آپ ﷺ مجھے بلاتے۔ میں لوح وغیرہ لے کر حاضر خدمت ہوتا۔ آپ ﷺ لکھواتے اور پھر سنتے اگر کوئی غلطی ہوتی تو آپ ﷺ اصلاح فرمادیتے۔ پھر میں لوگوں میں اس کو لاتا تھا۔

حضرت خالد بن سعید بن ابی العاصؓ کی صاحبزادی کا بیان ہے کہ سب سے پہلے ''بسم اللہ'' میرے والد ماجد نے لکھی۔ حضرت خالد بن سعید بن ابی العاصؓ پانچویں مسلمان تھے اور یہ واقعہ ربیع الاول 4 ہجری کا ہے۔

حضرت براءؓ سے روایت ہے کہ جب آیت'' لا یستوی القاعدون '' نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا فلاں کاتب کو بلاؤ۔ وہ تختی دوات اور قلم لے کر حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا'' یہ آیت لکھو۔''

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے گرد حلقہ کیے لکھ رہے تھے جو آیات قرآنی رسول اللہ ﷺ کاتبوں سے لکھواتے تھے، دوسرے صحابہ بھی اپنے واسطے لکھ لیتے تھے۔

جنگ بدر میں گرفتار ہونے والے قیدیوں اور غلاموں میں جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی رہائی کے لیے یہ شرط رکھی کہ وہ اگر دس دس مسلمانوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں تو انہیں رہا کر دیا جائے گا۔ تحریر کی اہمیت اور علم کی فضیلت کی یہ انوکھی شرط قیامت تک اہل علم کے دل گرماتی رہے گی۔

کاتبان وحی

کاتبان وحی کی تعداد چالیس کے لگ بھگ بتائی جاتی ہے جن میں مشہور مندرجہ ذیل ہیں :

حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت خالد بن سعیدؓ، حضرت عبداللہ بن سعدؓ، حضرت زبیر بن العوامؓ، حضرت عمرو بن العاصؓ، حضرت شرجیل بن حسنہؓ، حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت حنظلہ بن ربیعؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عمرو بن رافعؓ، حضرت عامر بن فہیرہؓ، حضرت مغیرہ بن شعبہؓ، حضرت عبداللہ بن رواحہؓ، حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ، حضرت امان بن سعیدؓ، حضرت ربان بن سعدؓ، حضرت حذیفہ بن الیمانؓ، حضرت عبداللہ بن ارقمؓ، حضرت سفیان بن حربؓ، حضرت معاویہ بن سفیانؓ، حضرت خالد بن ولیدؓ، حضرت عبداللہ بن رواحہ انصاریؓ، حضرت خالد بن العاصؓ، حضرت حاطب بن عمروؓ، حضرت علاء بن الحضریؓ، حضرت عبداللہ بن سعد عامریؓ، حضرت ابو الدرداءؓ، حضرت ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت حویطب بن عبدالعزی عامریؓ، حضرت جہیم بن الصلمتؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت عبداللہ بن سلامؓ کے علاوہ ام المومنین خدیجہؓ، ام المومنین ام سلمہؓ، ام المومنین عائشہؓ اور ام المومنین حفصہؓ بھی فن کتابت سے واقف تھیں۔

قرآن پاک کے نزول کا سلسلہ پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ پر عربی زبان میں فرشتہ جبرئیلؑ کے ذریعے مکہ

بحرین کے گورنر کے نام نامہ مبارک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

مہر مبارک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کے قریب غار حرا سے شروع ہوا۔ حکم ہوا ''پڑھ، اپنے رب کے نام سے جو ہر شے کا پیدا کرنے والا ہے۔ اس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ پڑھ، اور تیرا رب بڑا کرم کرنے والا ہے۔ اس نے قلم کے ساتھ لکھنا سکھایا۔ اس نے انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔''

اس اولین وحی کا پہلا لفظ 'اقرا' ہے۔ جس کے الگ الگ حروف ا، ق، ر اور ا ہیں۔ جو اللہ، قرآن، رسول اور انسان کے الفاظ کے پہلے حروف بھی ہیں۔ گویا اللہ کا قرآن، رسول کے ذریعے انسان کے لیے ہے۔ قرآن علم ہے اور وسیلۂ علم بھی ہے۔ انسان نے اس امانت کو اپنے سینے میں بھی اتارا اور تحریری صورت میں لوح پر نقش کر کے محفوظ بھی کیا۔ حضور ﷺ کی حیات طیبہ میں حفاظت قرآن اور اشاعت قرآن کا فریضہ حفاظ اور خطاط سینہ بہ سینہ اور لوح در لوح انجام دیتے رہے۔ 3 ربیع الاول گیارہ ہجری کو آخری وحی کے بعد اللہ کا قرآن مکمل ہو گیا اور جبرئیلؑ کی آمد کا سلسلہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا۔ الہامی کتابوں میں سب سے افضل اور آخری کتاب قرآن مجید عربی زبان میں نازل ہونے والی پہلی کتاب ہے۔ اس سے پہلے تمام الہامی کتابیں اور صحائف عبرانی زبان میں نازل ہوئے۔ 12 ربیع الاوّل گیارہ ہجری کو حضور ﷺ اس دنیائے فانی سے تشریف لے گئے اور آپ ﷺ کی رحلت کے فوراً بعد کی جنگوں میں حفاظ کی خاصی بڑی تعداد جب شہید ہو گئی تو اس سنگین صورتِ حال میں حفاظتِ قرآن کا رخ بھی کتابتِ قرآن کی طرف مڑ گیا۔ اس دوہری ذمہ داری کے نتائج بہت خوشگوار نکلے اور عربی رسم الخط کو کلام خداوندی کے شایان شان بنانے کے لیے اس میں صوری حسن و زیبائی اور فنی محاسن و مہارت پیدا کرنے کا عمل حیرت انگیز طور پر تیز ہو گیا اور صدیوں سے عرب کے ریگ زاروں میں بھٹکتی ہوئی فن خطاطی کی جوئے سست رو دیکھتے ہی دیکھتے ایک ایسے دریائے تند و تیز میں بدل گئی جس کے کناروں پر علم و ادب کے گلزار مہکنے اور تہذیب و فن کے شہر آباد ہونے لگے۔

تاریخی شواہد کے مطابق حضرت عثمانؓ کے عہد تک خط حیری مقبولیت کے اعتبار سے اوج کمال پر تھا۔ رسول ﷺ نے مختلف لوگوں کو جو خطوط لکھوائے وہ خط حیری میں ہیں۔ کلام پاک جیسے جیسے نازل ہوتا گیا اس کی آیات کی کتابت خط حیری میں ہوتی رہی۔ حضرت عمرؓ کی درخواست پر جب خلیفہ اوّل حضرت صدیق اکبرؓ کے حکم پر حضرت زید بن ثابتؓ نے قرآن پاک کو یکجا کرنے کا جو کام شروع کیا وہ حضرت عثمانؓ کے دور میں پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ تمام مصحف عثمانیؓ اس خط حیری میں تحریر ہوئے ہیں۔ خط حیری اور خط عربی جو پہلے حمیری انباری اور نبطی کہلاتا تھا، ظہور اسلام کے بعد اب خط حجازی، مکی اور مدنی بھی کہلانے لگا۔ اور قرآن مجید سرزمین عرب کی پہلی کتاب ہے جس کو صحیح کتابی شکل میں پہلی بار عرب کی تاریخ میں مرتب اور مکتوب کیا گیا۔ اس کی نقلیں تیار کر کے مختلف اسلامی علاقوں میں

بھیجنے کا مرحلہ آیا تو اسلامی فن خطاطی کا گویا دبستان کھل گیا۔

خط کوفی

حضرت علیؓ خود اعلیٰ درجے کے خطاط تھے۔ انہوں نے جب کوفہ کے شہر کو دارالخلافہ کے طور پر منتخب کیا اس وقت تک عربی خط کے حروف ابجد کی تعداد بائیس سے بڑھ کر اٹھائیس ہو چکی تھی۔ اہل کوفہ قدیم دنوں سے علوم وفنون کے قدردان اور جدت واختراع کا فطری میلان رکھتے تھے۔ خط عربی ان کے تحقیق و تجربہ اور تنوع پسندی کے مراحل سے گزر کر جب دانش ومہارت کے سانچے میں ڈھلا تو فن خطاطی میں وہ شاہ کار خط طلوع ہوا جس کا نام کوفہ کی نسبت سے خط کوفی مشہور ہوا۔ وادی دجلہ وفرات جس نے ساڑھے تین ہزار سال قبل مسیح میں اہل دنیا کو تصویری، تصوری اور میخی رسم الخطوں کے تحفے دیے تھے آٹھویں صدی عیسوی میں پھر اس سرزمین نے اپنی تہذیبی زرخیزی کا ثبوت خط کوفی کی شکل میں دیا۔ خط کوفی کے عمودی اور افقی خطوط میں ترتیب وتوازن اور تشکیلی رشتہ و پیوند کی جلوہ آفرینی معرکہ وجود میں غازیوں اور نمازیوں کی صف آرائی کے منظر دکھاتی ہے۔ خط کوفی کو شہر کوفہ کی تہذیبی مرکزیت نے جو قدرومنزلت دی۔ اس کے جواب میں خط کوفی نے اس شہر میں ایک عجیب وغریب اور عظیم الشان روایت کی داغ بیل ڈالی کہ تاریخ کے آئندہ اوراق میں جہاں بھی تہذیبی مرکزیت منتقل ہو گی وہاں سے مسلم ذوق جمال اپنا اظہار کسی نئے دبستان خطاطی کی صورت میں کیا کرے گا۔

خط کوفی کے قلم

عہد مامون (198-218ھ) تک خط کوفی کے مندرجہ ذیل بارہ قلم ایجاد ہو چکے تھے :

1- قلم الجلیل — دفتر انشاء کا مخصوص قلم تھا۔ سلاطین کو خطوط اور کتبات اسی قلم سے لکھے جاتے تھے۔ یہ قلم جلی تھا اور ابوالاقلام مشہور ہے۔

2- قلم السجلات — سجل بمعنی قبالہ ودستاویز ہے۔ سجلات دستاویز کے قلم کا نام ہے۔

3- قلم الدیبات — دیباج دیبا کا معرب ہے جو ایک ریشمی کپڑا ہے۔ قلم السجلات اور قلم الدیباج دونوں قلم الجلیل سے ماخوذ ہیں۔

4- قلم الطّومار الکبیر — قلم السجلات وقلم الدیباج کی خاص آمیزش سے قلم طومار صورت پذیر ہوا۔ لفظ الکبیر سے ظاہر ہے اس کی کوئی قسم الصغیر بھی ہو گی۔

خطِ کوفی ـــــ منسوب به حضرت علی

منقوط کوفی

-5	قلم الثلثین	یہ قلم اور قلم الخرفاج (نمبر 12) قلم طومار کی قسمیں ہیں۔
-6	قلم الذنبور	یہ قلم طومار اور قلم الثلثین سے نکلا ہے۔
-7	قلم المفتح	یہ قلم ثلثین اور سطر نجیلی سے پیدا ہوا ہے۔ اس کو خط ثقیل بھی کہتے ہیں۔
-8	قلم الحرم	اس قلم سے خواتین حرم کو خطوط لکھے جاتے تھے۔
-9	قلم المواصرات	یہ خط یا یہ قلم امرائے دولت میں باہمی مشاورت کے لیے استعمال ہوتا تھا۔
-10	قلم العہود	سلاطین کے معاہدات اور دستاویزات کے لیے مخصوص تھا۔
-11	قلم القصص	اس قلم سے قصے اور کہانیاں لکھی جاتی تھیں۔
-12	قلم الخرفاج	یہ قلم اور قلم الحرم دونوں قلم الثلثین کی شاخیں ہیں۔

برق رفتار اسلامی فتوحات کا رخ اطراف عالم میں جدھر جدھر بھی ہوا۔ خط کوفی کی تحریری، آرائشی اور زیبائشی خوبیاں فنکاروں کا موضوع فن بنتی چلی گئیں۔ قرآن پاک اور دیگر کتب کے سرورق، ابواب، سورتوں کے نام، آیات کے نمبر شمار الغرض جگہ جگہ خط کوفی اپنا رنگ اور اپنی بہار دکھانے لگا۔

اعراب

قدیم و جدید عرب تحقیق کے مطابق ابوالاسود دؤلی پہلا شخص تھا جس نے عربی صرف ونحو وضع کی۔ اس نے سرخ نقاط لگا کر ان آوازوں کی کمی پوری کرنے کی کوشش میں قابل قدر کامیابی حاصل کی، جن کی نمائندگی کے لیے حروف نہیں ہیں۔ اموی گورنر حجاج بن یوسف کی ہدایت پر ابوالاسود دؤلی کے شاگردوں نصر بن عاصم اور یحیٰ بن یعمر نے اس میں مزید اضافہ کیا۔ حروف کے اوپر نیچے اور درمیان میں سرخ نقاط کی جگہ کالے نقاط کہیں پر ایک، کہیں پر دو اور کہیں پر تین تین اکٹھے لگا کر الفاظ کی صوتی شناخت میں استحکام پیدا کیا۔ بعد میں مشہور عرب ماہر صرف ونحو اور ماہر لسانیات الخلیل بن احمد الفرحدی نے نقاط کو آٹھ اعراب یعنی فتح، دماع، کسر، سکون، شد، مد، ہمزہ اور نصف ہمزہ سے بدل کر اسے پایہ تکمیل کو پہنچا دیا۔

خالد ابن ابی الہیاج

ابن ندیم کا کہنا ہے کہ ''پہلا شخص جس نے صدر اسلام میں قرآنی کتابت اور حسن خط میں شہرت پائی وہ خالد ابن ابی الہیاج ہے۔ میں نے اس کا لکھا ہوا قرآن دیکھا ہے۔ سعد نے مصاحف اور شعر و واقعات قلمبند کرنے کی غرض سے ولید بن عبدالمالک کے ہاں اس کا تقرر کرا دیا تھا یہی وہ شخص ہے جس نے مسجد نبوی میں قبلہ کی

خطِ کوفی

خطِ کوفی

خط کوفی مستجل

خط کوفی

سمت سورۃ والشّمس کو خط کوفی میں آبِ زر سے لکھا تھا۔'' گویا وہ پہلا مسلمان فنکار ہے جس نے اپنے ہنر کو پورے اعتماد کے ساتھ نقد و نظر کے لیے خاص و عام کے سامنے پیش کیا۔ خطاطی کو بطور آرائش کے متعارف کرانے کا سہرا بھی اُسی کے سر ہے۔ بے پناہ تخلیقی صلاحیتوں کا مالک خالد ابن ابی الہیاج کتاب کی تزئین و آرائش کا بھی سب سے پہلا فنکار رہے۔

قطبۃ المحرّر

اموی دور میں خالد ابن ابی الہیاج کے بعد جس خطاط کے حسن خط کا شہرہ ملتا ہے اس کا نام قطبۃ المحرر رہے۔ اس نے کئی انفرادی اسلوب وضع کیے۔ اس نے خط کوفی میں بعض ایسی بنیادی اصلاحات کیں جو خط نسخ کی صورت گری کی طرف پیش رفت سمجھی جاتی ہیں اور خط الجلیل اس کی ایسی ایجاد ہے جو خط کوفی کے محاسن کا مخزن ہے۔

مالک بن دینار

اموی دور کا تیسرا مشہور خطاط مالک بن دینار ہے جو اسامہ بن لوئی بن غالب کا غلام تھا۔ اس کی کنیت

ابو یحییٰ تھی۔ وہ اجرت پر قرآن پاک لکھتا تھا۔

کتابت قرآن کو ذریعہ معاش بنانے کی یہ روایت جس کی داغ بیل ایک غلام نے ڈالی، آئندہ تاریخ کے اوراق میں اس کو مطلق الحکم سلاطین اور شہنشاہوں نے آگے بڑھایا۔ ان میں سے کچھ نے اسے کسب معاش اور کچھ نے کسب کمال کے لیے اپنایا۔ ان میں قابل ذکر یہ ہیں۔ عباسی خلیفہ مامون الرشید، خلیفہ مقتدر باللہ، ترک عثمانی سلطان بایزید ثانی، سلطان ابراہیم بن سلطان مسعود بن سلطان محمود غزنوی، سلطان غیاث الدین بلبن، سلطان ناصر الدین محمود بن سلطان شمس الدین التمش، سلطان محمد تغلق، ظہیر الدین بابر، اورنگ زیب عالمگیر، بہادر شاہ ظفر اور سرزمین ایران کے آخری شہنشاہ محمد رضا شاہ پہلوی کے علاوہ خطاط شہزادوں اور شہزادیوں کی ایک طویل فہرست تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہے۔

خط مسلسل

عبارت میں ایک تسلسل کی خوبی نمایاں رہتی ہے۔ تمام حروف اور کسی حد تک الفاظ بھی ایک دوسرے سے پیوستہ اور متصل رہتے ہیں۔ اس لیے اس خط کو خط مسلسل کہا جاتا ہے۔ اس خط کو الاحول المحرّر نے ایجاد کیا۔

الاحول المحرّر

عباسی دور میں ضحاک بن عجلان، اسحاق بن حماد، مہدی الکوفی اور عبداللہ بن شداد جیسے خطاط تھے۔ اسحاق بن حماد کے تلامذہ میں دو بھائی ابراہیم الشجری اور یوسف الشجری تھے۔ اسی دور میں خشنام البصری جیسا ماہر خطاط تھا جو جلی نویسی میں بے مثال تھا۔ جس کے الف ہاتھ بھر لمبے ہوتے تھے۔ عباسی عہد میں مامون الرشید کا زمانہ فن خطاطی کا سنہری زمانہ گنا جاتا ہے۔ مامون الرشید خود ایک اعلیٰ پائے کا خطاط تھا۔ اسے فن خطاطی کے نمونے جمع کرنے کا بے حد شوق تھا اور اس کا یہ شوق مستقبل میں فنکاروں کے لیے رہنمائی کا بہت بڑا ذریعہ ثابت ہوا۔ مامون الرشید کا درباری خطاط الاحول المحرّر تھا جو ابراہیم الشجری کا شاگرد تھا۔ وہ ایک ایسا امام فن تھا جس نے کتنے ہی اسلوب اپنی خداداد تخلیقی خوبیوں سے وضع کیے مگر اس کا زندۂ جاوید کارنامہ تو درحقیقت اس کا عظیم شاگرد ابوعلی محمد بن علی بن الحسن ابن مقلہ بیضاوی تھا۔
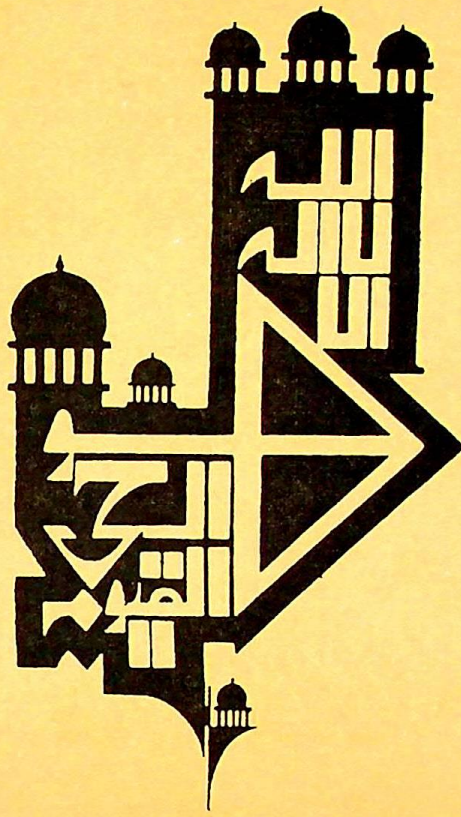
طلوعِ خط

ابنِ مقلہ (ابو علی محمد بن علی بن الحسن ابنِ مقلہ بیضاری)

خط کوفی نے اپنی حتمی تشکیل تک کوئی چالیس مختلف اسالیب کا طویل تدریجی سفر طے کیا تھا۔ جس کے نتیجے میں اس کی ساخت میں صناعی کا عنصر غالب ہوگیا اور اس کو عام طور پر خط کوفی کے پاؤں کی زنجیر سے تعبیر کیا جاتا تھا۔ یعنی اس میں ہندسی صورتوں اور نمونوں کے لیے کافی گنجائش کے باوجود اس کے حروف کی غیر لچکدار شکلیں رواں نگاری میں مانع تھیں۔ جبکہ حقیقت صرف اتنی ہے کہ بعض اوقات علم و فن سست رو ضرور ہو جاتے ہیں لیکن جہاں جہاں یہ آہستہ خرام ہوئے وہاں وہاں زیرِ زمین ہمیشہ نت نئے امکانات کی کانیں یا چشمے دریافت ہوئے ہیں۔ خط کوفی میں صناعی کا حاوی عنصر اس کے ارتقا کا رخ ہنر آموزی کی طرف موڑ لے گیا جس کے نتیجے میں حاصل ہونے والی مہارت ومشاقی نے اس خط کے خدوخال اور ان کے حسنِ عمل کی مسلسل تہذیب واصلاح سے ذوقِ جمال کا ایک ایسا معیار قائم کر دیا تھا جس سے روگردانی یا انحراف ممکن نہ رہا تھا۔ ہنروری کا یہی تہذیبی شعور تھا جسے بروئے کار لا کر ایک شخص نے قلم کے قط کو بنیادی اکائی بنا کر الف کا قد متعین کیا پھر اس الف کے قد کا قطر بنا کر دائرہ لگایا اور حروف کی صوری

ابن مقلہ کا نمونۂ خط

ساختیات کے لیے ایک سائنٹیفک طریق کار کا آغاز کیا۔ اس شخص کا نام ابو علی محمد بن علی بن الحسن ابن مقلہ تھا، جس کی ولادت جمعرات کے روز عصر کے بعد 21 شوال 272ھ کو بغداد میں ہوئی۔ وہ تین عباسی خلفاء، المقتدر باللہ (908-932)، القاہر باللہ (932-934) اور الراضی باللہ (934-940) کا وزیر رہا۔ ابن مقلہ ایک نابغہ روزگار شخصیت تھا، جو کئی علوم میں عالمانہ دسترس رکھتا تھا۔ علم ہندسہ کے فہم میں اس کا کوئی ثانی نہ تھا۔ اسی کی بدولت اس نے فن خطاطی کو رقاع، توقیع، ریحان، محقق، ثلث اور نسخ کے ناموں سے چھ خط دیئے۔ یہ اس قدر عظیم کارنامہ ہے کہ ابن مقلہ کے بعد اس کے پائے کا کوئی خطاط پھر کبھی نہ پیدا ہو سکا۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ ابن مقلہ کے روپ میں وادی دجلہ و فرات نے ایک بار پھر اپنی تہذیبی زرخیزی کا ثبوت دیا اور اسلامی ذوق جمال نے اپنے تخلیقی اظہار کے لیے ہر نئی تہذیبی مرکزیت سے فن خطاطی میں ایک دبستان نو کھولنے کی جو روایت کوفہ سے شروع کی تھی بغداد نے ابن مقلہ کی ذات میں اس پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔ ابن مقلہ چونکہ صف اول کا سیاستدان بھی تھا لہٰذا سازشوں سے اپنا دامن نہ بچا سکا۔ پہلی بار اس کا دایاں ہاتھ کاٹ دیا گیا، پھر زبان کاٹ دی گئی، آخرکار 328ھ/940ء میں قتل کر دیا گیا۔

خطِ ثلث

اس کو ثلث اس لیے کہا جاتا ہے کہ جو خطاط اس خط میں مہارت کاملہ حاصل کر لے وہ خط نسخ اور خط محقق میں بھی آسانی کے ساتھ عبور حاصل کر لیتا ہے۔ اس خط کو اسی لیے ام الخطوط بھی کہا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ پہلا خط ہے جس میں قلم کے قط نے نپی تلی حرکات میں عمل کیا ہے۔ خط ثلث کے الف، ل اور ک کے حروف میں کھڑی تلوار کے تیور جھلکتے ہیں۔ جب کہ اس کے باقی حروف میں برش تلوار کی تیزی اور طرازی پائی جاتی ہے۔ یہ خط بے حد خوشنما ہے جس کے حروف کشادہ اور ان کے اعضاء نکھرے نکھرے نظر آتے ہیں۔

خطِ نسخ

خط نسخ خط ثلث کے بعد کا خط ہے اور اپنے عمل میں ثلث کے تابع ہے۔ نسخی الف قدرے ترچھا کرسی پر کھڑا ہوتا ہے اور یہی انداز اس کا ط، ک اور ل کے آغاز پر اور م کے انجام پر ہے۔ باقی حروف ثلث کے حروف سے مشابہہ ہیں مگر ثلث کے حروف کی روانی اور بیکرانی کی جگہ نسخی حروف میں متانت اور پر اعتمادی ہے۔ نسخی دائروں اور قوسوں کا رجحان افقی ہے۔ یہ خط قرآن پاک کی کتابت کے لیے آج تک سب سے زیادہ مقبول ہے۔

ثلث

نسخ

رقاع

خطِ محقق

نسخ کے بعد جس خط نے قرآن پاک کی کتابت میں سب سے زیادہ مقبولیت پائی، وہ خط محقق ہے۔ ابن مقلہ کی اس ایجاد نے ابن البواب اور یاقوت المستعصمی کے ہاتھوں تکمیل حسن کی۔ اس کے دائروں اور قوسوں میں افقی بہاؤ دیدنی ہے اور عمودی اٹھان میں ثلث کا رجحان غالب ہے۔

خطِ ریحان

خط ریحان کی ساخت میں ثلث، نسخ اور محقق کے میلانات حاوی ہیں۔ لیکن اس کی نوک پلک میں ثلث سے زیادہ تیکھاپن اور نزاکت ہے۔ اس کے دائروں اور قوسوں میں بہت فنکارانہ ندرت ہے۔ اس کے اسی بناؤ اور سبھاؤ کے پیش نظر نقاط اور اعراب عموماً کسی دوسرے قلم سے خاص طور پر لگائے جاتے ہیں۔ خط ریحان اصول میں خط محقق کے تابع ہے۔

خط رقاع۔توقیع

یہ دونوں خط جڑواں ہیں۔ ثلث، نسخ، محقق اور ریحان میں قلم کا قط تقریباً 40 ڈگری کا زاویہ بناتا ہے۔ جبکہ رقاع اور توقیع میں یہ زاویہ 75 ڈگری کے قریب ہوتا ہے جس کی وجہ سے ان خطوں میں نزاکت کی بجائے استحکام جھلکتا ہے۔ ثلث، نسخ، محقق اور ریحان کے مقابلے میں رقاع اور توقیع کا رجحان زیادہ جلی ہے۔

تلامذۂ ابن مقلہ

ابن البواب (ابوالحسن علی ابن ہلال)

ابن مقلہ کے شاگردوں میں خلیفہ مقتدر باللہ اور اس کا بیٹا بھی تھا اور خاص شہرت محمد بن السمسانی اور عبداللہ بن اسد نے پائی۔ لیکن ابن مقلہ کے کام کو صحیح معنوں میں جس نے اپنایا اور شایان شان طور پر اس کے نقشِ قلم پر نہ صرف آگے بڑھایا بلکہ اس کی تہذیب اور ترمیم میں بھی نمایاں کردار ادا کیا وہ ابوالحسن علی ابن ہلال تھا۔ جو ابن البواب کے نام سے اُس فن میں ایک مجتہد اور امام جیسی عزت اور احترام کے ساتھ مشہور ہے۔ ابن البواب ایک مصورتھا۔ جو خداداد تخلیقی جوہر سے مالا مال تھا۔ اس نے ابن مقلہ کے مقرر کردہ اصول وقواعد اور پیمانہ و پیمائش میں کوئی ردوبدل کیے بغیر اپنی مصورانہ بصیرت کو بروئے کار لاکر ابن مقلہ کے ساختہ حروف کو فنکارانہ حسن ورعنائی اور توازن وترتیب سے آراستہ کیا۔ اس نے قرآن پاک کے 64 نسخے کتابت کیے۔

خطِ ثلث

خطِ نسخ

فن خطاطی کے ساتھ ابن مقلہ کی روح بھی ابن البواب کی ممنون احسان ہوگی کہ اس کے دردناک انجام سے فن خطاطی اور اس میں اس کا گرانقدر کارنامہ جس خطرناک بحران سے دوچار ہوگیا تھا۔ اس سے ابن البواب نے بڑی کامیابی سے نہ صرف اسے باہر نکالا بلکہ آئندہ نسلوں کے لیے اسے پوری طرح مستحکم بھی کردیا۔ ابن البواب نے اگرچہ ابن مقلہ کے سارے خطوں میں دادفن دی مگر نسخ اور محقق میں اس کی مصورانہ فطرت کے لیے زیادہ رغبت تھی۔ وہ عباسی خلیفہ قاہر باللہ کے عہد میں 413ھ میں وفات پاگیا اور بغداد میں اس کی قبر حضرت امام احمد بن جنبلؒ کے مزار کے قریب ہے۔

یاقوت المستعصمی

ابن مقلہ کے سلسلہ تلامذہ میں دوسرا نامور خطاط یاقوت بن عبداللہ الرومی المستعصمی ہے۔ جس نے ابن مقلہ کے کام میں نہ صرف ابن البواب کے بعد قابل قدر خدمات سرانجام دیں بلکہ قلم وقرطاس اور عبارت میں ایک خوش نما آہنگ بھی پیدا کیا۔ یاقوت عباسی خلیفہ مستعصم باللہ کا غلام تھا۔ اس نے قرآن پاک کی خطاطی میں بڑا نام پیدا کیا اور اس نے خطاطی میں گیارہ سطروں کو رواج دیا۔ جس میں نسخ اور ثلث کے فنکارانہ استعمال سے عبارت میں نظر افروز حسن ونکھار پیدا ہوگیا۔ خط غبار یاقوت المستعصمی کی ایجاد ہے۔ یاقوت عباسی عہد کا آخری اور عالم اسلام کا مشہور ترین خطاط ہے۔ اس کے ہاتھ کے لکھے ہوئے قرآن پاک کی ایک جلد لاہور میوزیم میں محفوظ ہے۔

ابن مقلہ کے سلسلہ تلامذہ میں دو نام اور بہت قابل ذکر ہیں جن کی شبانہ روز ریاضت فن نے ابن مقلہ کے نقشِ قلم پر اس کے بے مثال کارناموں کو استحکام بخشا اور فن خطاطی کو تب وتاب جاودانہ سے ہمکنار کردیا ان کے نام عبداللہ بن اسد بن علی القادری اور محمد بن السمسانی ہیں۔

تلامذہ ابن البواب

۱۔ محمد بن عبدالمالک ۲۔ زینب بنت احمد الدینوریہ ۳۔ یاقوت بن عبدالمالک موصلی ۴۔ ولی عجمی (مصر میں خط نسخ کا سلسلہ ان سے چلا) ۵۔ یاقوت بن عبداللہ الحمری الرومی ۶۔ یاقوت بن عبداللہ الرومی المستعصمی۔

تلامذہ یاقوت المستعصمی

۱۔ ارغون بن عبداللہ کاملی ۲۔ یوسف مشہدی ۳۔ نصراللہ طبیب ۴۔ شیخ زادہ احمد السہروردی ۵۔ مبارک شاہ زریں رقم ۶۔ سید حیدر علی جلی نویس ۷۔ مولانا عبداللہ صیرفی

ابن مقلہ کے طویل سلسلۂ تلامذہ کی مجموعی خدمات اور بالخصوص ابن البواب اور یاقوت المستعصمی کی بے پناہ صلاحیت فن اور بے کراں شہرت وعزت کی چکاچوند میں اگرچہ خود ابن مقلہ کا نام ذرا ماند پڑ گیا لیکن مصر، شمالی افریقہ اور ایران میں اسلامی مملکتوں کے استحکام کے بعد وہاں مسلمانوں کی تہذیب وثقافت کا فروغ شروع ہوا تو ابن مقلہ کی گویا حیات ثانی کا آغاز ہوگیا۔
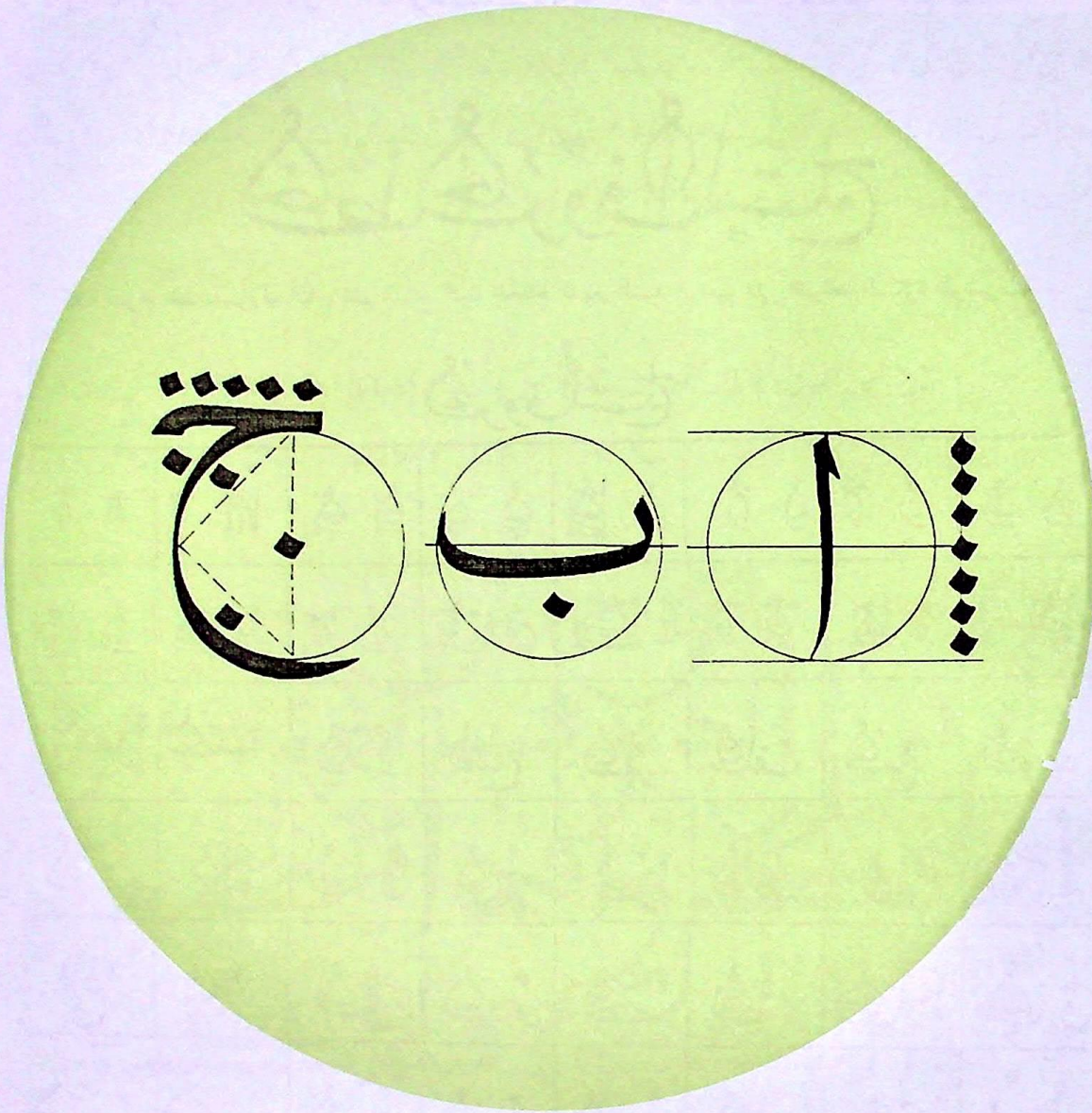
فروغِ خط

مصر

مصر میں مملوک حکمرانوں کا عہد (1250ء سے 1516ء) اسلامی تہذیب و ثقافت اور علم و ہنر کے اعتبار سے بے پناہ اہمیت کا حامل ہے۔ اہلِ مصر نے اسلامی فنون کو جس اوجِ کمال تک پہنچایا اور تخلیق و مہارت کا جو معیار قائم کیا وہ آج بھی مثالی ہے۔

خط حروف التاج

كتابة عنوان خط حروف التاج بقلم النسخ كتبها الخطاط الشهير السيد ابراهيم على القواعد المبتكرة الموضوعة .

حروف التاج

ا ا	ب ب	ت ت	ث ج	ح خ	د ذ	ر ز	س ش
ص ض	ط ظ	ع غ	ف ق	ك ل	م ن	ه و	لا ي
أهل	باب	بدر	بلح	تمر	تلف	تبع	ثوب
ثدى	جاه	جلال	حج	حزم	خط	دلو	ذهب
رمح	زجر	سل	سلام	شط	شق	صلاة	صدق
صعب	ضحك	طراز	طوع	ظلال	ظبى	ظفر	عارف
غطاء	غيب	فص	قفر	كتب	لطف	مكاء	مداد
	نبلاء	نعس	نوق	وزر	هل	هلال	

خط تاج ـــــــــ محمد محفوظ المصرى

مملوک عہد کا سب سے بڑا خطاط محمد ابن الواحد تھا۔ خط ثلث میں لکھا ہوا اس کا قرآن پاک کا نسخہ اس خط کا بہترین نمونہ آج بھی شمار کیا جاتا ہے۔ مملوک عہد کے آخری دور کے مشہور خطاطوں میں محمد ابن سلیمان المحسن، احمد بن محمد الانصاری، ابراہیم ابن محمد الخباض کے علاوہ عبدالرحمان ابن السیعاغ ہے جس نے صرف ساٹھ دنوں میں ایک کلکی قلم سے خط محقق میں دو گز سے زائد چوڑائی کا قرآن پاک لکھا۔

خط تاج

1930ء میں مشہور مصری خطاط محمد محفوظ نے شاہ فواد کی ہدایت پر خط تاج ایجاد کیا۔ یہ خط دراصل عربی لکھائی میں انگریزی زبان کی تحریر کی طرح بڑے حرف (CAPITAL) کو متعارف کرانے کی ایک کوشش تھی جو زیادہ

خطِ اندلسی

کامیابی حاصل نہ کرسکی۔

اندلس اور شمالی افریقہ

خط اندلسی

اندلس اور افریقہ میں بھی ایک علیحدہ خط نے رواج پایا۔ جس کو خط اندلسی، خط قرطبی یا خط مغربی کہا جاتا ہے۔ یہ خط قیروان میں اپنے ابتدائی مراحل سے گذرا اور تھوڑے ہی عرصہ میں شمال مغربی افریقہ اور مسلم اسپین میں مقبول ہوگیا۔ جب المغرب کا مرکز حکومت قیروان (شمالی افریقہ) سے اندلس منتقل ہوا تو یہاں یہ خط اپنے عروج پر پہنچ گیا۔

خط مغربی میں دائروں اور قوسوں کا ماہرانہ اور برمحل استعمال اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی روانی اس کی امتیازی خصوصیات ہیں۔ اس کے عمودی خطوں میں ثلث اور افقی عمل میں کوفی کی جھلک ہے۔ حروف والفاظ میں باہمی پیوستگی کا میلان عبارت میں ڈرامائی اثر آفرینی پیدا کرتا ہے۔

خطِ فارسی

ایران

عربوں کی آمد سے پہلے ایران میں خط پہلوی راج تھا۔ جو بائیں سے دائیں لکھا جاتا تھا۔ فتوحات اسلامی کے بعد ایرانیوں کے قبول اسلام کے ساتھ ساتھ پہلوی خط بھی خط عربی کے غلبے میں آیا تو دونوں کے باہم آمیز ہونے میں خط رقاع اور خط توقیع کے خد و خال درمیانی واسطے کے طور پر بہت ممد و معاون ثابت ہوئے۔ جس کے نتیجے میں خط تعلیق کے بنیادی آثار نمایاں ہوئے۔ ان ابتدائی مراحل میں جس شخص کی خداداد ذہانت نے یہ اعلیٰ کام کیا اس کا نام تاج سلیمانی تھا جو اصفہان کا باشندہ تھا۔ اس کے علاوہ اس کے بارے میں اور کوئی معلومات دستیاب

نمونۂ نستعلیق ـــــــ میر علی تبریزی

نہیں ہیں۔ تاج سلیمانی کے کام میں گرانقدر اضافہ کرنے والا عبدالحئی تھا جو استر آباد کا رہنے والا تھا۔

خط نستعلیق۔ میر علی تبریزی

مورخین اور محققین کا اس امر پر اتفاق ہے کہ خط تعلیق کی امتیازی اور خط نسخ کی ذیلی خصوصیات کے امتزاج سے جس شخص نے خط نستعلیق ایجاد کیا وہ میر علی تبریزی تھا جو امیر تیمور کا معاصر تھا۔ یہ ایک نہایت راسخ العقیدہ مسلمان تھا۔ روایت کے مطابق اس نے ایک نیا خط ایجاد کرنے کی تڑپ میں الہامی رہنمائی کے لیے مراقبہ کیا اور خواب میں اس کو محو پرواز ایک پرندہ جو پاموز کہلاتا ہے، دکھایا گیا۔ محو پرواز پاموز کے پروں کی حرکات اور ان حرکات سے ترتیب پانے والی صورتیں جو میر علی تبریزی کے مشاہدے میں آئیں اور اس کے تخلیقی تجربے سے گذریں، ان کا بھرپور اظہار خط نستعلیق کے حروف کی ساخت، الفاظ کی تشکیل اور عبارت کے حسن عمل میں ایک مسلسل پرواز کی طرح نمایاں ہے، جس میں ہندسی اشکال ایک ماورائی آہنگ میں عجیب اثر آفرینی کرتی ہیں۔

خط نستعلیق جس طرح خط نسخ اور تعلیق کے امتزاج سے پیدا ہوا ہے اسی طرح ''نستعلیق'' لفظ بھی نسخ اور تعلیق سے مل کر بنا ہے۔ خط نستعلیق جوں جوں فروغ پاتا گیا خط تعلیق ماند پڑتا گیا لیکن خط نسخ اپنی امتیازی خصوصیات کے ساتھ خصوصاً قرآن پاک کی خطاطی کے لیے آج تک پہلے کی طرح مقبول خاص و عام ہے۔ یہاں تک کہ خط نستعلیق جس کا دائرہ کار زیادہ وسیع اور جو نسخ سے کہیں زیادہ جدید بھی ہے، قرآن پاک کی خطاطی کے سلسلے میں نسخ کی ہمسری نہیں کرسکتا۔ خط نستعلیق میں قرآن پاک کا مکمل صرف ایک نسخہ شاہ محمود النیشاپوری کا لکھا ہے جو اس نے 1539ء میں شاہ طہماسپ کے لیے بطور خاص لکھا تھا۔

خط نستعلیق میں میر علی تبریزی کے پیروکار جو اپنے اپنے علاقے اور زمانے میں اساتذہ فن کا مقام رکھتے ہیں، ان میں سے مشہور ترین اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں :

1- میر عبداللہ
2- میر علی ہروی
3- سلطان علی مشہدی
4- شاہ محمود نیشاپوری
5- ابراہیم سلطان بن شاہ رخ مرزا
6- سلطان حسین مرزا
7- مولانا زین العابدین محمود
8- محمد ہاشم اصفہانی
9- کمال الدین ہراتی
10- غیاث الدین اصفہانی
11- شاہ کبیر ابن اویس الاداہلی
12- عبدالرحیم انیسی
13- عبدالکریم پادشاہ
14- عبدالرحمٰن خوارزمی

نمونۂ نستعلیق　　عمادالحسنی

15- جعفر بائسنقری تبریزی
16- اظہر تبریزی
17- عبدالباقی تبریزی
18- علاؤالدین تبریزی
19- عبدالکریم تبریزی
20- مرزا محمد تبریزی
21- میر عماد الحسینی
22- گوہر شاہ بنت عماد الحسینی
23- محمد حسین کشمیری
24- محمد افضل لاہوری
25- قاضی نعمت اللہ لاہوری
26- امام علی ویروی
27- سید احمد ایمن آبادی
28- شمس الدین اعجاز رقم

سلطان علی مشہدی ہرات میں حسین مرزا کے دربار سے وابستہ تھا جس کی قیادت میں ہرات فن خطاطی کا گہوارہ بن گیا۔ میر علی ہراتی جو غالباً زین العابدین محمود کا شاگرد تھا ہرات سے کوچ کر کے بخارا (ازبکستان) کے حکمرانوں کے دربار میں چلا گیا اور وہاں پر اس نے ہرات کے دبستان خطاطی کو فروغ دیا۔

میر عماد الحسینی کا نام اہل ایران کے ہاں آج بھی فن خطاطی میں کمال فن کا مترادف سمجھا جاتا ہے۔ اسے شاہی دربار میں بہت رسائی حاصل تھی۔ شاہ عباس اس کا گرویدہ تھا مگر ایک فنکار کی انا اور بادشاہ کے جلال میں ٹھن گئی اور عماد الحسینی نہایت بے دردی سے قتل کر دیا گیا۔ اس کے اس دردناک انجام سے بددل ہو کر اس کا خواہرزادہ اور شاگرد آقا رشید دیلمی ہندوستان چلا آیا اور مغل شہنشاہ شاہجہان کے دربار سے وابستہ ہو کر شہزادہ داراشکوہ کا فن خطاطی میں استاد مقرر رہا۔

ترکی

شیخ حامد اللہ

عثمانیوں نے 1517ء میں مملوک کو شکست دے کر تھوڑے ہی عرصہ میں تقریباً سارا عالم عرب اپنے زیر نگیں کر لیا۔ ترکی میں عہد عثمانی فن خطاطی کا سنہرا زمانہ ہے۔ ترکوں نے عرب عراق مصر اور ایران میں خطاطی کے مروجہ مختلف اسلوب اور خطوط کو نہ صرف کھلے دل سے قبول کیا اور اپنایا بلکہ اس فن کو جو عزت و تکریم دی اور اپنے تصور جمال اور انہماک فن سے اسے جن بلندیوں پر لے گئے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ شیخ حامد اللہ عہد عثمانی کا عظیم ترین خطاط گنا جاتا ہے وہ سلطان بایزید ثانی کا اس فن میں استاد تھا۔ شیخ حامد اللہ جب اصلاح دیتا تو سلطان بازید اس کی دوات اٹھائے پاس مودب کھڑا رہتا تھا۔ شیخ حامد اللہ کو جو مقام اور مرتبہ عوام الناس میں حاصل ہے اس کا اندازہ

خطِ دیوانی ـــــ ہاشم محمد الخطاط

خطِ دیوانی ـــــ شفیق الزمان

تازہ واردن بساط ہوائے دل کے لیے اس نصیحت عام سے لگایا جا سکتا ہے۔

''ایک تازہ قلم ثلث اور نسخ کے لیے تراشو، اس قلم کو کاغذ میں لپیٹ کر شیخ کی قبر سے مشت خاک لے کر نبی اکرم ﷺ پر درود وسلام بھیجو اور جمعتہ المبارک کی رات ان کو شیخ کی قبر میں دفن کر دو۔ ایک ہفتہ بعد ان کو نکال لو۔ جب مشق فن کرنے لگو تو پہلی سطر اس قلم سے لکھو اور اس کے بعد دوسرا قلم استعمال کرو۔''

شیخ حامد اللہ کے شاگردوں میں مشہور ترین احمد قرحصاری اور حافظ عثمان ہیں۔ ویسے تو سارا دور عثمانی فن خطاطی کے عروج وارتقا کا دور ہے لیکن خط دیوانی اس عہد کا خاص تحفہ ہے۔

خط الدیوانی

یہ خط ترکوں کا ایجاد کردہ ہے۔ اس خط میں امراء اور وزراء کی مراسلت کی جاتی ہے۔ یہ اپنی جمال آفرینی اور شان وشوکت کے حوالے سے خط ہمایونی بھی کہلاتا ہے۔ اس کی تہذیب شیخ حامد اللہ کے معجز نگار ہاتھ سے ہوئی۔

خط جلی الدیوانی

خط دیوانی کی ایک فنکارانہ طرز ہونے کے باوجود اس کی تخیل آفرینی اور حسن ودلکشی میں انفرادیت اس
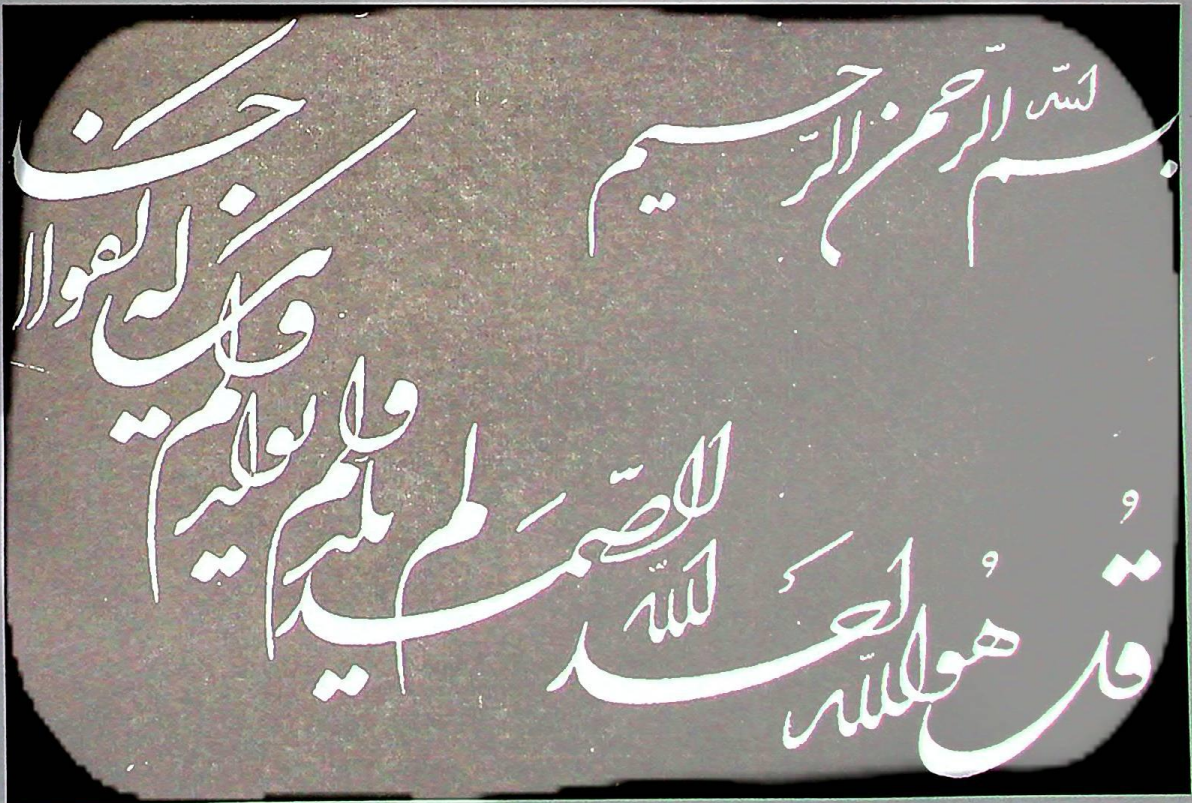
خطِ طغریٰ ـــــ شیخ عزیز

قدر نمایاں اور پہچان اتنی واضح ہے کہ اسے ایک علیحدہ خط شمار کیا جاتا ہے۔ فتح قسطنطنیہ کے بعد اسے مشہور ترک خطاط ابراہیم منیف نے خط نستعلیق کے ترک اسلوب سے اخذ کیا۔ عمودی افقی اور ترچھے خطوط کی روانی اور توازن اور حسن عمل اس کی صورت میں دلکشی اور خرام میں جو غنایت پیدا کر دیتا ہے وہ بے حد مسحور کن ہے۔

خط شکستہ

خط شکستہ اصل میں ایرانی ایجاد ہے جس کا تعلق خط تعلیق اور نستعلیق سے ہے۔ اس کو ایجاد کرنے والا شافی نامی شخص ہرات کا رہنے والا تھا۔ مگر جس شخص کے فن پارے خط شکستہ کے بہترین نمونے شمار کیے جاتے ہیں وہ درویش عبدالماجد تالیقانی تھا۔ ترکی میں خط شکستہ نے خاصی مقبولیت حاصل کی۔ اس کے کچھ آرائشی اسلوب بھی ترکوں نے وضع کیے۔

خط طغرا

سلطنت عثمانیہ کی فن خطاطی کی سرپرستی اور اس سے محبت کا عکاس خط طغرا ہے۔ بہت ہی خوبصورت خط ہے۔ یہ گنبد کی صورت میں ایک زیوراتی شکل بناتا ہے۔ اس میں عمودی خطوں سے اونچائی کو پرکار سے بنایا جاتا ہے۔ قوسوں اور دائروں سے اس کا افقی عمل مربوط کیا جاتا ہے۔

ا ب ت ح د ر ز س ش ص ط ظ ع

غ غ ف ق ک ل م ن و و ھ ہ ہ

لا لا ی ی ے

ا ا ر س صا عا

ف م م ر ر و
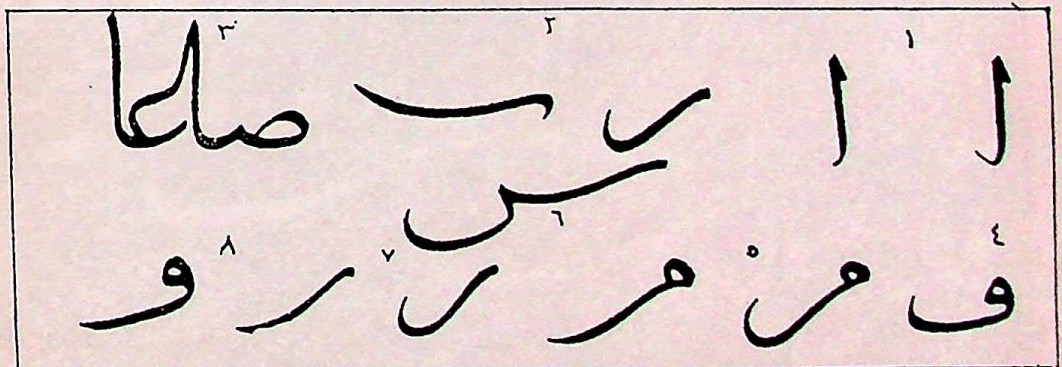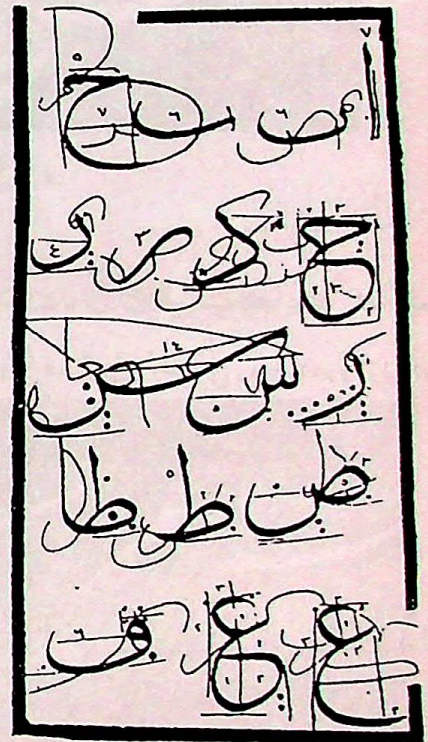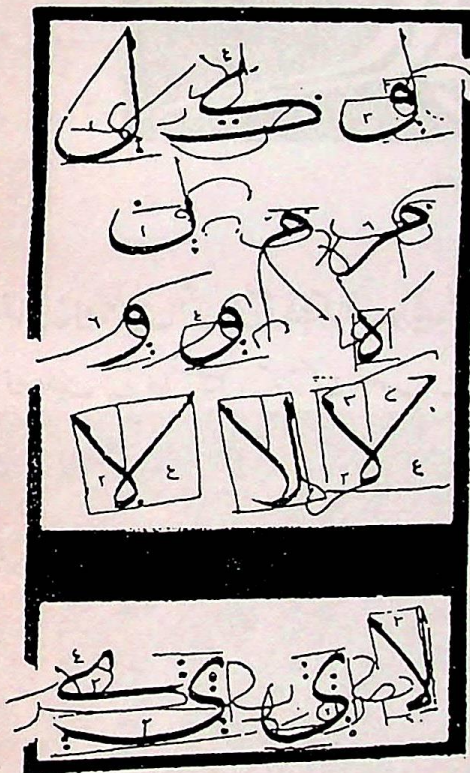
خطِ اجازہ

خط تاج

خط تاج دراصل مصری خط ہے جس کو فروغ ترکی میں حاصل ہوا۔ لفظ کے پہلے حرف یا جملے کے پہلے لفظ کو مخصوص اہمیت کا حامل اور قابل توجہ بنانے کے لیے تاج کی شکل میں بنایا جاتا ہے۔ خط تاج کے علاوہ ترکی خطاطی میں زلف عروس، گلزار مثنہ اور سنبلی نام کے خوبصورت ذیلی خط بھی ہیں۔

خط اجازۃ

خط ثلث جیسے دلپذیر و دلکش اور خط نسخ جیسے روشن خط کے امتزاج سے خط اجازۃ صورت پذیر ہوا۔ اگرچہ اسے یوسف الشجری نے ایجاد کیا اور خلیفہ مامون الرشید کے عہد میں سرکاری فرامین اس خط میں لکھے جاتے تھے۔ لیکن ترک خطاطوں نے اسے اتنا بنایا اور سنوارا کہ اس کو بجا طور پر ترکی خط کہہ سکتے ہیں۔

افغانستان

افغانستان کا فن خطاطی براہ راست ایرانی خطاطی سے وابستہ رہا ہے ایک تو میر علی تبریزی کے شاگردوں کی
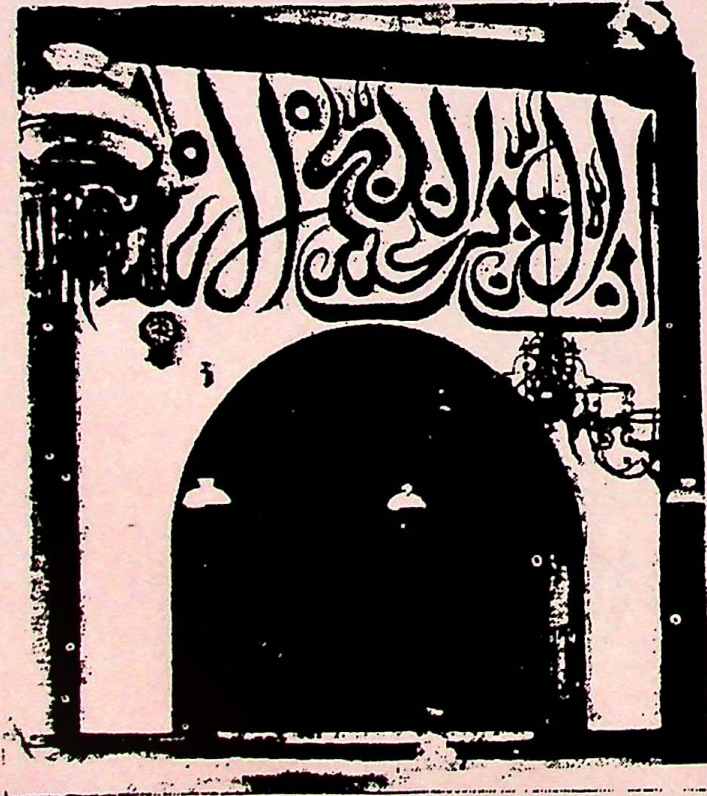
خطِ چینی

ایک خاصی تعداد کا وطن مالوف ہرات تھا۔ دوسرے تبریز، مشہد، اصفہان کے ساتھ غزنی اور ہرات کے شہر بھی ایک ہی وقت میں اس فن کے گہوارے تھے جس کی وجہ سے ایرانی اور افغانی خدمات اور میلانات فن میں علاقائی حد فاصل قائم کرنا ممکن نہیں ہے۔ بلکہ بہت آگے ماورالنہر تک علمی اور فنی اشتراک کی وجہ سے لاکھوں چینی مسلمان جو مذہبی تعلیم کے لیے عربی رسم الخط استعمال کرتے تھے ان تک عربی رسم الخط کے بھی وہی اسلوب پہنچے تھے جو ایران اور افغانستان میں پروان چڑھے اور رائج تھے۔

چین

خطِ چین

علاقائی اثرات کے تحت ملک چین میں عربی رسم الخط کا ایک اسلوب ''خط چین'' متشکل ہوا اور وہاں اس خط نے بے اندازہ مقبولیت حاصل کی۔ دائروں اور قوسوں میں مبالغہ آمیز حد تک مہارت فن کے ساتھ اس کی روانی اور زیبائشی خوبیوں کا یہ عالم تھا کہ مسلمانوں کے علاوہ چینی فن کاروں اور ہنرمندوں نے اس کو ظروف کی آرائش کے لیے بھی استعمال کر کے بڑی داد پائی۔
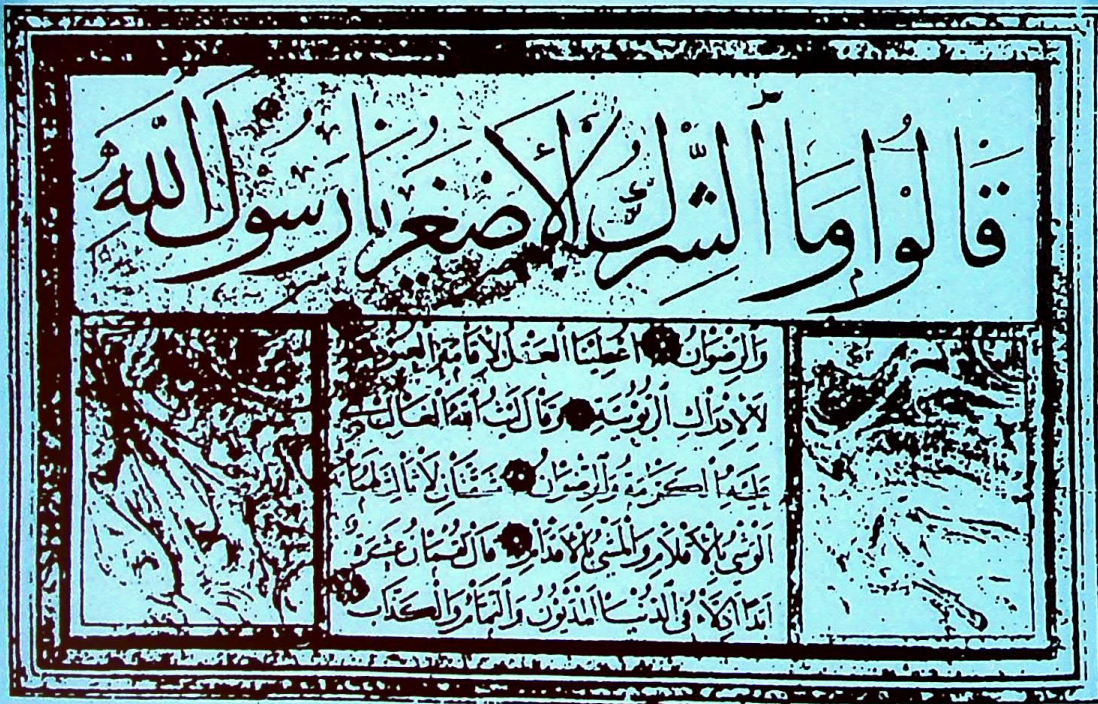
خطِ محقق اور خطِ ریحان ــــــ شیخ حامد اللہ

برصغیر پاک و ہند

خط کوفی

برصغیر میں فن خطاطی کی آمدِ اوّل مسلمانوں کے ساتھ بطور نجات دہندہ کے ہوئی ۔ سندھ کے راجہ داہر نے مسلمان تاجروں کا ایک بحری قافلہ لوٹ کر مرد و زن کو قیدی بنالیا ۔ اس کی اطلاع اموی گورنر حجاج بن یوسف کو ملی ۔ جس نے جواں سال محمد بن قاسم کی قیادت میں ایک لشکر راجہ داہر کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا ۔ محمد بن قاسم نے 93ھ میں سندھ کو فتح کیا ۔ سندھ کی غیر مسلم رعایا کو محمد بن قاسم اور اس کے لشکریوں کے حسن سلوک کے حوالے سے تعلیمات اسلامی نے بہت متاثر کیا ۔ چنانچہ مذہب اسلام تیزی سے پھیلا ۔ مساجد کی تعمیر ہوئی ۔ ان عمارات کے جو آثار دریافت ہوئے ہیں ان میں کچھ سنگی کتبات بھی ہیں جن پر خط کوفی اور اس کی تزئینی طرزوں کے اعلیٰ نمونے ہیں ۔

خط ثلث ۔ خط نسخ

برصغیر میں فن خطاطی کی آمد دوئم بطور بت شکن کے محمود غزنوی کے ساتھ ہوئی ۔ جس نے برصغیر پر سترہ حملے کیے ۔ جن کی تندی تیزی اور تواتر کے نتیجے میں یہاں پر ذات پات رنگ و نسل اور حسب و نسل کے بتوں کی تعظیم و تکریم پامال ہوگئی ۔ معبدوں اور مندروں میں بھید بھاؤ اور راز و اسرار کے اندھیرے میں جو جبر روا تھا اس کا پردہ چاک ہوا ۔ برہمنوں اور پروہتوں کا سارا غرور و تکبر خاک میں مل گیا ۔ محمود غزنوی نے لاہور کو 413ھ میں مستقل طور پر اپنی سلطنت میں شامل کر کے جگہ جگہ مدرسے قائم کیے ۔ ساروغ نامی جرنیل کو ان مدارس کا مہتمم مقرر کیا ۔ تعلیم و تدریج کا فروغ شروع ہوا ۔ فارسی کے ساتھ عربی زبان بھی رواج پانے لگی ۔ لہٰذا ابن مقلہ کے چھ خط ابن البواب اور یاقوت المستعصمی کے فنکارانہ اضافوں کے علاوہ اہل ایران کے حسن ذوق کے کرشمے دامن میں سمیٹتے ہوئے افغانستان کے راستے سے برصغیر میں اپنا رنگ جمانے لگے ۔ سلطان محمود غزنوی کا بیٹا سلطان ابراہیم بن سلطان مسعود ایک اعلیٰ پائے کا خطاط تھا ۔ جس نے ایک قرآن پاک مدینہ منورہ اور دوسرا مکہ معظمہ ہر سال اپنے ہاتھ سے لکھ کر بھیجا ۔ اسی عہد کا ایک خطاط ''وراق'' بہت مشہور ہے ۔ غزنوی عہد کے خطاطی کے نمونے زیادہ تر سکوں ، کتبات اور مخطوطات کی صورت میں ملے ہیں ۔

غزنوی عہد کے بعد دور سلاطین میں اسلامی حکومت ـــــ وسط ایشیا سے برصغیر کے مرکز دہلی تک پھیل گئی ۔ چنانچہ دہلی دارالحکومت مقرر ہوا ۔ دہلی ، اجمیر ، ہانسی ، کیتھل اور حصار میں غوری خاندان کی عمارات پر کوفی نسخ اور ثلث کے خوبصورت نمونے موجود ہیں ۔ دہلی میں قطب مینار اور مسجد قوۃ الاسلام اور دیگر عمارات پر کتبات خط کوفی

نمونۂ نستعلیق ــــــ محمد یوسف دہلوی

ہدایت کرسی و وصل حروف

ا ب ج د ر س ص ط ع ف

رقمہ محمد شمس الدین اعجاز رقم لکھنوی

ق ک گ ل م ن و ہ لا ی
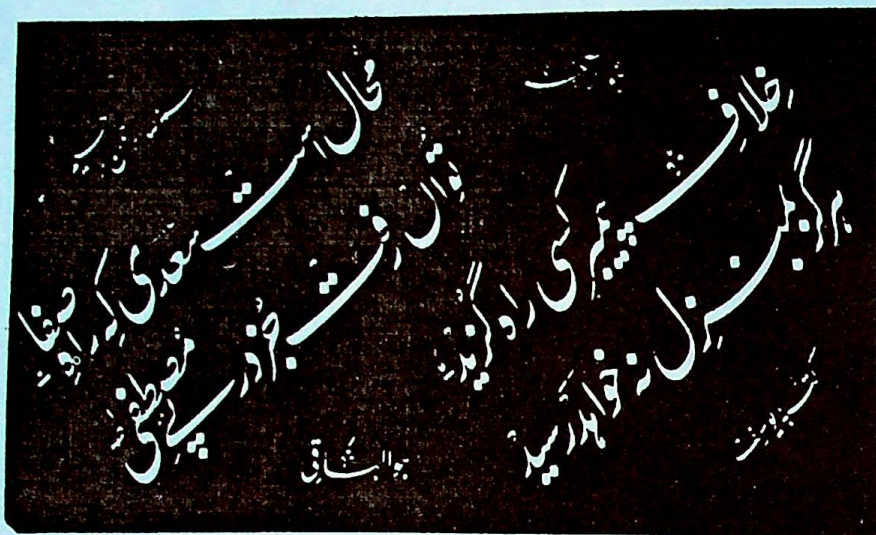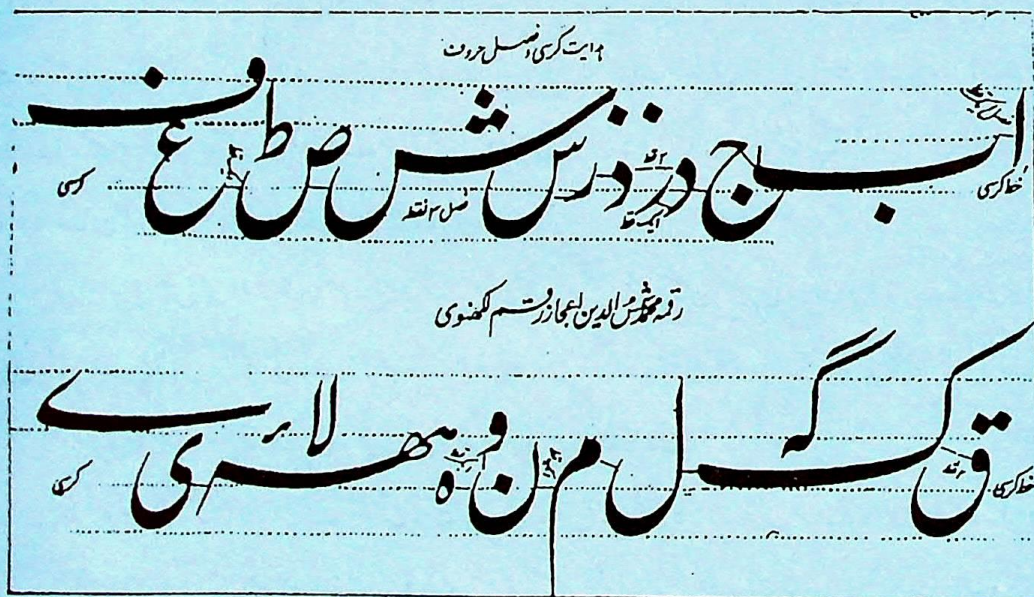
نمونۂ نستعلیق ــــــ محمد شمس الدین اعجاز رقم لکھنوی

کے جمال کے آئینہ دار ہیں۔ التمش کے مقبرے پر خطاطی دلفریب خط کوفی میں ہے۔ التمش کا بیٹا سلطان ناصر الدین کاتب قرآن مشہور ہے اور اس کے عہد میں ملک قوام الدین نامی ایک خطاط کا تذکرہ ملتا ہے۔ غیاث الدین بلبن فن خطاطی کا زبردست مداح اور فنکاروں کا بہت بڑا سرپرست تھا۔ خلجی عہد میں خطاطی کے اعلیٰ نمونے کوفی، نسخ اور ثلث میں سکوں، فرامین اور مخطوطات پر ملتے ہیں۔ ملک علاؤ الدین اور شہاب الدین اس دور کے معروف خطاط ہیں۔ عہد تغلق میں بقول فرشتہ شہزادوں کو فن خطاطی کی تربیت خاص طور پر دی جاتی تھی اور سلطان محمد تغلق خود بھی ایک بلند پایہ خطاط تھا۔ لودھی عہد میں بھی خطاطی سرکاری سرپرستی میں آگے بڑھتی رہی۔ اس عہد کے سکوں، فرامین اور مخطوطات پر کوفی، نسخ اور ثلث خطوں کے اعلیٰ نمونے ملتے ہیں۔

نستعلیق

932ھ میں بابر برصغیر آیا۔ چونکہ وہ خود ایک اعلیٰ پائے کا خطاط تھا، جس کا سلسلہ تلمذ میر علی تبریزی سے ملتا ہے اور خود خط بابری کا موجد بھی تھا۔ لہٰذا بابر کے ساتھ فن خطاطی کی آمد سوئم برصغیر میں بطور فاتح کے تھی اور اس کا ثبوت سارا مغل عہد ہے جو برصغیر میں فن خطاطی کا سنہرا دور ہے۔ تقریباً ہر ایک مغل شہنشاہ نے اس فن کو سرکاری سرپرستی دی۔ اعلیٰ خطاطوں کو منصبوں اور جاگیروں سے نوازا۔ بیشتر مغل شہنشاہ، شہزادے اور شہزادیاں اس فن کی تربیت حاصل کرتے تھے۔ مغل عہد کے ابتدائی زمانے میں مولانا شہاب الدین ہروی بہت بڑے خطاط تھے جن کے لکھے ہوئے کتبے خواجہ نظام الدین اولیا کے مزار پر موجود ہیں۔ ان کا بیٹا کمال ابن شہاب الدین اعلیٰ خطاط تھا۔ اس کے علاوہ سلطان علی مشہور خطاطوں میں سے تھے۔

عہد اکبری میں محمد اصغر ہفت قلم، خواجہ عبدالصمد شیریں قلم، محمد حسین کشمیری، راجہ ٹوڈرمل، علامہ میر فتح اللہ شیرازی، خنجر بیگ چغتائی، مظفر علی، میرزا عبدالرحیم خانخاناں، رائے منوہر، عبدالرحیم عنبریں قلم، محمد یوسف کابلی، مرزا عزیز کوکلتاش، میر معصوم قندھاری، حسین بن احمد چشتی مشہور خطاط تھے۔

جہانگیر کو عماد الحسینی کا اسلوب نستعلیق بہت پسند تھا۔ اس کے فن کا نمونہ پیش کرنے والوں کو بھاری معاوضہ پیش کیا کرتا تھا۔ اس دور میں میر عبداللہ تبریزی، میرزا محمد حسین، خواجہ محمد شریف، محمد بن اسحاق شہابی الہروی، احمد علی راشد اور عبدالکریم جیسے مایہ ناز خطاطین کے علاوہ شہزادہ پرویز بن جہانگیر اور شہزادہ خسرو بن جہانگیر بھی اعلیٰ درجے کے خطاط تھے۔

مقصود کاخ و حجره و ایوان کاشتن
کاشانهای سر بفلک بر فراشتن

امام ویردی ۱۸۴۷ء

لاہوری نستعلیق ـــــ امام ویردی

موسیٰ ز ہوش رفت بیک جلوۂ صفات
تو عین ذات می نگری در تبسمی

عبدالمجید پرویں رقم لاہور ۱۳۴۹ھ

نمونۂ نستعلیق ـــــ صوفی عبدالمجید پرویں رقم

شاہجہان کے دور میں جہاں عبدالحق شیرازی عرف امانت خاں کے لازوال فن کے نمونے تاج محل کی لوحوں اور کتبات پر معرض وجود میں آئے۔ وہاں عبدالباقی یاقوت جیسا خطاط بھی اسی دور کی زینت تھا۔ عماد الحسینی کے دردناک قتل سے دل برداشتہ ہو کر اس کا خواہرزادہ اور لائق شاگرد آقا عبدالرشید دیلمی برصغیر چلا آیا۔ اس نے شہنشاہ کے دربار میں رسائی حاصل کی تو یہ فن اس کے لیے ذریعہ عزت بن گیا۔ وہ دربار سے وابستہ ہو کر شہزادہ دارا شکوہ کا استادِ فن مقرر ہوا۔

عالمگیر کے عہد میں ہدایت اللہ زریں رقم، محمد باقر، میرزا محمد جعفر، کفایت خاں، سید علی جواہر رقم جیسے خطاطین تھے۔ عالمگیر خود ایک بلند پایہ خطاط تھا۔ جس نے عہد شہزادگی میں ایک قرآن پاک لکھ کر مسجد نبوی کے لیے اور تخت نشینی کے بعد دوسرا مصحف خانہ کعبہ کے لیے بھجوایا۔

محمد شاہ رنگیلے کے دور میں محمد افضل لاہوری، جنہیں آقا رشید دیلمی کے بعد آقائے ثانی کہا جاتا ہے، کے ساتھ محمد حفیظ خاں، محمد مقیم، میر محمد موسیٰ سرہندی، نواب مرید خاں اور مولوی حیات علی مشہور خطاط گذرے ہیں۔

شاہ عالم ثانی کے زمانے میں قاضی عصمت اللہ اور ان کے شاگرد میر گدائی، حافظ ابوالحسن، میر کرم علی، حافظ مسعود، عنایت اللہ مہروص، فیض اللہ خاں مشہور خطاط ہیں۔ اسی دور میں حافظ نوراللہ اور قاضی نعمت اللہ لاہوری جیسے استاذ الخطاطین ہوئے جنہوں نے لکھنوی دبستان نستعلیق کی داغ بیل ڈالی۔

اکبر شاہ ثانی کے عہد حکومت میں حافظ ابراہیم، غلام علی خاں، میر ابوالحسن المعروف میر کلن، مولائی صاحب میر محمد حسین، میرزا زین العابدین، شاہ وارث علی، میر مہدی اور خواجہ غلام نقشبندی کے علاوہ مولانا غلام محمد ہفت قلم جیسے اعلیٰ پایہ خطاط ہوئے ہیں۔

عالمگیر ثانی کے دور میں فیروز جنگ خطاط ہفت قلم اور عماد الملک غازی الدین خاں جیسے استادان فن گذرے ہیں۔

آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر خط نسخ کے ایسے ماہر خطاط تھے کہ ان کے شاگردوں میں مولانا ممتاز علی نزہت رقم اور حافظ امیر الدین جیسے نامور خطاط ہوئے ہیں۔ اسی زمانے میں سید محمد امیر رضوی عرف میر پنجہ کش آفتاب فن تھے جن کے شاگردوں میں آغا میرزا دہلوی اور عبداللہ بیگ جیسے بلند پایہ خطاط تھے۔

تقسیم سے قبل برصغیر پاک و ہند میں خط نستعلیق کے تین دبستان، لاہوری دہلوی اور لکھنوی کے ناموں سے مشہور تھے۔ تینوں دبستانوں کا سرچشمہ ایک تھا۔ مگر رفتہ رفتہ ان میں علاقائی رنگ اور انفرادی استعداد کی بنا پر اصول وقوائد میں قدرے ترمیمات اور نوک پلک میں بعض تبدیلیاں واقع ہوئیں۔

زبانِ ما غریباں از نگاہیست
حدیثِ دردمنداں اشک و آہیست
کشادم چشم و بربستم لبِ خویش
سخن اندر طریقِ ما نگاہیست

نمونۂ نستعلیق ـــــ تاج الدین زریں رقم

نمونۂ نستعلیق ـــــ الماس رقم

دہلوی نستعلیق

محمد یوسف دہلوی

دہلوی دبستان نستعلیق کے بانیوں میں سید محمد امیر رضوی المعروف میر پنجہ کش، مولوی ممتاز علی نزہت رقم اور حافظ امیر الدین ہیں۔ رواں صدی کے آغاز میں موضع جنڈیالہ ڈھاب والا ضلع گوجرانوالہ کے محمد الدین جو ایک اعلیٰ پائے کے خطاط تھے، کسب معاش کے لیے دہلی پہنچے۔ ان کے ساتھ انکا جواں سال بیٹا محمد یوسف بھی تھا۔ جو بڑا ہو کر محمد یوسف دہلوی کہلایا۔ اس نے حروف کے دائروں میں ایک عجب نکھار پیدا کیا اور خط ثلث کی بعض خوبیاں نستعلیق سے آمیز کر کے دہلوی نستعلیق کو انوکھی شان امتیاز سے ہمکنار کر دیا۔ تقسیم پاک و ہند کے بعد وہ دہلی سے کراچی چلے آئے تو گویا دہلوی دبستان کراچی منتقل ہو گیا۔ محمد یوسف دہلوی کی ہمشیرہ فاطمہ الکبریٰ بھی اعلیٰ درجے کی خطاط تھیں۔ یوسف دہلوی کے تلامذہ میں عبدالمجید دہلوی اور شفاعت احمد بہت مشہور ہیں۔

لکھنؤی نستعلیق

شمس الدین اعجاز رقم

جس طرح دہلوی نستعلیق لاہوری سے قدرے مختلف ہے۔ اسی طرح لکھنؤی نستعلیق دہلوی سے ذرا مختلف ہے۔ اس کی شان امتیاز یہ ہے کہ لاہوری اور دہلوی دبستانوں کے مقابلے میں اس میں خط نستعلیق کے بنیادی اصول وقوائد کی بڑی سختی سے پابندی ملحوظ خاطر رکھی جاتی ہے۔ اس میں حروف والفاظ کی نوک پلک میں فنی پختگی اور جمالیاتی شان قابل دید ہوتی ہے۔ لکھنؤی دبستان نستعلیق کے بانی حافظ نوراللہ اور اس کو بام عروج تک لے جانے والے منشی شمس الدین اعجاز رقم ہیں۔

لاہوری نستعلیق

امام ویردی

امام ویردی (1880ء) میں بسلسلہ ملازمت کشمیر جاتے ہوئے لاہور سے گذرے۔ یہاں ایک مسجد میں قیام کیا جہاں کچھ بچے تختیوں پر خوشخطی کی مشق کر رہے تھے۔ ازراہ شفقت ایک بچے کو امام نے اصلاح دی۔ بچے نے یہ اصلاح اپنے باپ کو دکھائی جو گورنر تھا۔ اس نے حسن خط سے متاثر ہو کر امام ویردی کو لاہور میں مستقل رہائش پر اکسایا۔ امام ویردی اس وقت تو کشمیر چلے گئے مگر ریٹائرمنٹ پر لاہور ہی میں آن بسے۔ امام کی بہت ساری مشقیں

نمونۂ خط ــــــ حافظ محمد یوسف سدیدی

نمونۂ خط ــــــ سید انور حسین نفیس رقم

اس کے ہم عصر اور مقلد مولوی سید احمد ایمن آبادی کے پاس تھیں ۔ یہ مشقیں مشہور انگریز ماہر تعلیم کرنل ہلرائیڈ کی نظر سے گذریں ۔ اس نے ان کو مرتب کر کے انگلستان بھجوایا ۔ جہاں ان پر مشتمل ایک کتابچہ معمولی قیمت پر برائے فروخت طبع ہو کر آیا ۔ اس سے ہزاروں اہل فن نے مشق فن میں استفادہ کیا ۔ امام ویردی کے دوسرے مشہور مقلد کا نام فتح علی ملتانی ہے ۔

پروین رقم (صوفی عبدالمجید)

میر علی تبریزی سے امام ویردی تک فن خطاطی کا سنہری زمانہ ہے ۔ فنی عظمت و شہرت کے حامل بلند پایہ خطاطین کی اتنی کثیر تعداد اور کسی زمانے میں نہیں گزری ہے اور یہ تمام کے تمام خطاطین خط نستعلیق کے تھے ۔ جن کے اپنے اپنے انفرادی تخلیقی جوہر خطاطی کے وجدانی کل سے مربوط ہو کر کسی بڑی اجتہادی صورت گری کے قریب پہنچ چکے تھے ۔ خط نستعلیق کی اس جہت نو کا کشف جس کو حاصل ہوا اس کا نام صوفی عبدالمجید پروین رقم تھا ۔ جس نے امام ویردی کے خط میں بنیادی اہمیت کی ایسی اصلاحات کیں جن کی بدولت خط نستعلیق نے اپنے موجد میر علی تبریزی کے بعد اولیں نمایاں اور قابل قدر جمالیاتی رنگ اختیار کیا ۔ صوفی عبدالمجید پروین رقم نے آغاز میں یقیناً امام ویردی اور سید احمد ایمن آبادی کی پیروی اختیار کی تھی مگر حکیم فقیر محمد چشتی کے صائب مشوروں سے جلد ہی وہ اپنی انفرادیت منوانے میں کامیاب رہے ۔ جلی اور خفی نویسی میں پروین رقم کا نہ کوئی ہمسر تھا اور نہ بعد میں ہوا ہے ۔ بلکہ پروین رقم کا قائم کردہ معیار فن آج بھی معراج فن سمجھا جاتا ہے ۔ نستعلیق کے تمام خطاط اس کی پیروی کرتے ہیں اور پروینی نستعلیق ہی لاہوری نستعلیق کہلاتی ہے ۔

پرویں رقم کے تلامذہ میں اقبال ابن پرویں رقم ، منشی خوشی محمد ناصر قادری ، محمود اللہ صدیقی ، حافظ محمد اعظم ، حاجی محمد اعظم ، احمد حسین سہیل رقم ، فضل الٰہی اور غلام سرور راہی مشہور رہیں ۔

پرویں رقم کے معاصرین میں حاجی دین محمد ایک نہایت بلند پایہ خطاط تھا ۔ خط نستعلیق اور خط طغرہ لکھنے میں مہارت کاملہ اس کو حاصل تھی ۔ جلی اور خفی نویسی میں وہ اپنی مثال آپ تھا ۔

زریں رقم (تاج الدین)

پرویں رقم کا دوسرا قابل احترام ہمعصر تاج الدین زریں رقم تھا ۔ جس کی خدمات تخلیق فن کے باب میں بھی اور فروغ فن کے حوالے سے بھی ہمیشہ ناقابل فراموش رہیں گے ۔ اس نے پروینی نستعلیق میں اپنی الگ شناخت پیدا کی ۔ جلی اور خفی وہ ایک جیسی مہارت سے لکھتا تھا ۔ اس کا دوسرا اہم کارنامہ خوش نویس یونین کا قیام تھا جس کی

نمونۂ خط ___ جمیل قریشی تنویر رقم

ایں خرقۂ ہستی را در میکدۂ وحدت

کتبہٗ خورشید

صد بار گرو کردم عریانِ خراباتم

نمونۂ خط ___ صوفی خورشید عالم خورشید رقم

بدولت معاشرے میں خطاطین کا مقام بلند ہوا اور کسب معاش میں بہتر ذرائع پیدا ہوئے۔ زریں رقم کے تلامذہ میں حافظ محمد یوسف سدیدی اور صوفی خورشید عالم مخمور سدیدی جیسے استاذ الخطاطین ہیں۔

پرویں رقم کا تیسرا قابل ذکر ہمعصر محمد صدیق الماس رقم تھا۔ جو مولوی امام الدین کے گھر موضع جاکے چیمہ ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوا۔ الماس رقم پرویں رقم کو اپنا روحانی استاد تسلیم کرتا تھا اور تخلیق فن میں پرویں رقم کی معراج فن کے اگر نزدیک تر کوئی پہنچا ہے تو وہ بلاشبہ الماس رقم ہے۔ الماس نے وتیج بورڈ کے ذریعے خوشنویسوں کو عامل صحافی قرار دلوا کر ان کا سماجی مقام و مرتبہ بلند کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ اس کے تلامذہ میں محمود احمد ابن الماس رقم، محمد صدیق، خواجہ محمد شفیع، محمد اقبال عباسی اور الماس کا خواہرزادہ جمیل احمد قریشی تنویر رقم ہے۔ جمیل احمد تنویر رقم کو مختلف خطوط میں فنکارانہ اضافہ اور ترمیم کرنے میں خاص ملکہ حاصل ہے۔ جمیل قریشی موضع ڈھلم بلکن ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوا۔ اس کے شاگردوں میں محمد ریاض، شہباز چودھری، فیاض محمود قریشی اور فیاض ابن جمیل احمد قریشی مشہور ہیں۔

الماس رقم کے ہمعصر خطاطوں میں گوجرانوالہ کا محمد حسین شاہ خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ جو نسخ و نستعلیق خطوں میں مہارت کاملہ رکھنے کے ساتھ ان کو مصورانہ بال و پر سے آراستہ کرنے کا فن خوب جانتا ہے۔ محمد حسین کے شاگردوں میں محمد سلام شاہ، خالد سیف اللہ اور محمد متین قابل ذکر ہیں۔ مصور اور خطاط حنیف رامے ان کے باقاعدہ شاگرد ہیں۔ مصور اور خطاط اسلم کمال نے بھی ان سے کسب فیض کیا۔

پاکستان اس وقت فن خطاطی کا گہوارہ ہے۔ جہاں پرویں رقم، الماس رقم کے تلامذہ کے بعد حافظ محمد یوسف سدیدی، سید انور حسین نفیس رقم اور صوفی خورشید عالم مخمور سدیدی کے تلامذہ اس فن کو تازہ بتازہ امکانات اور نت نئی جہتوں سے آشنا کر رہے ہیں۔

حافظ محمد یوسف سدیدی ہفت قلم ہے۔ کوفی، ثلث اور نسخ خطوں میں ان کا کمال فن مقبرہ سلطان قطب الدین ایبک، مسجد شہداء اور جامع مسجد منصورہ لاہور پر دمک رہا ہے۔ ان کے تلامذہ میں عبدالرشید بٹ (راولپنڈی) محمد سلیم ساغر (کراچی) چودھری محمد یوسف (فیصل آباد) عبدالرحمٰن (لاہور) محمد اقبال یوسفی (ملتان) ظہور ناظم (لاہور) محمد اقبال ابن محمد شفیع سیالوی، علی احمد صابر، خالد یوسفی، غلام رسول منظر اور خورشید گوہر رقم مشہور ہیں۔

سید انور حسین نفیس رقم موضع گھوڑیالہ ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوا۔ والد کا نام سید اشرف علی زیدی تھا جو اعلیٰ پائے کا خط نسخ کا خطاط تھا۔ الماس رقم ماموں زاد بھائی تھا۔ اس طرح نفیس رقم کو ذوق خط میراث میں ملا تھا۔ ویسے تو ہر ایک خط نفیس رقم کے دست ہنر کے لمس سے دمک اٹھتا ہے۔ مگر نستعلیق نسخ اور ثلث میں نفیس کے قلم کا بانکپن خاص طور

نمونۂ خط ـــــــ عبدالواحد نادر القلم

نمونۂ خط ـــــــ خورشید گوہر قلم

پر دیدنی ہوتا ہے۔ نفیس رقم نے تاریخ فن خطاطی کا بھی عمیق مطالعہ کیا ہے۔ متعدد مقالات لکھ کر اہل فن اور اہل علم کے لیے علمی رہنمائی کا سامان کیا ہے۔ نفیس رقم کے تلامذہ میں اصغر انیس، محمد انور حسین، طالب حسین، حافظ عبدالرشید قمر اور جمیل حسن قابل ذکر ہیں۔

صوفی خورشید عالم مخمور سدیدی خورشید رقم اپنے استاد تاج الدین زریں رقم کی وفات کے بعد اس کا جانشین مقرر ہوا۔ صوفی خورشید عالم کو نستعلیق جلی اور خفی نویسی میں کمال حاصل ہے اور الفاظ کی نوک پلک میں ایک خاص دلکشی و رعنائی کا اہتمام صوفی خورشید کے قلم کا اعجاز ہے۔ اس کے شاگردوں میں محمد اکرام الحق، محمد صدیق گلزار، غلام رسول طاہر، محمد اقبال اور منظور انور مشہور ہیں۔

لاہور میں ملک علی، عبدالقدوس، محمد دین کلیمی، شریف گلزار اور محمد بخش جمیل رقم بلند پایہ خطاط ہیں۔ ان کے علاوہ ملک علی محمد ہے جو فن خطاطی پر کئی اعلیٰ پائے کے مقالات کا مصنف ہے۔ عمل چغتائی کی کتابت اس کے فن کا منہ

نمونہ خط ـــــ محمد یوسف نگینہ

بولتا ثبوت ہے۔ یہ ایک ایسے گھرانے سے تعلق رکھتا ہے جس کا پیشہ آباصد سال سے خوشنویسی ہے۔ لاہور سے باہر ایم ایم شریف پشاور کے مشہور خطاط تھے۔ سرحدی علاقوں میں اس فن کے فروغ میں ان کا کردار نمایاں ہے۔ ایم ایم شریف کا بیٹا آفتاب احمد سہالہ پولیس کالج میں ہے اور تمام قابل ذکر خطوط پر ماہرانہ دسترس رکھتا ہے۔ کراچی میں عبدالمجید دہلوی جو محمد یوسف دہلوی کا شاگرد ہے کے علاوہ تہذیب الحسن، پیرامتیاز، سید امتیاز علی، عبدالرشید رستم قلم اور مبارک علی مشہور خطاط ہیں۔ بہاولپور میں مولوی اشفاق علی اس فن کا چراغ روشن رکھے ہوئے ہے، ملتان میں خط رعنا کا موجد اور بے مثل خطاط ابن کلیم، سیالکوٹ میں مرزا جمیل اور گوجرانوالہ میں محمد سلیم اس فن کو خون جگر سے سینچ رہے ہیں تو گجرات میں محمد شریف گل نے فن کی جوت جگا رکھی ہے جو نستعلیق میں جلی اور خفی لکھنے کی اعلیٰ مہارت کے

خطِ نستعلیق اور خطِ ثلث ——— شفیق الزمان

ساتھ زود نویسی میں ایک مقام رکھتا ہے۔ اس کا سلسلہ تلمذ پرویں رقم سے ملتا ہے۔ فیصل آباد میں فن خطاطی کی شمع اصغر علی ہاشمی اور محمد صدیق کے قلم سے فروزاں ہے۔ ان دونوں حضرات کی تربیت سے محمد یوسف نگینہ جیسا اعلیٰ خطاط ایک مدت سے لاہور میں داد فن دے رہا ہے اور آج کل قرآن پاک کی کتابت میں مشغول ہے۔ خالد یوسفی اس عہد کا سب سے وسیع المطالعہ خطاط اسلام آباد میں نستعلیق، نسخ، ثلث، رقاع اور طغریٰ خطوط کی جمالیاتی تبلیغ کا فریضہ ادا کر

لا اله الا الله
محمد رسول الله

نمونۂ خط ____ خالد یوسفی

نمونۂ خط ____ محمد طارق جاوید
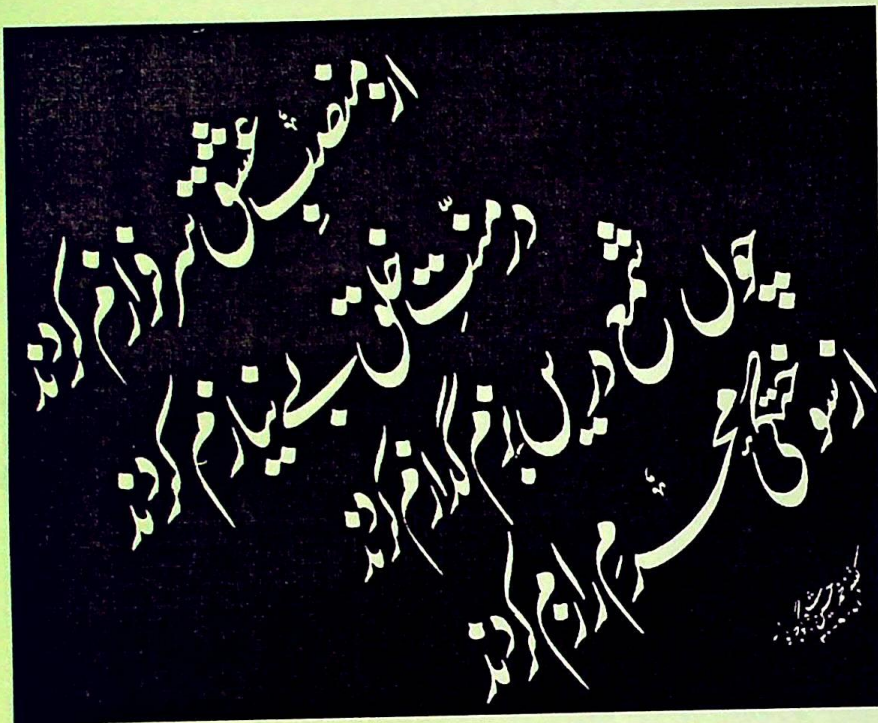
نمونہ خطِ ——— محمد حسین شاہ

نمونہ خطِ ——— محمد علی زاہد

رہا ہے۔ شفیق الزمان پاکستان کا وہ بلند بخت خطاط ہے جسے مسجد نبویؐ میں خطاطی کی سعادت ملی ہے۔ حاجی محمد اعظم کے تلامذہ میں محمد ریاض ادارہ پروین الکتابت لاہور میں نستعلیق کے فن کو برقرار رکھے ہوئے ہے جبکہ محمد طارق جاوید اردو سائنس بورڈ میں اپنی ذمہ داریاں نبھا رہا ہے۔

برصغیر کے رسم الخط

برصغیر میں جو رسم الخط وجود میں آئے ان میں خط بہار، خط سنبل، خط پیچاں اور خط ناخن قابل ذکر ہیں۔ ان کے علاوہ دو ایسے رسم الخط بھی ہیں جو اگرچہ ایرانی نژاد ہیں لیکن برصغیر میں ان میں بعض ایسی نمایاں اصلاحات ہوئیں کہ انہیں ایرانی خطوں سے آسانی سے الگ پہچانا جا سکتا ہے۔ پہلا تعلیق ہندی ہے جو برصغیر کے اثرات سے فارسی تعلیق کی تبدیل شدہ شکل ہے اور دوسرا خط نستعلیق کی وہ لاہوری طرز ہے جو امام ویردی اور عبدالمجید پروین رقم کے حسن اجتہاد سے وجود میں آئی اور اب وہ لاہوری سے بالاتر ہو کر پاکستانی نستعلیق کہلاتی ہے۔
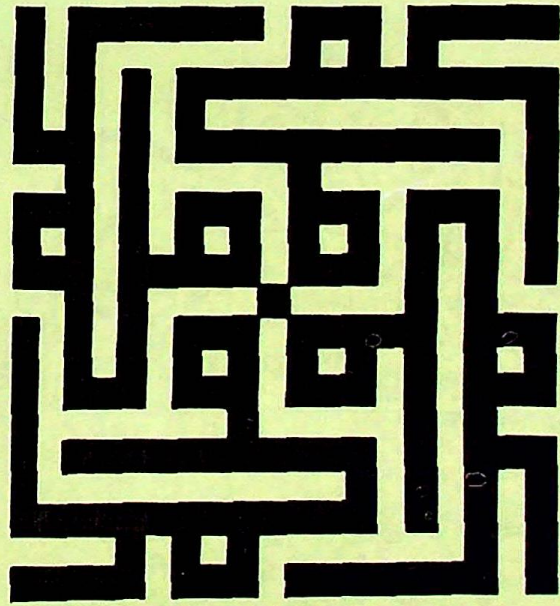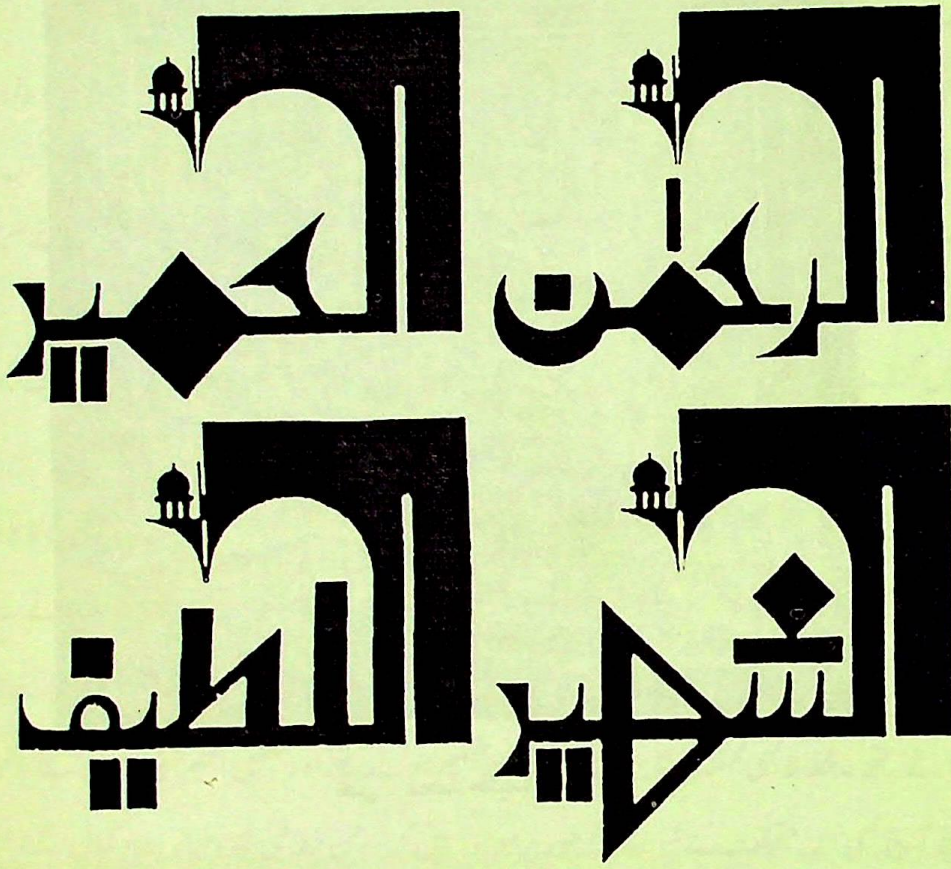
مصوّرانہ خطاطی

لاہور میوزیم کی مخطوطات گیلری کے تعارف نامہ میں ڈاکٹر انجم رحمانی لکھتے ہیں :

'' مصوری اسلام میں ممانعت کی وجہ سے ابتداء میں فنون اسلامی میں شامل نہ ہوسکی۔ البتہ ساسانی، بازنطینی اور یونانی اثرات کے تحت اس نے آہستہ آہستہ اسلامی دنیا میں راہ پالی۔ اسلامی دنیا میں مصوری ابتدا میں ایسی کتابوں میں کی
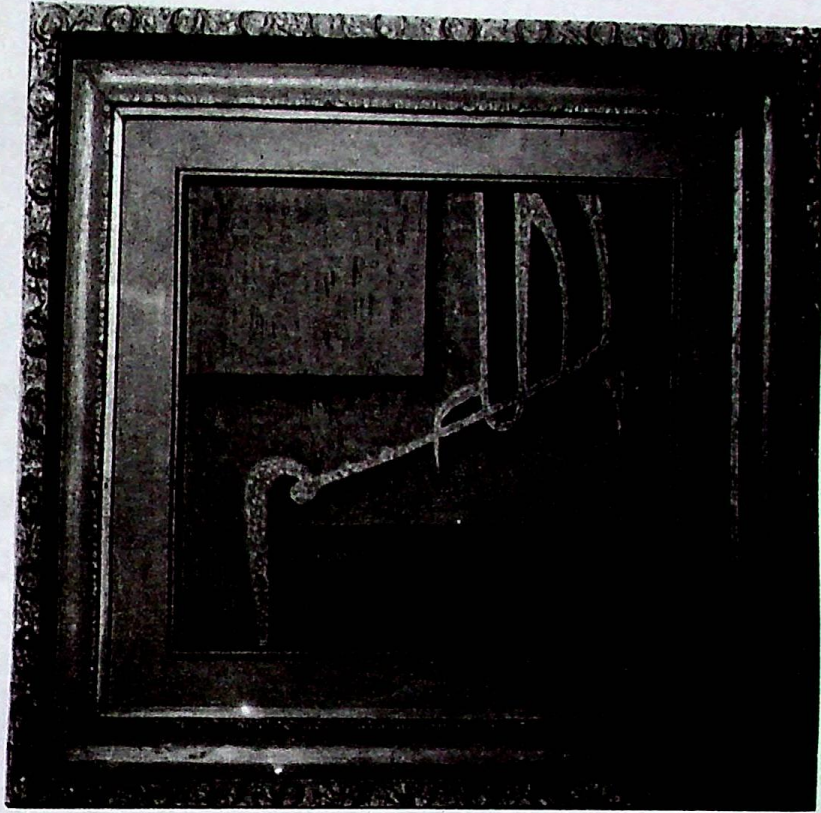
عمل : محمد حنیف رامے

عمل : شاکر علی

گئی جو علوم سے متعلق تھیں اور جن کے مضامین کی تشریح و توضیح تصویروں کے ذریعے کی گئی۔ عہد ممالیک میں مصوری بڑی حد تک علوم کی کتابوں تک محدود رہی۔ عہد تیموری، عہد صفوی اور عہد عثمانی میں کتابی مصوری کا فن پورے عروج پر تھا۔ مغلیہ دور میں اس فن نے بڑی ترقی کی۔''

قرآن پاک پیغمبر اسلام کا وہ بے مثال معجزہ ہے جس سے قیامت تک اللہ والوں کی کشت ایمان نشوونما پاتی رہے گی۔ قرآن پاک کلام الٰہی ہے۔ انبیاء و مرسلین کے بعد عام انسان کے پاس کلام الٰہی کی فضیلت سے فیض یاب ہونے کے لیے براہ راست تعلق پیدا کرنے کا پر یقین اور واحد ذریعہ قلم ہے۔ قلم جس سے رب کائنات نے علم سکھایا اور سکھایا انسان کو وہ کچھ جو وہ نہیں جانتا تھا۔

اقلیدس کہتا ہے ''تحریر اگرچہ ایک مادی آلہ (قلم) سے وجود میں آتی ہے لیکن درحقیقت وہ ایک روحانی ہندسہ ہے۔''

قلم کے ذریعے سے کلام الٰہی کی روحانیت قلم کار کی ذات میں منتقل ہوتی ہے اور یہ اس روحانیت کا نور ہے جو قلم کار کی شخصیت کو روشن کر کے معاشرے میں معزز بنا دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام کے ابتدائی زمانے سے ہی خطاط کو معاشرے میں دیگر فنون کے ہنرمندوں پر فوقیت حاصل رہی ہے۔ خطاطی کے نمونے لعل و جواہر سے زیادہ قیمتی شمار کیے جاتے تھے۔ خطاط کسی مملکت میں ایک موثر قوت تسلیم ہوتے تھے اور مطلق الحکم شہنشاہوں کے ہاتھ کے لکھے ہوئے نسخے آج بھی اس حقیقت کے ثبوت کے طور پر موجود ہیں کہ وہ فن خطاطی میں مہارت و کمال کے اعزاز کو اپنی شاہانہ شان کے لیے کس قدر لازمی جانتے تھے۔

قرآن پاک کی تعلیمات چونکہ اسلامی معاشرے کا محور و مرکز شمار کی جاتی ہیں۔ لہٰذا قرآن پاک کے کتابی وجود کی عمدگی، تقدس اور زیبائی پر فن خطاطی، فن مصوری، فن نقاشی، فن طلا کاری، صنعت رنگ و روشنائی، صنعت کاغذ اور صنعت طباعت اپنے نفیس ترین ماحصل اور بہترین ثمرات ہمیشہ سے نچھاور کرتے چلے آئے ہیں۔ مسلمان خطاط مصور، نقاش اور دیگر ہنرمند اپنی بہترین تخلیقی اور پیشہ ورانہ صلاحیتیں بروئے کار لا کر قرآن پاک کے اوراق کو اپنا خراج عقیدت پیش کرنے میں ہر زمانے میں پیش پیش رہے ہیں۔ ان کے روح و قلب میں حصول سعادت کا جذبہ اور اظہار عقیدت کا ولولہ قرآن پاک کے اوراق پر کمال فن کے وہ کرشمے دکھاتا رہا ہے کہ ان اوراق کو "Introduction of Persian Art" کا مصنف تجریدی مصوری کی تاریخ کے بہترین کارناموں میں شمار کرتا ہے۔

الکندی کہتا ہے ''مجھے کسی ایسے انداز تحریر کا علم نہیں، جس کے حروف اس درجہ جلالت قدر اور نزاکت کے

حامل ہوں جیسے کہ عربی کے حروف ہیں۔ اس زبان میں جو تیزی اور زود نویسی کی صلاحیت پائی جاتی ہے وہ دوسری زبانوں کے انداز تحریر میں قطعاً نہیں پائی جاتی۔''

عربی حروف ابجد کا ساختیاتی شکوہ اور قطعیت اپنی مثال آپ ہے۔ حروف کی وضع، قامت اور جسامت ان کی طرز نشست، انداز قیام اور روش خرام حد درجہ دلنشین ہے۔ عربی خط میں عمودی خطوں کی بہتات اور افقی کششوں کی کثرت ہے۔ بنیادی کرسی پر خطوں میں باہم مربوط ہونے کے لیے لوچ اور لچک کی موجودگی، حروف میں پر سہولت رشتہ و پیوند کی گنجائش، الفاظ میں تنظیم و توازن کی آسائش اور عبارت میں خرام مسلسل کی حیران کن صلاحیت ایسے اوصاف ہیں جن سے عربی خط مالا مال ہے۔

دوسری عالمی جنگ کے خاتمے پر یورپ میں تباہ کاریوں کے آثار مٹتے ہی ایک بار پھر مغرب کی تہذیبی اور ثقافتی یلغار نے دیکھتے ہی دیکھتے پوری دنیا کو اپنے سحر کا اسیر کر لیا۔ پاکستان وجود میں آیا تو یورپی مصوری کے خاص طور پر تجریدی اسلوب کا اطراف عالم میں شہرہ تھا۔ ایک نئی جغرافیائی وحدت میں ترقی پذیر پاکستانی قوم کو عالمی ثقافتی

عمل : اسلم کمال

رجحان اور رفتار کے ادراک نے اپنی گم شدہ تہذیب کے شدید احساس سے دوچار کر دیا۔ بکھری ہوئی کڑیاں جوڑنے، مٹتے ہوئے راستے اجالنے اور زوال پذیر رشتوں کی تجدید نو کی ضرورت عام محسوس ہونے لگی تھی

عشرہ اول (1950 تا 1960)

یہ زمانہ پچاس کی دہائی کا آغاز تھا۔ شاکر علی یورپ سے جدید مصوری کی تربیت پا کر واپس لوٹا تو پاکستان کے ثقافتی دارالخلافہ لاہور میں مقیم نوجوان مصوروں نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا اور دیکھتے ہی دیکھتے شاکر علی کے گرد پُر شوق اور پر جوش مصوروں کا ایک ایسا حلقہ وجود میں آ گیا جو رنگ اور ہیئت کے تجربات میں لاشعوری طور پر بالآخر کسی ایسی صنف اظہار کے احیاء میں سرگرم ہوا جو اپنی ماہیت میں مسلم معاشروں کے ذوق جمال کی آئینہ دار ہونے کے ساتھ ساتھ اعتبار اور معیار میں بھی مستند ہو لیکن صوری طور پر مغرب کی تجریدی مصوری سے مشابہ ہو۔ اس میں جذب ہو جانے اور جذب کر لینے کی صلاحیت وافر ہو اور اس کی جڑیں ہمارے ماضی کی پوری گہرائی میں موجود ہوں۔ چنانچہ اسلامی خطاطی برسر کینوس آئی۔ انور جمال شمزا نے اپنے کینوس پر عربی حروف تہجی کی کمپوزیشن سے

عمل : شاکر علی

حیرت انگیز کامیابیاں حاصل کیں۔ پھر حنیف رامے آیا اس نے حروف کی تراش خراش کر کے انہیں باہم پیوند کیا، الفاظ بنائے اور ان کو کینوس پر اپنی مجتہدانہ بصیرت سے آراستہ کر کے خطاطی کی روایت کے راستے پر سب سے پہلے مصورانہ پیش قدمی کی۔

عشرہ دوم (1960 تا 1970ء)

ساٹھ کی دہائی کو مصورانہ خطاطی کی ٹیکنیک اور بنیادی صورت گری کے حوالے سے اس کا تشکیلی دور شمار کیا جاسکتا ہے۔ حنیف رامے کے بنائے ہوئے کتابوں کے سرورقوں پر ان کے اسلوب خطاطی کے نمونے اور کینوس پر مصورانہ خطاطی کے کچھ فن پارے 1963ء تک وقفے وقفے سے منظر عام پر آتے رہے۔

6 ستمبر 1965ء کی صبح بھارت نے پاکستان کی بین الاقوامی سرحد پر بغیر کسی اشتعال اور جواز کے فوج کشی
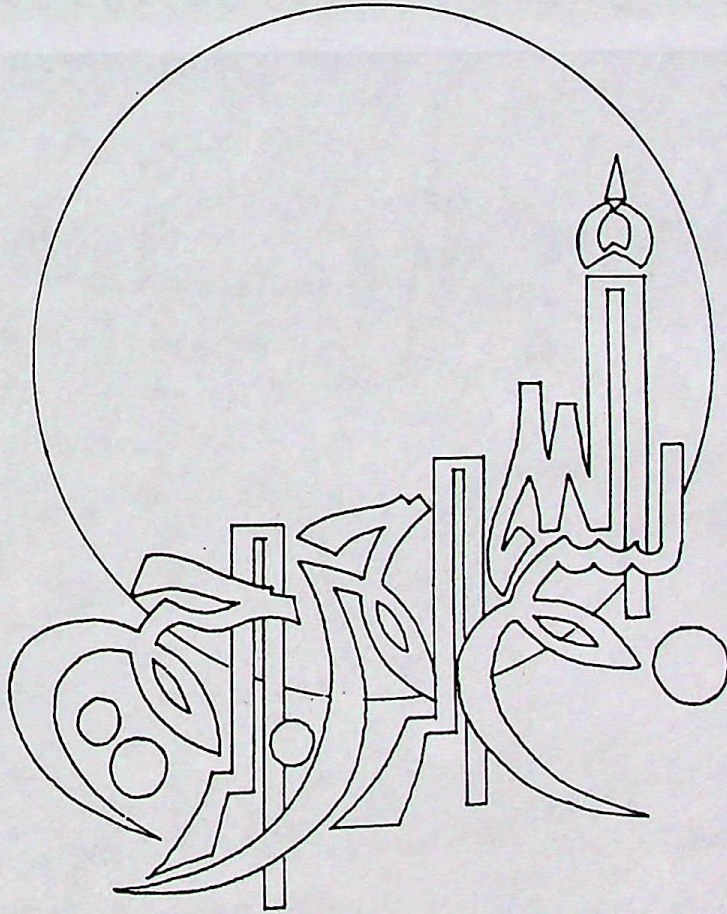
عمل : اسلم کمال

کا ارتکاب کیا تو جنرل محمد ایوب خان صدر پاکستان نے پاکستانی قوم کو بھارتی جارحیت کا منہ توڑ جواب دینے کے لیے ان تاریخ ساز الفاظ میں خطاب کیا۔ ''میرے عزیز ہم وطنو! اٹھو اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا ورد کرتے ہوئے آگے بڑھو اور دشمن کی توپوں کو ہمیشہ کے لیے خاموش کر دو۔'' حالت جنگ میں کلمہ طیبہ کا مورچہ در مورچہ ورد جہاں غازیان پاکستان کو پراسرار بندے بنا گیا وہاں شہر شہر گاؤں گاؤں اس کی گونج نے شہریوں کو روحانیت کی ایک بلند تر سطح سے ہمکنار کر دیا۔ مصور ڈیزائنر اسلم کمال نے سترہ دنوں اور سترہ راتوں میں اپنے برش کو جنگ آشنا کر کے سترہ پینٹنگز کیں۔ جن کی نمائش جنگ کے خاتمے پر الحمرا آرٹس کونسل لاہور میں اس کے سیکرٹری محترم نعیم طاہر نے بطور خاص جنگ کی رپورٹنگ کے سلسلے میں آئے ہوئے غیر ملکی صحافیوں کے لیے منعقد کی۔ مشہور رسالہ نقوش نے اپنے جنگ نمبر میں ان میں سے چند تصاویر شامل کیں۔ ان میں سے ایک کلمہ طیبہ کی مصورانہ خطاطی تھی جو بہت مقبول ہوئی۔ مشہور مصور اور مصوری کے استاد ڈاکٹر شاہنواز زیدی صدر شعبہ فنون لطیفہ پنجاب یونیورسٹی کی تحقیق پر مبنی پاکستان ٹیلی ویژن کا ایک پروگرام 1965ء کی پاک بھارت جنگ کے بارے میں بعنوان ''اپنی جان نذر کروں''

عمل: صادقین

6 ستمبر 2002ء کو ٹیلی کاسٹ ہوا۔ یہ پروگرام سلمان سعید نے پیش کیا، جس کے مطابق اسلم کمال کی سترہ پینٹنگز اور مصورانہ خطاطی سے پاکستان میں مزاحمتی مصوری اور خطاطی کا آغاز ہوا۔

اسی جنگ کے اثرات میں مشہور خطاط عبدالواحد نادرالقلم مرحوم نے روایتی خطاطی میں قرآن پاک کی سورۃ ''الفیل'' کے پس منظر کی مصوری کر کے کچھ اور مصوری اور خطاطی کے نمونوں کے ساتھ الحمرا آرٹس کونسل لاہور میں نمائش کی جس کا افتتاح فیض احمد فیض نے کیا۔

عربی خط کے افقی اور عمودی خطوں اور کششوں کی ڈرامائی فعلیت سے تجریدی عبارت آرائی کا آغاز شاکر علی نے کیا۔ پنجاب پبلک لائبریری کے بیت القرآن کی کم وبیش ایک پوری دیوار پر مصورانہ خطاطی کا وہ پہلا میورل پینٹ کیا جو مستقبل کے مصوروں کے لیے سرچشمہ تحریک بن گیا۔

جنوری 1967ء میں ''اردو ڈائجسٹ'' کے سالنامہ کے سرورق پر ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' کا طغرہ اسلم کمال کے موقلم سے رنگوں اور خطوط کے جدید برتاؤ کے ساتھ منظر عام پر آیا۔ جس نے اہل علم کو خاص طور پر متوجہ کیا۔ ان دنوں صادقین پنجاب پبلک لائبریری لاہور کے ریڈنگ ہال کا میورل پینٹ کر رہے تھے۔ اسلم کمال نے صادقین کے ایک مداح کی حیثیت سے اردو ڈائجسٹ کا یہ شمارہ ان کو پیش کیا۔ صادقین نے خطاطی میں حروف کی جدید ساخت اور رنگوں کے توازن و رعنائی کی دل کھول کر تحسین کی اور کہا۔ ''اسلم کمال ! اوپر بیت القرآن میں شاکر علی خطاطی پر سونے کا پانی پھیر رہے ہیں ان کو آپ یہ ضرور دکھائیں۔''

1968ء میں سابقہ نیشنل بک سنٹر آف پاکستان (حالیہ نیشنل بک کونسل) نے اپنے ماہوار رسالے ''کتاب'' میں اسلم کمال کا انٹرویو ان کے موقلم کے زیر عمل ایک جدت پذیر حروف ابجد میں مصورانہ امکانات کے سلسلے میں شائع کیا۔ جس نے خطاطی کو عام علمی ادبی محفلوں کا موضوع بنا دیا۔

1969ء میں مشہور رسالہ نقوش نے غالب کی صد سالہ برسی پر تین جلدوں میں غالب نمبر شائع کیا۔ اس میں صادقین کی غالب کے اشعار پر تصاویر کے ساتھ اسلم کمال کا صادقین کے بارے میں مختصر مضمون شامل تھا۔ غالب نمبر کے سرورق پر اسلم کمال نے '' ھم اسد اللھم و ھم اسد اللھیم '' کی خطاطی کی۔ تقریباً اسی زمانے میں صادقین نے اشعار غالب سے اپنی خطاطی کا آغاز کیا۔

مشہور مصور خطاط اور نقاد فن زوار حسین رنگ اور ہیئت کے حوالے سے مصورانہ خطاطی کے بارے میں بحث کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

''روایتی خطاطی ''رسم الخط'' کی پابند ہوتی ہے۔ جبکہ رسم الخط کو اس کے اوزار ''قلم'' نے متعین کر رکھا ہے۔

روایتی خطاطی کا بنیادی فریضہ عبارت آرائی ہے اور ماحصل ''کتاب'' ہے۔

''مصورانہ خطاطی الفاظ کو از سرنو ڈیزائن کرتی ہے۔ اس کا مدعا وضع آفرینی ہے تاکہ الفاظ اپنے قدیم رسم الخطی حسن سے آگے بڑھ کر مصورانہ امکانات کو سامنے لائیں اور تصویر کا متبادل ثابت ہوں۔ یوں کتاب اور تصویر یہ دو ایسے ٹھوس نتائج ہیں جو روایتی خطاطی اور مصورانہ خطاطی کے جداگانہ منصب کی نشاندہی کرتے ہیں۔

''روایتی خطاطی اپنے اظہار کے لیے صرف ''سیاہی'' پر اکتفا کرتی ہے۔ اس کے منصب اور جواز کی نوعیت ہی کچھ ایسی ہے کہ وہ رنگینی کی متحمل نہیں ہوسکتی۔ اس کے برعکس مصورانہ خطاطی رنگوں کے نظام سے مکمل طور پر استفادہ کرتی ہے اور اس کے فنی امکانات میں دلپذیر اضافہ ممکن ہوتا ہے۔''

عشرہ سوم (1970 تا 1980ء)

اخبارات و رسائل کی زبانی

دنیائے مصوری کی تاریخ میں سب سے بڑی تحریک تاثریت (Impressionism) کا سرکاری یا متفقہ سالِ پیدائش 1874ء تسلیم کیا جاتا ہے۔ عجب اتفاق سے کہ فن خطاطی کی تاریخ کی عظیم ترین انقلابی تحریک مصورانہ خطاطی (Calligraphic Painting) بھی جدید مغربی مصوری کے شانہ بشانہ اپنے آپ کو اس کا ہم مرتبہ ثابت
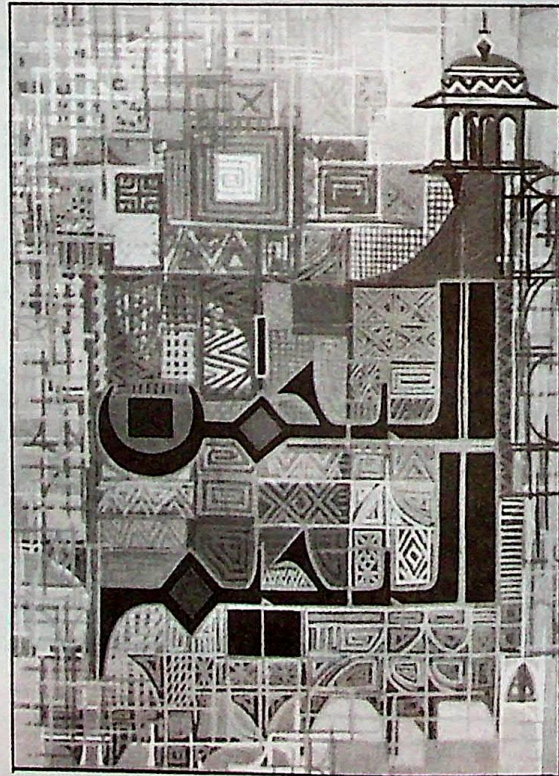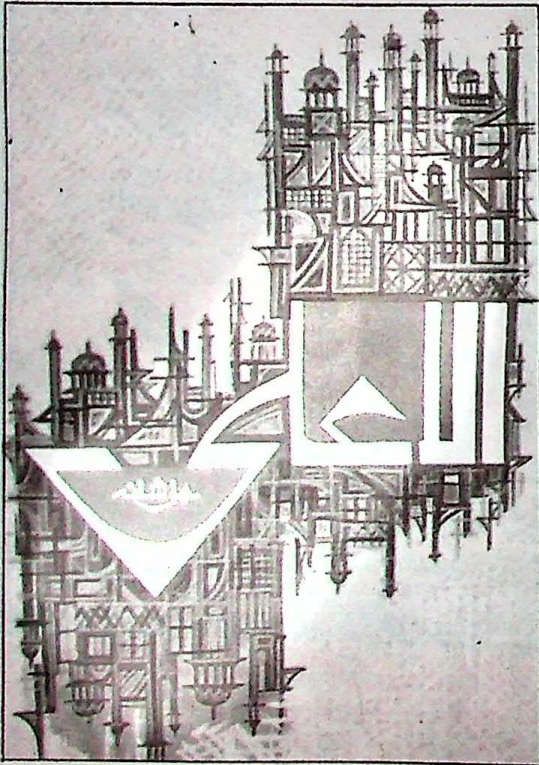
عمل : اسلم کمال

کرنے کے لیے پوری ایک صدی بعد اور ستر ہی کی دہائی میں نمائش گاہوں میں قدم رکھتی دکھائی دیتی ہے۔ صادقین نے اپنے مخصوص انداز میں قرآنِ پاک کی سورہ رحمان کی مصورانہ خطاطی پر مشتمل ایک مختصر لیکن دیدہ زیب البم شائع کر کے لوگوں کی توجہ حاصل کرنے کی بنیاد رکھی۔ 1971ء میں پاک بھارت جنگ کے اہلِ پاکستان کے لیے ہولناک نتائج کی پیدا کردہ اجتماعی اداسی اور دل گرفتگی میں بہت کچھ دھندلا کر رہ گیا۔ ''جنگی قیدی کے نام'' مجید امجد کی ایک نظم روزنامہ ''امروز'' (1985ء تک ایک کثیرالاشاعت اخبار جس کے ایڈیٹروں میں احمد ندیم قاسمی جیسی شخصیات رہی ہیں)۔ میں اسلم کمال کے ایجاد کردہ تازہ اسلوب خطاطی میں شائع ہوئی۔ اُس نے علمی ادبی حلقوں کو خاص طور پر متوجہ کیا۔ وزیراعظم پاکسان ذوالفقار علی بھٹو نے قرآنی آیت ''وتعزمن تشاء وتذل من تشاء'' کا طغرا صادقین سے لکھوا کر شملہ معاہدہ پر اندرا گاندھی کو پیش کیا۔ اس اقدام پر ملک بھر کے روایتی خطاطین نے بہت بُرا تو منایا لیکن اس میں سرکاری سرپرستی کے آغاز کا بھی ایک خوش کن پہلو تھا۔
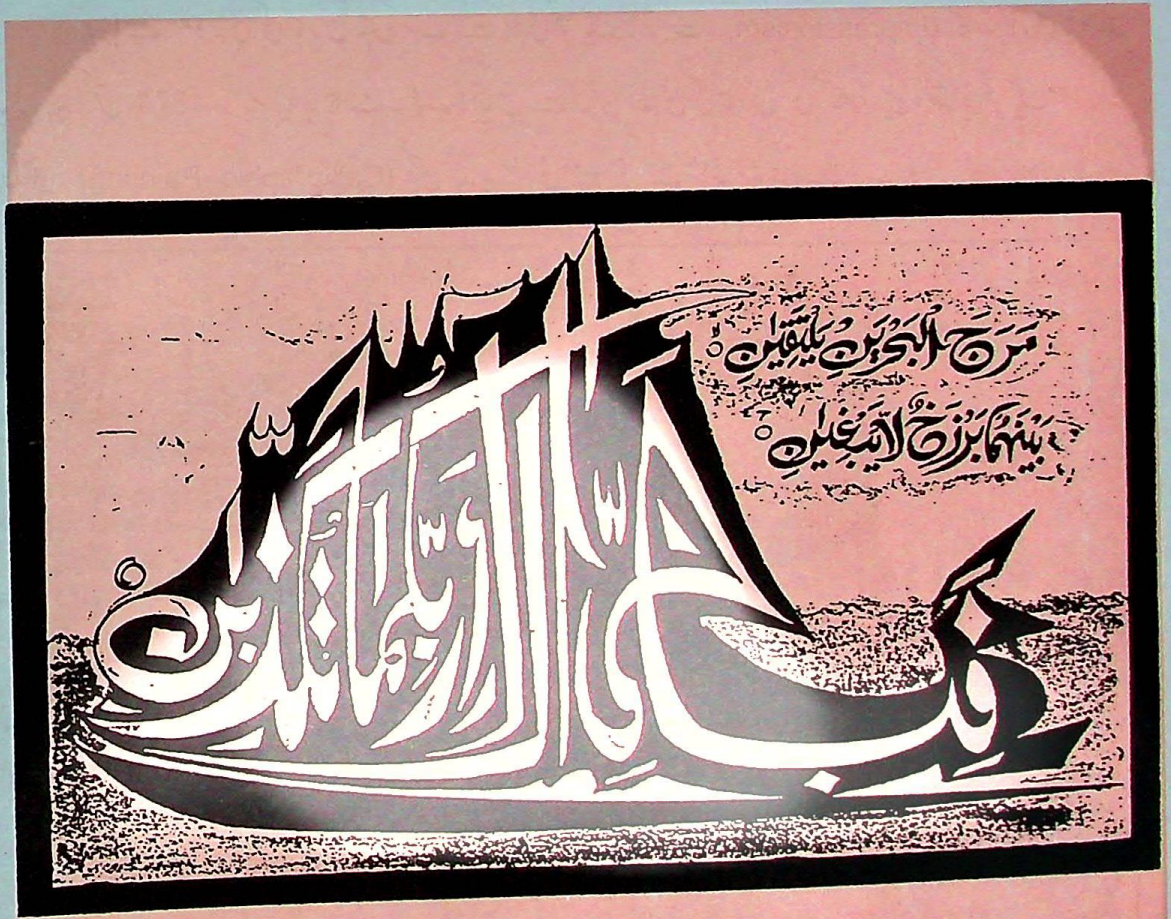
عمل: صادقین

شاکر علی نے پاکستان اٹیمی انرجی کمیشن اسلام آباد کی عمارت میں آیت الکرسی پر مصورانہ خطاطی کا دوسرا میورل پینٹ کیا۔ 1973ء میں پاکستان میں مصورانہ خطاطی کی پہلی نمائش لاہور عجائب گھر میں ہوئی اور یہ اعزاز صادقین نے حاصل کیا۔ مصورانہ خطاطی کے ان فن پاروں میں خطاطی کے انداز کو روایتی خطاطین نے بے ہنری سے تعبیر کیا۔

شاکر علی نے فرسٹ سٹی بینک لاہور کے لیے ایک مصورانہ خطاطی 4x4 میں پینٹ کی۔ کراچی میں آزر زوبی نے کچھ کینوس مصورانہ خطاطی کے پینٹ کیے۔ لیکن نمائش نہ ہوسکی۔ مشہور صحافی اور ادیب جناب شفیع عقیل نے کچھ تصاویر روزنامہ جنگ میں شائع کیں۔

صادقین اور روایتی خطاط حضرات میں سخت ٹھن گئی۔ پاکستان نیشنل سنٹر لاہور میں صادقین اور اس کے حامیوں اور روایتی خطاط حضرات کے درمیان سخت مناظرہ ہوا جس سے صادقین کو خوب شہرت ملی۔ ملک میں ایک متنازعہ شخصیت بن کر وہ ہر محفل میں موضوع گفتگو بن گئے۔

مصورانہ خطاطی کی تاریخ کی دوسری باقاعدہ نمائش الحمرا آرٹ کونسل میں 1974ء میں ہوئی۔ یہ اسلم کمال کے فن پاروں کی پہلی نمائش تھی۔ اہل فن اور اہل ذوق نے اس کی یوں پذیرائی کی۔ کہ یہ نمائش پورا ایک ماہ جاری رہی۔ اس نمائش کا افتتاح کرتے ہوئے ''آوازِ دوست'' کے مصنف جناب مختار مسعود نے کہا۔ ''اسلم کمال کو اپنے فن کی نمائش کے لیے کسی گیلری کی ضرورت نہیں ہے۔ ہر ایک مارکیٹ ہر ایک بازار اور ہر ایک ریلوے اسٹیشن کے بک سٹالوں پر اسلم کمال کے تخلیق کردہ کتابوں اور رسالوں کے سرورقوں پر ان کی مصوری اور مصورانہ خطاطی کی نمائش ہر وقت لگی رہتی ہے۔''

روزنامہ ''مشرق'' اردو زبان کا ایک وسیع الاشاعت اخبار 1980ء کی دہائی کے آغاز تک اپنے عروج پر رہنے کے بعد آہستہ آہستہ ختم ہوگیا۔ مشہور افسانہ نگار اور کالم نویس انتظار حسین اس اخبار میں بعنوان ''لاہور نامہ'' ایک کالم لکھتے تھے۔ علمی ادبی اور ثقافتی حلقوں میں اس کالم کا یوں طوطی بولتا تھا کہ ادیب شاعر اور مصور اس میں اپنے ذکر کی تمنا کرتے تھے۔ دو مصوروں کا ذکر زیادہ ہوتا تھا ایک شاکر علی اور دوسرے صادقین تھے۔ شاکر علی نے مصورانہ خطاطی کے ساتھ اپنی دلچسپی محدود رکھی۔ چنانچہ صادقین کی شخصیت کا سحر طاری کرنے اور اس کے فن کا سکہ بٹھانے میں اس کالم کا بڑا حصہ ہے۔ اسی کالم میں جناب انتظار حسین اوپر بیان کردہ اسلم کمال کی مصورانہ خطاطی کی نمائش کے بارے میں یوں لکھتے ہیں۔

''اردو کی اشاعتی دنیا میں سرورق پر چار دور گزرے ہیں۔ پہلا دور نولکشور کی مطبوعات کا ہے۔ جب کتاب

کے سرورق پر بہت مینا کاری ہوتی تھی ۔ ایک وقت آیا کہ اس مینا کاری سے جی بھر گیا ۔ ''معارف'' اور ''مخزن'' جیسے پرچوں نے سپاٹ سرورق کی طرح ڈالی ۔ نہ آرائش نہ زیبائش، کتاب اور رسالے کا نام لکھا اور پیش کر دیا ۔ پھر اس سادگی سے بھی جی بھر گیا ۔ اب سرورق چغتائی آرٹ سے مزیّن ہونے لگے ۔ پھر اس کے خلاف بھی ردّ عمل ہوا ۔ یہ سرورق کا چوتھا دور ہے جس میں چغتائی آرٹ سے منحرف ہو کر تجریدی مصوری والے سرورق بن رہے ہیں ۔ مختار مسعود نے اس دور کا سہرا اسلم کمال کے سر باندھا ۔''
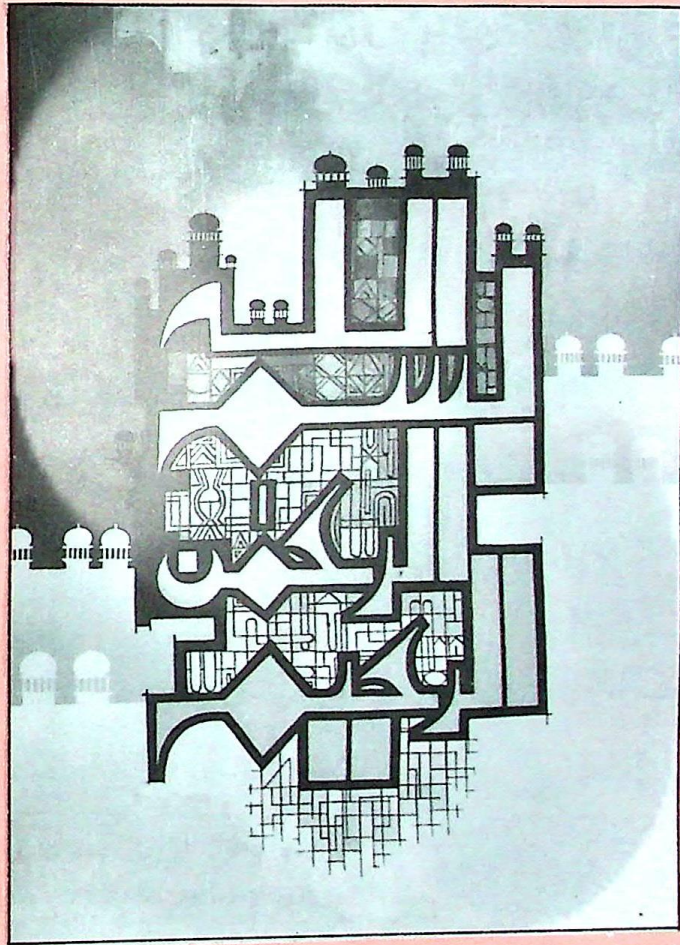
عمل : اسلم کمال

''لباس کا استعارہ لیکر مختار مسعود نے یہ مضمون یوں باندھا کہ نولکشور کے زمانے میں کتابوں کو خلعت پہنائی جاتی تھی۔ ''معارف'' اور ''مخزن'' کا زمانہ سفید پوشی کا زمانہ تھا۔ چغتائی صاحب نے کتاب کو قبا پہنائی۔ اسلم کمال نے قبا اتار کر نئے فیشن کا لباس کتاب کو پہنا دیا۔''

''خطاطی میں ایک روایت سے بغاوت کا سہرا اسلم کمال کے سر بندھ گیا۔ سرورق میں وہ چغتائی آرٹ کے باغی ٹھہرے، یہاں صادقین کی خطاطی سے بغاوت کرنے والے قرار پائے۔'' (روزنامہ مشرق فروری 1975ء)

جناب احمد ندیم قاسمی روزنامہ جنگ کراچی میں اپنے کالم ''لاہور لاہور ہے'' میں لکھتے ہیں ''تصویریں بنانے یا خطاطی کرنے کے میدان میں صادقین کا کوئی جواب نہیں۔ اس برق رفتاری کے باوجود ان کا ایک اپنا اور قطعی اسلوب ہے۔ جو ناقابل تقلید ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا لکھا ہوا ایک حرف بھی دُور سے پہچانا جاتا ہے کہ یہ صادقین نے لکھا ہے یا صادقین کے زیرِ اثر لکھا گیا ہے۔ اس ماحول میں اسلم کمال کا خطاطی کی طرف متوجہ ہونا اور اہلِ نظر کو اپنی طرف متوجہ کر لینا ایک معجزہ سے کم نہیں ہے۔ خطاطی کو مصوری کا ایک شعبہ مان کر حروف کو ایک منفرد اور

عمل : صادقین

ساتھ ہی منظّم صورت دینا اور لکھائی میں ضبط اور ڈسپلن اور ایک باقاعدگی پیدا کر کے اسے ایک فن پارہ بنا دینا کوئی معمولی کارنامہ نہیں ہے۔ پھر اسلم کمال نے یہ عبارتیں محض لکھی نہیں ہیں بلکہ مصور کی ہیں۔ ان کے تمام کینوس ایسی پینٹنگز ہیں۔جن میں عربی کے یہ الفاظ ان کو سمجھنے کے لیے کلید کا کام دیتے ہیں۔'' (اقتباس۔روزنامہ جنگ کراچی فروری 1975ء)

ابن انشا اپنے کالم ''باتیں انشاجی کی'' اخبار جہاں ''کراچی مارچ 1975ء'' میں لکھتے ہیں۔''آخر میں اپنے دوست اور باکمال مصوّر اسلم کمال کا بھی ذکر جن کی خطی مصوری یا تصویری خطاطی کی نمائش آج کل لاہور میں لگی ہوئی ہے۔ اتنا کہنا کافی ہے کہ صاحبِ اسلوب آدمی ہیں، شاعر ہیں۔تحریر کے بھی تصویر کے بھی۔ آیۂ کریمہ کو آرٹ کا پیرہن صادقین نے دیا۔ رشید احمد ارشد نے دیا، شاکر علی نے دیا ہے، حنیف رامے نے دیا ہے۔لیکن سب کا پیرایہ الگ الگ ہے۔ مثلاً صادقین کے ہاں گولائیاں بہت ہے۔اسلم کمال کے ہاں زاویے، مثلثیں اور مربع ہیں۔ان کو خطوطِ مستقیم کا خطاط کہہ سکتے ہیں۔ ان کو صراطِ مستقیم کا آرٹسٹ بھی کہہ سکتے ہیں۔ بہر حال ان کا فن شگفتگی اور رعنائی لیے ہوئے ہے اور ان کو فن میں حسن وخوبی کا بہت خیال رہتا ہے۔ یہ بات بدقسمتی سے ہماری بدقسمتی سے ان کے تمام ہمعصروں کے باب میں نہیں کہی جاسکتی۔''

نیشنل کونسل آف دی آرٹس کے ڈائریکٹر جنرل ڈاکٹر خالد سعید بٹ اسلام آباد سے اسلم کمال کی مصورانہ خطاطی دیکھنے لاہور آئے اور اپنے ماتحت غلام رسول کو ان فن پاروں کی نمائش کا جلد از جلد لیاقت میموریل ہال راولپنڈی میں انتظام کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ جون کی تیز گرمی میں راولپنڈی میں یہ نمائش ہوئی۔شائقین کی ایک بڑی تعداد روزانہ یہ نمائش دیکھنے آتی۔اخبارات ورسائل اور ریڈیو ٹی وی نے خبریں، رپورٹیں اور فیچر شائع اور نشر کیے۔

اسلم کمال نے الحمرا آرٹ کونسل لاہور، آرٹ گیلریز لاہور، پنجاب یونیورسٹی لاہور، انجینئرنگ یونیورسٹی اور نیشنل کونسل آف دی آرٹس اسلام کے زیر اہتمام لگاتار کئی نمائشیں کیں تو اس کے اعزاز میں نیشنل سنٹر لاہور نے ''ایک شام مصور خطاط کے نام'' کا اہتمام کیا۔محترمہ کشور ناہید اس وقت نیشنل سنٹر کی ڈائریکٹر تھی۔ مصوروں، خطاطوں اور اور علم وادب اور ہنر وفن کے تمام دبستانوں کے نمائندوں نے شرکت کی۔ اس تقریب کی صدارت کرتے ہوئے جناب احمد ندیم قاسمی نے فرمایا''اگر عربی کے الفاظ بول پڑیں تو وہ لفظ بولیں گے جنھیں اسلم کمال نے مصور کیا ہے۔''

اس تقریب میں ڈاکٹر وزیر آغا، ڈاکٹر انور سجاد، سید قاسم محمود، کشور ناہید، مستنصر حسین تارڑ، ذوالفقار احمد تابش اور امجد اسلام امجد نے اسلم کمال کے فن اور شخصیت پر مضامین پڑھے۔ پروفیسر انور مسعود نے منظوم خراج پیش

عمل : آذر زوبی
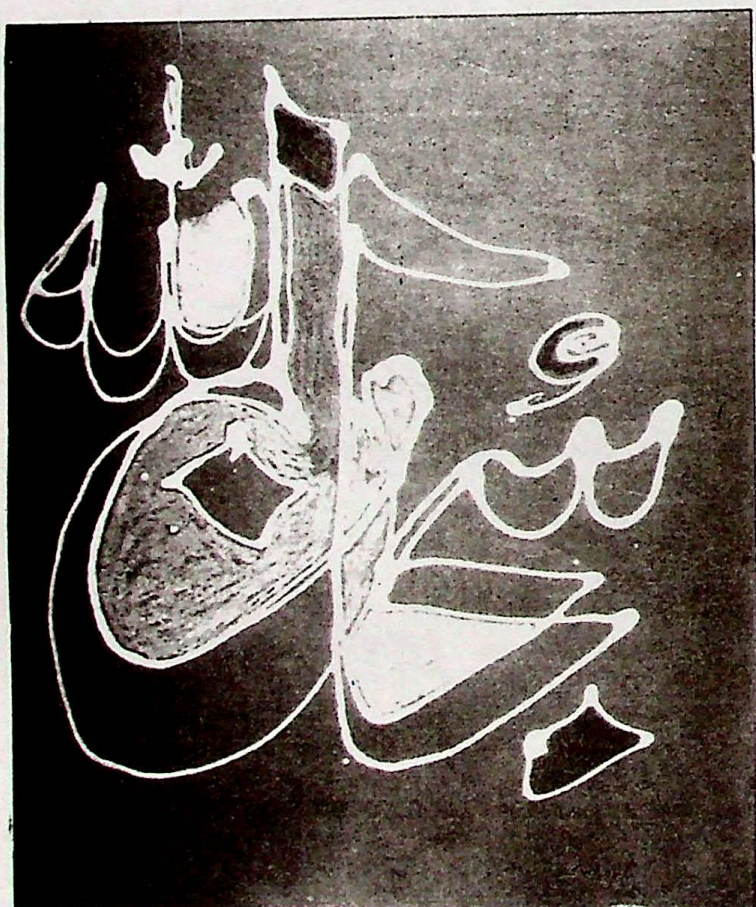
عمل : سردار محمد

کیا۔ روزنامہ مشرق اکتوبر 1975ء ''لاہورنامہ'' میں انتظار حسین اس تقریب کا حال اس طرح بیان کرتے ہیں۔

''نئی مصوری اور خطاطی کی روایت میں اوّل حنیف رامے، دوم شاکر علی اور سوم اسلم کمال''۔ یہ بیان ذوالفقار احمد تابش نے دیا۔ ہم یہ توقع کر رہے تھے کہ شاکر علی کے بعد ذوالفقار احمد تابش صادقین کا نام لیں گے۔ لیکن انہوں نے چشم دید شہادت پیش کی کہ حضرات میں نے خود اسلم کمال کو اُس زمانے میں مصورانہ خطاطی کرتے دیکھا ہے جب ابھی صادقین کا کوئی ایسا کام سامنے نہیں آیا تھا۔

اسلم کمال کی خطاطی کی مختلف توجیہات ہوئیں۔ ہم سے پوچھو تو سب سے بڑھ کر توجیح انور سجاد نے کی۔ وہ کہتے تھے کہ اسلم کمال کی خطاطی میں لفظ آپس میں متصادم نہیں ہوتے۔ اس کا مطلب ہے کہ اسلم کمال امن پسند ہے۔ جنگ کا مخالف ہے۔ اس کے یہاں لفظ ایک دوسرے سے دبتے نظر نہیں آتے۔ اس کا مطلب ہے کہ اسلم کمال دبنے دبانے والے معاشرے کا باغی ہے۔''

عبدالواحد نادرالقلم ہر سال ماہ رمضان میں اپنی روایتی خطاطی کی نمائش الحمراء آرٹس کونسل لاہور یا شاکر علی میوزیم لاہور میں باقاعدگی سے کرواتے رہے جبکہ صادقین ہر سال ماہ رمضان میں لاہور اسلام آباد اور کراچی میں سے کسی جگہ پر نمائش کا اہتمام ضرور کرتے رہے۔

صادقین نے آیات قرآنی کی مصورانہ خطاطی کی ایک بہت بڑی نمائش تیار کی اور عرب ممالک میں جگہ جگہ متعدد کامیاب نمائشیں کر کے عالم اسلام کے اس قدیم اور عظیم فن میں حیات نو کی روح پھونک دی۔ صادقین کے فن کے بارے میں مصر کا جریدہ الاہرام لکھتا ہے'' صادقین کا فن عربی حروف ابجد میں ایک حسن نفاست شائستگی اور نزاکت کے ساتھ سانس لیتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ دائروں قوسوں عمودی خطوں کے پرانے نظام کو اتھل پتھل کر کے ایک نئی صورت گری کے ساتھ واضح ہو کر جس نے مصری فن کاروں کو اپنا گرویدہ بنالیا ہے۔''

پنجاب یونیورسٹی کلچرل سوسائٹی نے نیو کیمپس میں اسلامی مصوری کی نمائش اور کل پاکستان مقابلے کا اہتمام کیا۔ جس میں صادقین اور اسلم کمال کو چاندی اور سونے کے تمغے علی الترتیب دیئے گئے۔ پنجاب آرٹس کونسل نے یکے بعد دیگرے اسلم کمال کی مصورانہ خطاطی کی تین چار نمائشیں منعقد کرا کر ایسی داد فن دی کہ مرکزی حکومت کے اہل اقتدار متوجہ ہونے لگے۔

وزیرِ اعظم پاکستان ذوالفقار علی بھٹو نے اپنی تصنیف ''متھ آف انڈی پینڈنس'' کا سرورق بطورِ خاص اسلم کمال سے ڈیزائن کروایا، جس پر خطاطی کا نمایاں مظاہرہ تھا۔

1976ء میں وزارت مذہبی امور، حکومت پاکستان نے پہلی بین الاقوامی سیرتؐ کانگریس کا لاہور میں

عمل : ظہور ناظم

عمل : ذوالفقار تابش
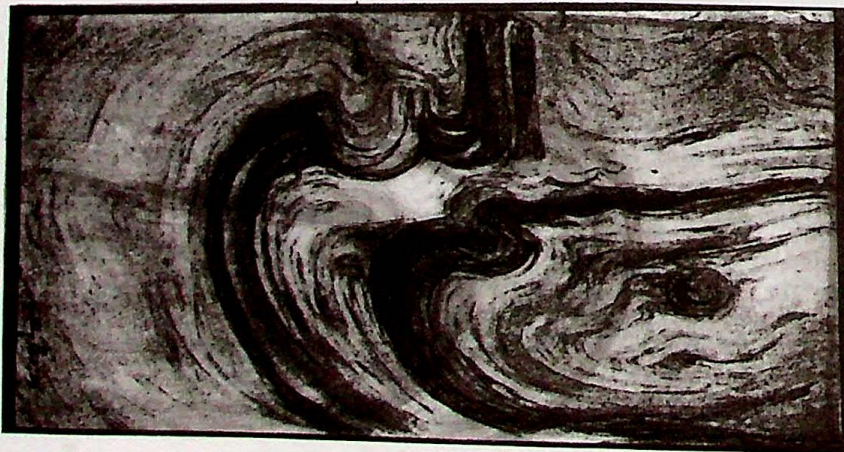
عمل : شفیق فاروقی

اہتمام کرنے کی سعادت حاصل کی ۔ نامور اہل علم تمام عالم اسلام سے شریک ہوئے ۔ اس موقع کی مناسبت سے وزارت مذہبی امور نے بطور خاص اسلم کمال کی مصورانہ خطاطی کی نمائش کا ہوٹل انٹر کانٹی نینٹل لاہور میں انتظام کروایا۔ مصری ٹیلی ویژن نے اس کی مکمل فلم بنائی ۔ اس نمائش کو ملکی اور غیر ملکی اہل علم نے دیکھا اور سراہا اور عربی خط میں مضمر مصورانہ امکانات کی کثرت پر خوشگوار حیرت کا شکار ہوئے ۔ پاکستان کی تاریخ میں یہ پہلا موقع تھا کہ کسی سرکاری تقریب کے ساتھ فنون لطیفہ میں سے کسی کی باقاعدہ نمائش کو منسلک کیا گیا تھا۔

روزنامہ مشرق (12 فروری 1476ء) کی ایک خبر مندرجہ ذیل ہے۔

''ملک کے ممتاز مصوّر اور خطاط اسلم کمال نے مصورانہ خطاطی میں بڑا منفرد مقام پایا ہے۔ ان کے نادر فن پاروں کو شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور نے ایک خوبصورت کیلنڈر کی صورت میں شائع کیا ہے۔ جو بارہ صفحات کے بڑے سائز پر مشتمل ہے۔ اس کے آخری صفحہ پر مصور اور خطاط کا بڑا پورٹریٹ اور ساتھ اس کی ایک انگریزی نظم دی گئی ہے، جس میں کائنات میں بکھرے ہوئے مہ و نجوم اُسے اپنے تراشیدہ حروف ابجد کی طرح نظر آتے ہیں''۔

یہ کیلنڈر مصورانہ خطاطی کا سب سے پہلا شائع ہونے والا کسی مصوّر خطاط کا اعزاز تھا۔ جس کی اشاعت نے مصوّرانہ خطاطی کی خوبصورتی، تقدس اور رنگوں کی کثرت کی دلکشی کی وجہ سے اس کے تجارتی مصرف کی طرف ملک کے تجارتی نشرواشاعتی اور تشہیری اداروں کو خاص طور پر متوجہ کیا۔ چنانچہ اگلے برس اسلم کمال کی مصورانہ خطاطی کا دوسرا کیلنڈر "Champion Paints)" نے شائع کیا۔

علامہ اقبال کے صد سالہ جشنِ پیدائش پر 1977ء کو سال اقبال قرار دیا گیا ۔ دسمبر 1977ء میں پنجاب کونسل آف دی آرٹس اور عجائب گھر لاہور نے مشترکہ طور پر علامہ اقبال کی شاعری کی مصوّری اور خطاطی پر مشتمل پاکستان کے چار مصوروں (عبدالرحمن چغتائی، صادقین، محترمہ عباسی عابدی اور اسلم کمال) کی تخلیقی کاوشوں کا گروپ شو کیا۔ مصورانہ خطاطی کے میدان میں صادقین اور اسلم کمال کے اسالیب نے تنوع آفرینی کا ایک پہلے ہی میدان گرم کر رکھا تھا۔ اب سالِ اقبال میں کلامِ اقبال کی مصوری کے حوالے سے بھی لوگ صادقین اور اسلم کمال کا موازنہ اور مقابلہ کرنے لگے تھے۔

انتظار حسین روزنامہ مشرق (78-7-8) میں ''باتیں اور ملاقاتیں'' میں ''اسلم کمال فن خطاطی کا صاحبِ کمال'' کے عنوان سے رقمطراز ہے۔

''اسلم کمال خطاطی کے پچھلے ریکارڈ توڑنے کے درپے نظر آتے ہیں ۔ مگر یہاں مقابلہ سخت ہے ۔ اس میدان میں صادقین جو موجود ہیں ۔ جو خود اگلے پچھلے ریکارڈ توڑنے میں مہارت رکھتے ہیں ۔ تعداد اور مقدار کے

عمل : سلیم اللہ صدیقی

عمل : ظل ہما

بھی بہت معنی ہوتے ہیں۔ کام اگر تھوڑا ہو تو بے شک اچھا ہو، آسانی سے فراموش کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اگر مضامین نو کے انبار لگا دیے جائیں تو زمانہ کیا کیا فراموش کرے گا اور کس حد تک فراموش کرے گا۔ اس کو کچھ صادقین ہی نے نہیں سمجھا ہے۔ اسلم کمال نے بھی گرہ میں باندھ لیا ہے۔ بس خطاطی میں ریس لگی ہوئی ہے، صادقین کا اشہبِ قلم ذرا بھی سست پڑا تو سمجھ لو اسلم کمال کا گھوڑا آگے جاوے ہی جاوے۔''

پی آئی اے کے ملازمین کی کلچرل سوسائٹی نے کراچی ایئر پورٹ کے ایک بہت بڑے ہال میں اسلامی فنون اور مصورانہ خطاطی کی بہت بڑی نمائش کا اہتمام کیا۔ جس کو اخباری اندازوں کے مطابق ایک ہفتہ میں ایک لاکھ بیس ہزار شائقین نے دیکھا۔ اس نمائش میں اسلم کمال، این وامق، انور انصاری اور سردار احمد کے فن پارے شامل تھے۔

مئی 1978ء میں حکومت کویت نے اپنے دارالحکومت الکویت میں ایک پورا ہفتہ مختلف ثقافتی تقریبات کے لیے وقف کیا۔ پاکستان نیشنل کونسل آف دی آرٹس نے پاکستان کی نمائندگی کے لیے مصور ڈیزائنر اور خطاط اسلم کمال کا انتخاب کیا۔ نیشنل گیلری اسلام آباد میں ایک الوداعی تقریب کا اہتمام کیا گیا اور اسلم کمال کی مصورانہ خطاطی کی وہ نمائش پورا ایک ہفتہ اہل اسلام آباد کے لیے لگائی گئی جو کویت روانہ ہونا تھی۔ مرکزی حکومت میں اس نمائش کا خوب شہرہ ہوا۔ مصوری اور خطاطی کے مشہور نقاد اور عالم پروفیسر سجاد حیدر پاکستان نیشنل کونسل آف دی آرٹس کے ڈائریکٹر تحقیق و تالیف رہے ہیں۔ ''پاکستان ٹائمز'' اسلام آباد کی اشاعت 22۔ اپریل 1978ء میں لکھتے ہیں۔

''اسلم کمال اپنے 45 فن پارے لے کر کویت روانہ ہو رہے ہیں۔ جہاں وہ 19 اپریل کو ''ہفتہ پاکستان'' کی تقریبات میں اپنی مصوّرانہ خطاطی کی نمائش کریں گے۔ اسلم کمال پہلے مصوّر اور خطاط ہیں جن کے فن کی یہ نمائش سرکاری سطح پر پاکستان نیشنل کونسل آف دی آرٹس ملک سے باہر بھجوا رہی ہے۔ اسی سلسلے میں نیشنل گیلری اسلام آباد میں ان کے فن پاروں کی یہ حالیہ نمائش دراصل ایک پری ویو (Pre View) کے طور پر ہو رہی ہے۔ دوسرے الفاظ میں یہ مصوّر کے لیے ایک الوداعیہ بھی ہے۔''

''اسلامی فنِ خطاطی جو بلا شبہ مسلمانوں کا عظیم ترین فن ہے۔ اس کے بارے میں یہ خیال عام ہو گیا تھا کہ یہ فن ایک لمبے عرصے سے جمود کا شکار چلا آرہا ہے۔ لیکن اب انتالیس سالہ اسلم کمال نے ایک لمبا فنی اور تکنیکی سفر طے کر کے اس فن کو جمود سے نجات دلا دی ہے۔ کوفی اور نسخ کے امتزاج سے متکامل ہونے والا اسلم کمال کا یہ منفرد اور انتہائی دلآویز اسلوب اپنے دامن میں خطاطی کے تمام کلاسیکی محاسن اور جدید مصوری کے تمام نمائندہ رویّوں کو ایک فطری اکائی میں ہم آہنگ کر دیتا ہے۔ (اقتباس)

''نستعلیق کے موجد میر علی تبریزی کی طرح اسلم کمال کا یہ ذاتی اسلوب بھی ایک عمیق فنی مراقبے کا ثمرہ ہے۔

مدھامتن
فبای الاء ربکما تکذبن

متکین علی رفرف خضر و عبقری حسان
فبای الاء ربکما تکذبن
تبرک اسم ربک ذی الجلل والاکرام

حور مقصورت فی الخیام
فبای الاء ربکما تکذبن
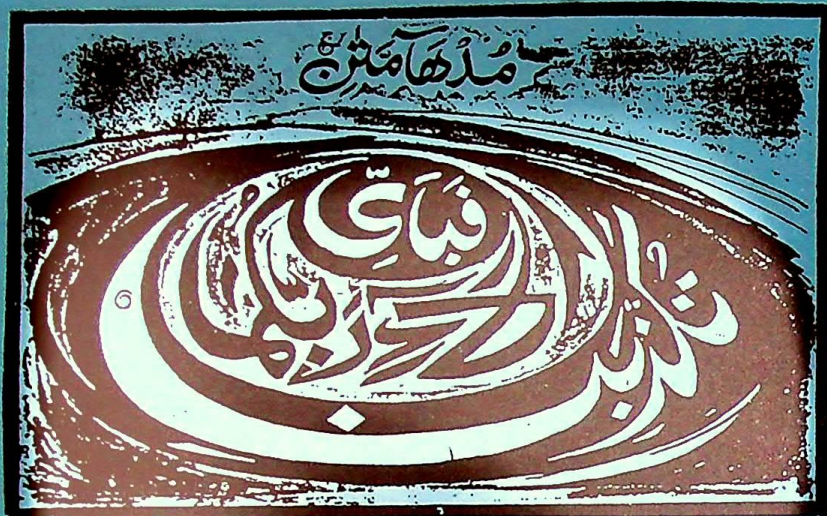
عمل : صادقین

اسلم کمال کے فن پاروں میں تصویری ہیولے دعاؤں کی طرح بلند ہوتے اور بشارتوں کی طرح اترے محسوس ہوتے ہیں۔'' (اقتباس)۔

کویت کے مشہور عربی اخبار روزنامہ الانباء (78-4-25) کا کلچرل کالمسٹ لکھتا ہے'' خالد یہ یونیورسٹی کویت کے سائنس ہال میں پاکستان کے معروف مصور اور خطاط اسلم کمال کے فن پاروں کی نمائش اس وقت کویت شہر کی اہم ترین تقریب ہے۔ اسلم کمال کی زبان عربی نہیں ہے لیکن اس نے اپنی مصوری اور خطاطی میں عربی سے عربوں کو حیرت میں ڈال دیا ہے۔ عربی لکھنے کا یہ ایک بالکل نیا اسلوب ہے، جس کی دلفریبی اور دلکشی دیدنی ہے۔ مقامی صحافیوں، ادیبوں، دانشوروں، شاعروں کے ساتھ فنونِ لطیفہ کے شائقین اور طلبا اور طالبات نمائش میں ہر وقت اسلم کمال کے گرد گھیرا ڈالے رہتے ہیں اور مکالمہ کرتے نظر آتے ہیں۔ یونیورسٹی کے طلبا اور طالبات آرٹ پیپر اور مارکر لیے اسلم کمال کے جہازی سائز کے آٹو گراف لیتے ہیں اور اس کے نقش کی فوٹو کاپیاں نوٹس بورڈوں پر جا بجا نظر آتی ہیں۔

'' کائنات کے اسرار و رموز کا قفل کھولنے اور مزید معانی کی پرتیں اتارنے کے لیے اسلم کمال نے روشنی اور رنگ کے طلسم میں حروف ابجد کو عماراتی موٹفس (گنبد و طاق ومحراب و مینار) کے ساتھ ہم آہنگ کر کے ایک مابعد الطبیعاتی تناظر مصوری میں متعارف کروایا ہے۔ اسلم کمال کی زبردست امیجری اور تخلیقی رسائی فنِ مصوری و خطاطی میں ایک نئے باب کا اضافہ ہے۔ (اقتباس)''

6 اکتوبر 1980ء کو ریڈیو ٹی وی اور دیگر ذرائع ابلاغ نے خبر دی۔ روزنامہ ڈان 7 جنوری 1980ء کی خبریوں ہے۔ ''نیویارک 5 اکتوبر۔ صدرِ پاکستان ضیاء الحق نے گزشتہ روز صادقین اور اسلم کمال کی کیلی گرافی کے دو فن پارے میٹروپولیٹن میوزیم آف آرٹ نیویارک کو تحفہ میں دیئے اور دوسری صدی ہجری کا لکھا ہوا قرآنِ پاک کا نسخہ میوزیم کو بھجوانے کا وعدہ کیا۔''

مصورانہ خطاطی نے اپنے ارتقا اور مقبولیت کا ایک اور معرکہ سر کیا۔ پاکستان نیشنل کونسل آف دی آرٹس کے زیر اہتمام خطاطی اور مصورانہ خطاطی کا ایک روزہ کنونشن اسلام آباد میں منعقد ہوا۔ جس کی صدارت وزیر ثقافت نے کی۔ ملک بھر سے مصوروں اور خطاطوں نے شرکت کی۔ ڈاکٹر سیف الرحمان ڈار، ڈائریکٹر لاہور میوزیم، محترمہ عباسی عابدی پرنسپل نیشنل کالج آف آرٹس، محترمہ مریم حبیب ناقدۂ فن اور جناب منصور قیصر ادیب و صحافی نے بطور مبصر شرکت کی۔ خطاطوں اور مصوروں میں حافظ یوسف سدیدی، اسلم کمال، رشید بٹ، نادر القلم، ابن کلیم، شفیق فاروقی، خدا بخش ابرو، اے جی ثاقب، غلام سرور راہی نمایاں تھے۔ (دی مسلم 80-10-15)

سورۃ الفیل مکیۃ
بسم اللہ الرحمن الرحیم
الم تر کیف فعل ربک باصحب الفیل

عمل : صادقین

مصورانہ خطاطی نے اپنے آپ کو منوالیا۔ اپنے ہونے اور سربلند ہونے کا جھنڈا لہرادیا۔ پاکستان کے بصری فنون میں اسے باقاعدہ شامل کرلیا گیا۔ یعنی سرکاری سطح پر دوسرے فنونِ لطیفہ کے برابر کا فن اِسے تسلیم کرلیا گیا۔ دسمبر 1980ء میں پاکستان نیشنل کونسل آف دی آرٹس کے تحت بصری فنون کی قومی نمائش ہوئی۔ حصہ مصوری کی نمائش اسلام آباد اور حصہٴ خطاطی و مصورانہ خطاطی کی نمائش لاہور عجائب گھر میں ہوئی۔ بی اے قریشی چیئرمین لاہور میوزیم کی قیادت میں انعامات کے تعین کے لیے ڈاکٹر اکبر نقوی، جمیلہ زیدی، گل جی، قطب شیخ، عطا شاد، ڈاکٹر سیف الرحمان ڈار ڈاکٹر ایس کے بٹ پر مشتمل جج صاحبان کا پینل بنایا گیا۔ اس پینل کے فیصلے کے مطابق روزنامہ جنگ کی خبر درج ذیل ہے۔

''تخلیقی خطاطی یا مصورانہ خطاطی میں اسلم کمال، سردار احمد اور زرینہ خورشید کو بالترتیب اوّل دوم اور سوم انعامات کا حق دار قرار دیا گیا۔ روایتی خطاطی میں سید انور حسین نفیس رقم، قاری غلام محمد قادری مستجاب رقم اور خورشید عالم گوہر رقم کو بالترتیب اول دوم اور سوم قرار دیا گیا۔ خطِ نستعلیق میں حافظ یوسف سدیدی، صوفی خورشید عالم اور محمد جمیل حسن بالترتیب اول دوم اور سوئم قرار پائے۔

''روزنامہ امروز'' لاہور اور ''روزنامہ تعمیر'' راولپنڈی نومبر 1980ء میں منصور قیصر لکھتے ہیں۔

''پچھلے دنوں پاکستان نیشنل کونسل آف دی آرٹس کے زیرِ اہتمام خطاطی کا ایک روزہ کنونشن ہوا تھا۔ جس میں مجھے بھی ایک مبصّر کے طور پر شرکت کا موقع ملا۔ اس کی مفصل رپورٹ روزنامہ تعمیر اور امروز میں آچکی ہے۔ آج کل راولپنڈی اسلام آباد میں علمی ادبی محفلیں خوب جم رہی ہیں لیکن ان میں گرما گرم بحثیں سن سن کر کبھی کبھی کانوں میں خارش کچھ زیادہ ہی ہونے لگتی ہے، جس کی وجہ لب و لہجے کا منفی پن ہے۔ علم وفکر اور ادب وفن میں ہی کیا زندگی کے ہر شعبے میں آگے بڑھنے ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کا جذبہ انسان کا فطری جذبہ ہے جو فن کاروں میں ذرا زیادہ ہوتا ہے۔ اس کی ایک قابلِ تقلید مثال اس وقت خطی مصوری یا مصور خطاطی میں دیکھنے میں آرہی ہے۔ اس تصویری خطاطی یا رنگدار خطاطی کی ابتدا حنیف رامے نے کی یا شاکر علی نے؟ لیکن ان کا ایک لمبے عرصے سے کوئی کام دیکھنے میں نہیں آرہا ہے۔ اس لیے اس طرزِ خطاطی یا اسلوبِ مصوری کا جھنڈا گاڑھنے والا صادقین ہے۔ ہاں البتہ صادقین کے بعد اس میدان میں دوسرا بڑا نام بلا شک وشبہ اسلم کمال ہے۔ جس محفل میں صادقین کی بات چلتی ہے تو اس کے پیچھے پیچھے اسلم کمال کا ذکر بھی ضرور آتا ہے۔ افسوس ان جوشیلے حضرات پر ہے جو اس طرح کی بحثوں میں صادقین اور اسلم کمال کو ایک دوسرے کا تخلیقی یا فنی حریف ثابت کرنے کی بجائے ان کو ازلی اور ابدی ایک دوسرے کا جانی دشمن ثابت کرنے پر اپنی ساری ذہانت خرچ کرتے ہیں۔ یہ حضرات یہ جوشیلے حضرات نہ فن کے
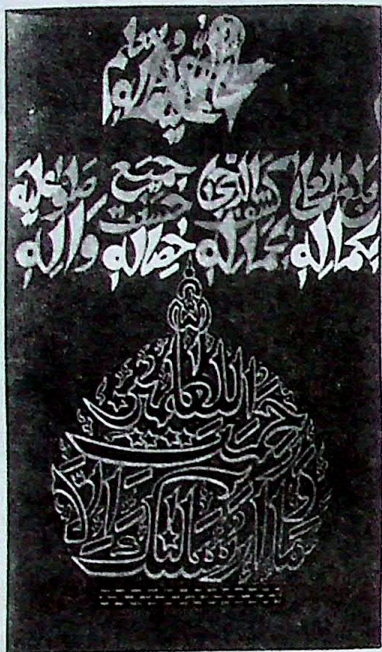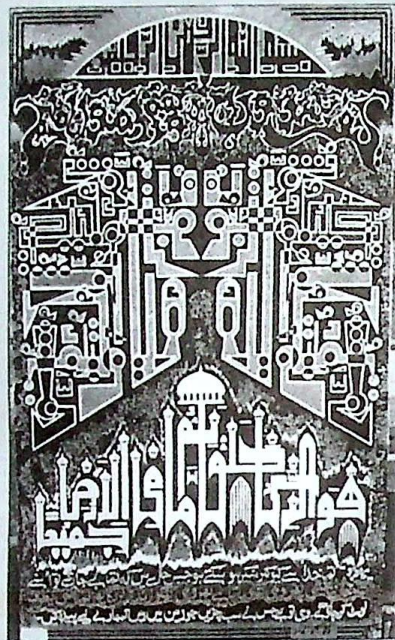
عمل : ایم نسیم شہزاد

عمل : غلام فرید بھٹی
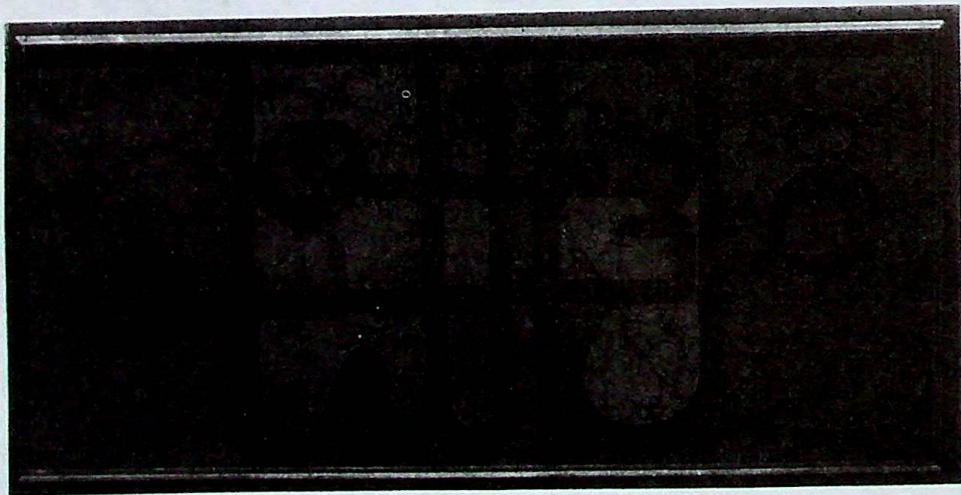
عمل : زرینہ خورشید

ہمدردنہ فن کاروں کے بہی خواہ ہیں۔ صادقین اور اسلم کمال کے ایک دوسرے سے یکسر الگ طرزِ مصوری و خطاطی ہی دراصل وہ تحریکی عوامل ہیں جو اس فنِ خطاطی کی تیزی سے بڑھتی ہوئی مقبولیت کے پس پردہ کارفرما ہیں۔ بلاشبہ یہ اسلم کمال کا کارنامہ ہے کہ اُس نے صادقین جیسے مصوّر کی موجودگی میں اور اس کی آسمان سے باتیں کرتی شہرت اور ناموری کے دور میں اپنے آپ کو اتنی تیزی سے منوالیا ہے۔ اُس کا صادقین کا مصورانہ سحر توڑ دینا فی الواقع ایک ایسی ناقابلِ تردید حقیقت ہے جس نے دوسرے مصوروں اور خطاطوں کو بھی اب اس میدان میں کودنے کی ہمت اور جرات دی ہے۔ وگرنہ صادقین جیسے جن کے ہوتے ہوئے کوئی دوسرا دم مارتا نظر نہیں آ رہا تھا۔ صادقین اور اسلم کمال نے خطاطی لگ بھگ آگے پیچھے ہی شروع کی ہوگی۔''

''بلاشبہ صادقین بہت پہلے سے ایک مانا ہوا عالمگیر شہرت کا مصوّر ہے اور اسلم کمال ایک ہونہار نوآموز ہے لیکن کتابوں اور رسالوں کے سرورق تخلیق کرنے میں یقیناً اس کا بھی کوئی ثانی نظر نہیں آتا۔ یہ ایک اتفاق ہے کہ دونوں نے کلامِ اقبال کی مصوری ایک ساتھ شروع کی اور ایک ساتھ نمائش بھی لاہور میں ہوئی۔ اب ان دونوں کی مصور خطاطی کی ایک ایک تصویر صدرِ پاکستان نے اپنے دورہ امریکہ میں وہاں کے ایک اعلیٰ میوزیم کو تحفتاً دی ہے۔
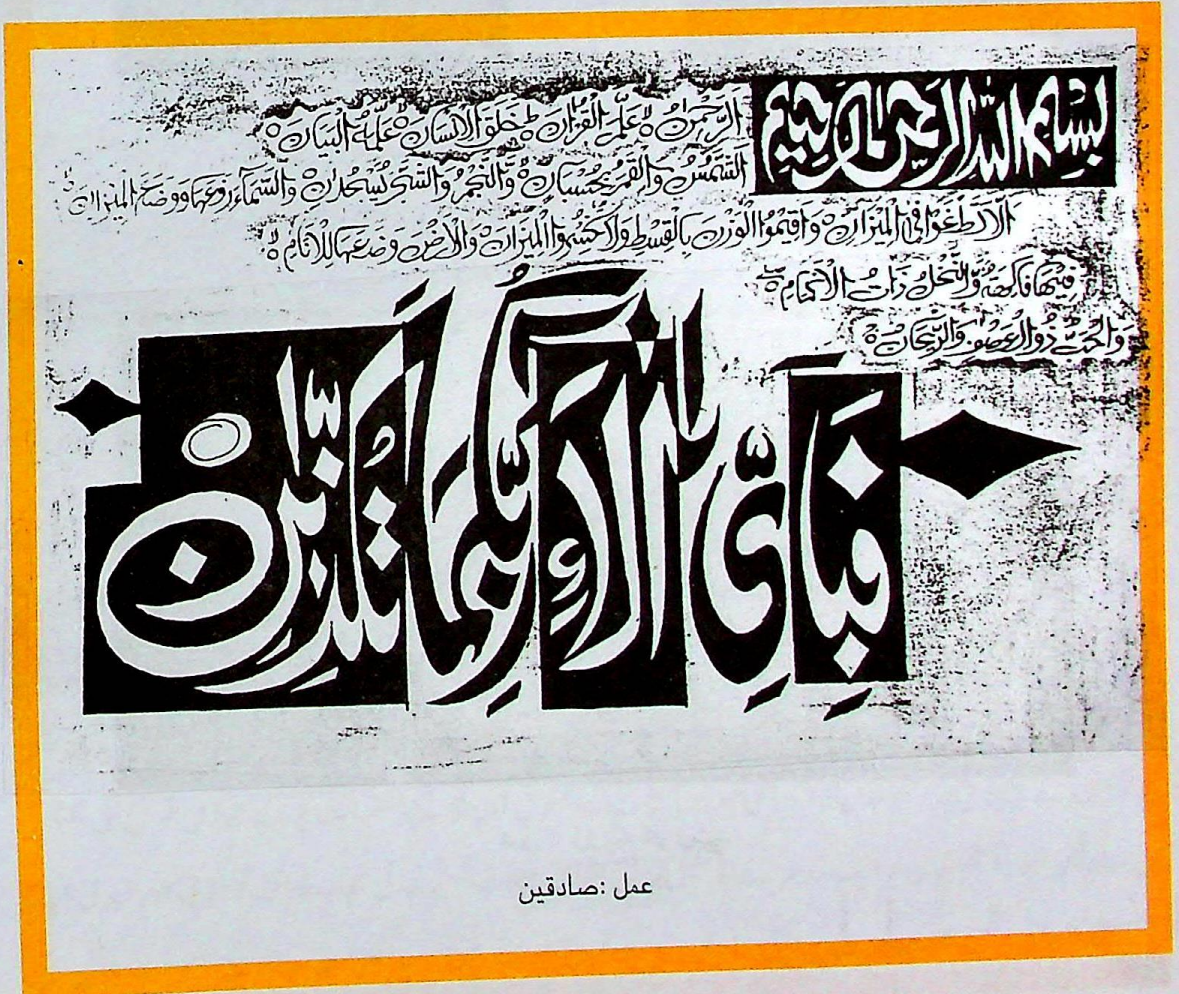
عمل :صادقین
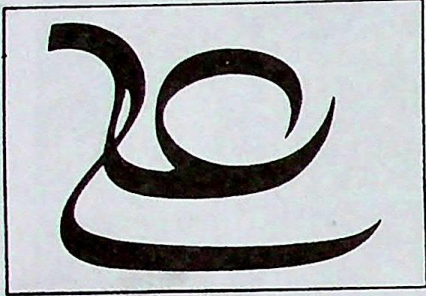
عمل : حنیف رامے

عمل: زوار حسین

ان اتفاقات سے ایک دوسرے کے درمیان ان میں جو دوڑ کا تاثر ملتا ہے۔ اس کو مثبت رنگ میں دیکھنا چاہیے اور یہ پاکستان کی مصوری کے لیے ایک خوش آئند بات ہے۔ جہاں تک مقام اور مرتبے کا تعلق ہے صادقین صادقین ہے۔ ہوسکتا ہے کل اسلم کمال، اسلم کمال ہو۔''

عمل: صادقین
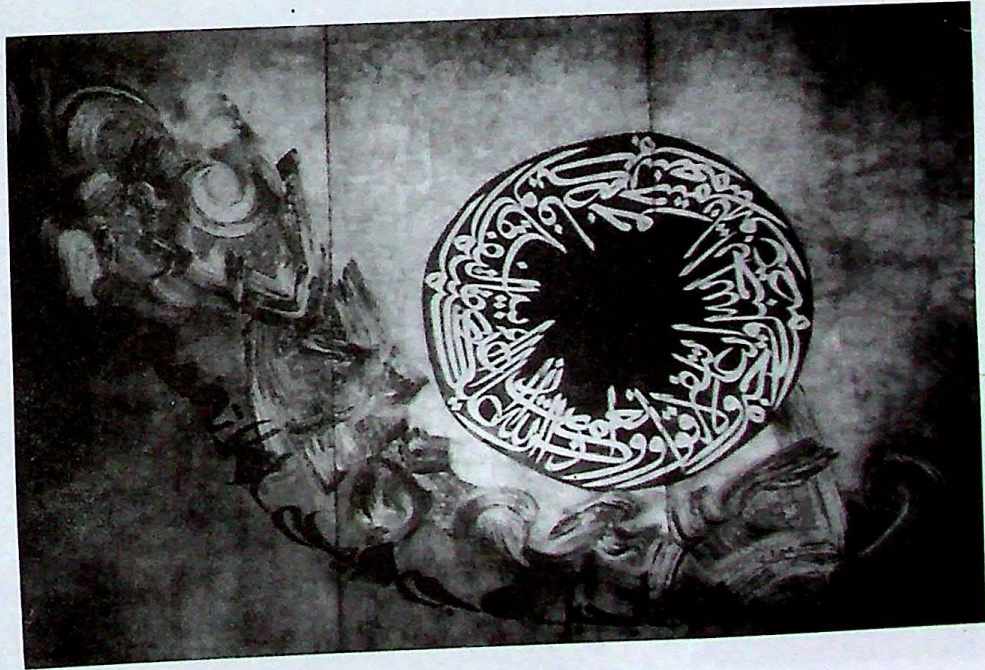
عمل: گل جی

عمل : شبنم انور دلؔ
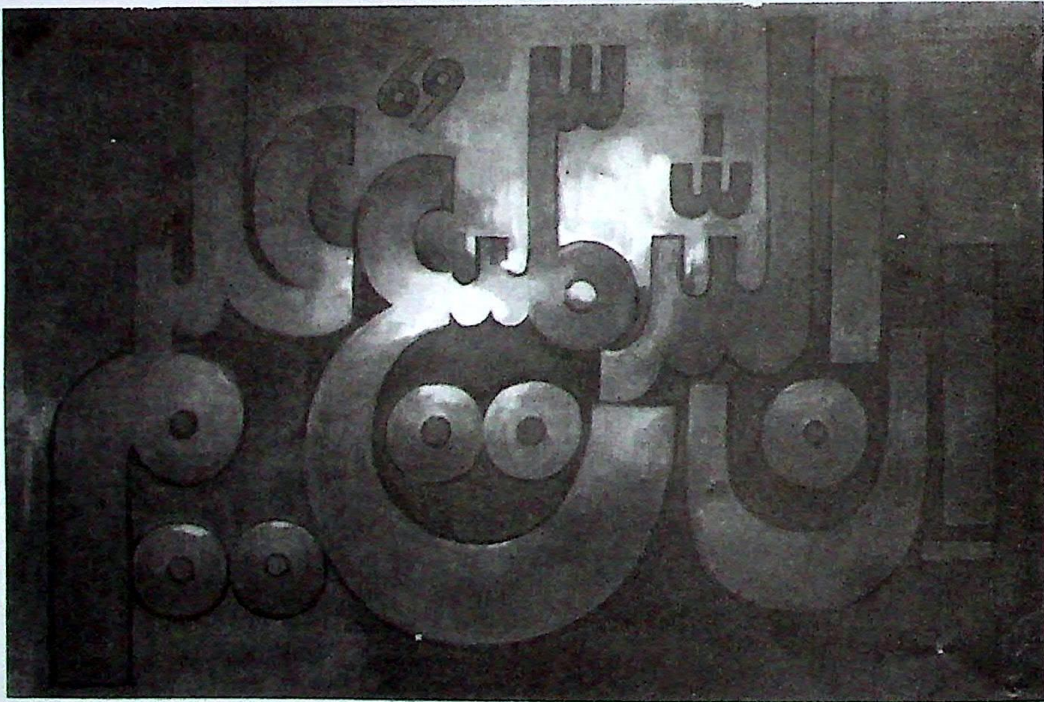
عمل : بشیر موجد
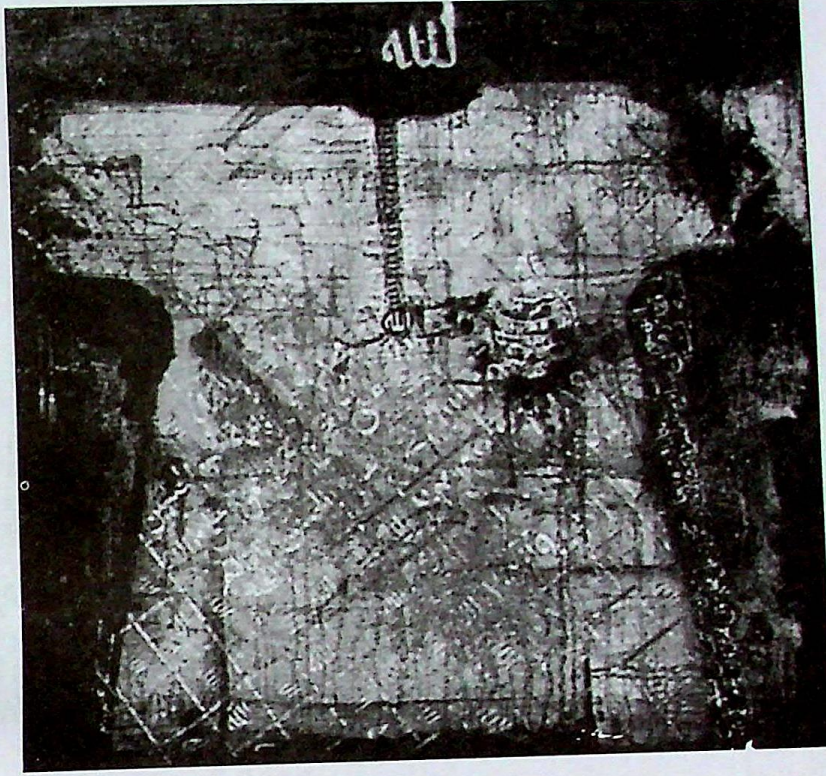
عمل: عسکری میاں ایرانی

عشرہ چہارم (1980ء تا 1990ء) اخبارات ورسائل اور تواریخ کی زبانی

خطاطی کا فن ایک عظیم اور قدیم فن ہے۔ جس کی جڑیں ماضی میں بہت گہری ہیں۔ یہ فن مسلم معاشروں میں بہت معزز فن شمار ہوتا آیا ہے جس میں مال و دولت اور سماجی رتبہ وحیثیت کے ہر امتیاز کے بغیر ہر کوئی مشق ہنر کر سکتا تھا یوں یہ ایک جمہوری فن تھا، ایک شریف پیشہ تھا، نفیس ترین ذوق کا اظہار اور اظہار کا بلیغ ترین ذریعہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آج اس کی تاریخ، ارتقا اور عروج زوال پر کتابیں لائبریریوں میں دستیاب ہیں۔ جبکہ قیام پاکستان کے بعد اس سرزمین پر پیدا ہونے اور پروان چڑھنے والی ایک نوزائیدہ صنفِ فن المعروف ''مصورانہ خطاطی'' 1980ء تک کسی کتاب الاستناد سے محروم رہی۔ اس سلسلے میں جو پہلا کام سامنے آیا وہ ڈاکٹر سیف الرحمٰن ڈار، ڈائریکٹر لاہور میوزیم کے قلم سے ظہور میں آیا۔ آپ نے ایک جامع اور طویل مقالہ بعنوان Islamic Calligraphy بزبان انگریزی پشاور یونیورسٹی کے شعبہ آثار قدیمہ کی دعوت پر تحریر کیا اور اسی شعبہ کے زیر انتظام چار روزہ بین الاقوامی سیمنار بعنوان ''آثارِ قدیمہ۔ تعمیر اور خطاطی'' بمقام ہوٹل انٹر کانٹینینٹل پشاور میں پڑھا۔ ملکی اور غیر ملکی مندوبین اور سامعین

عمل: اسلم کمال (1976)
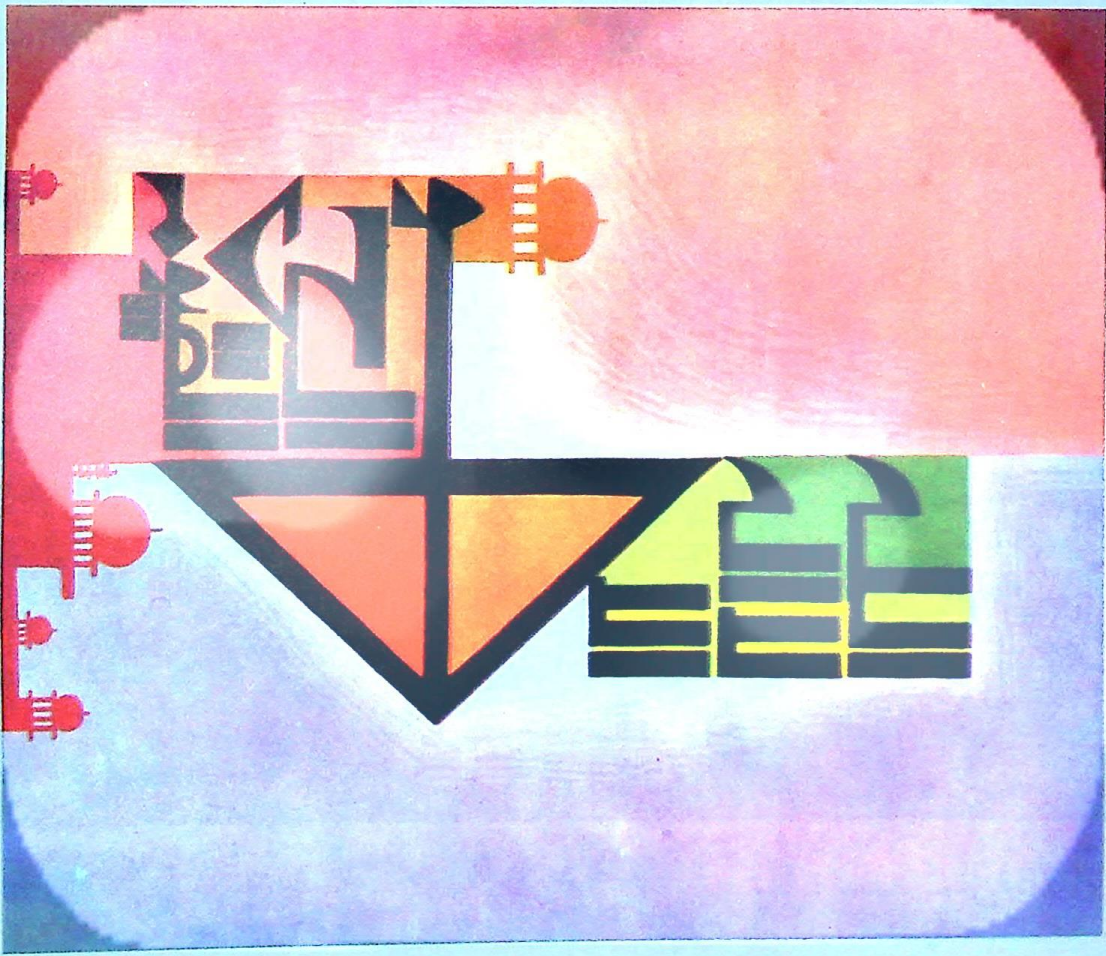
عمل: اسلم کمال
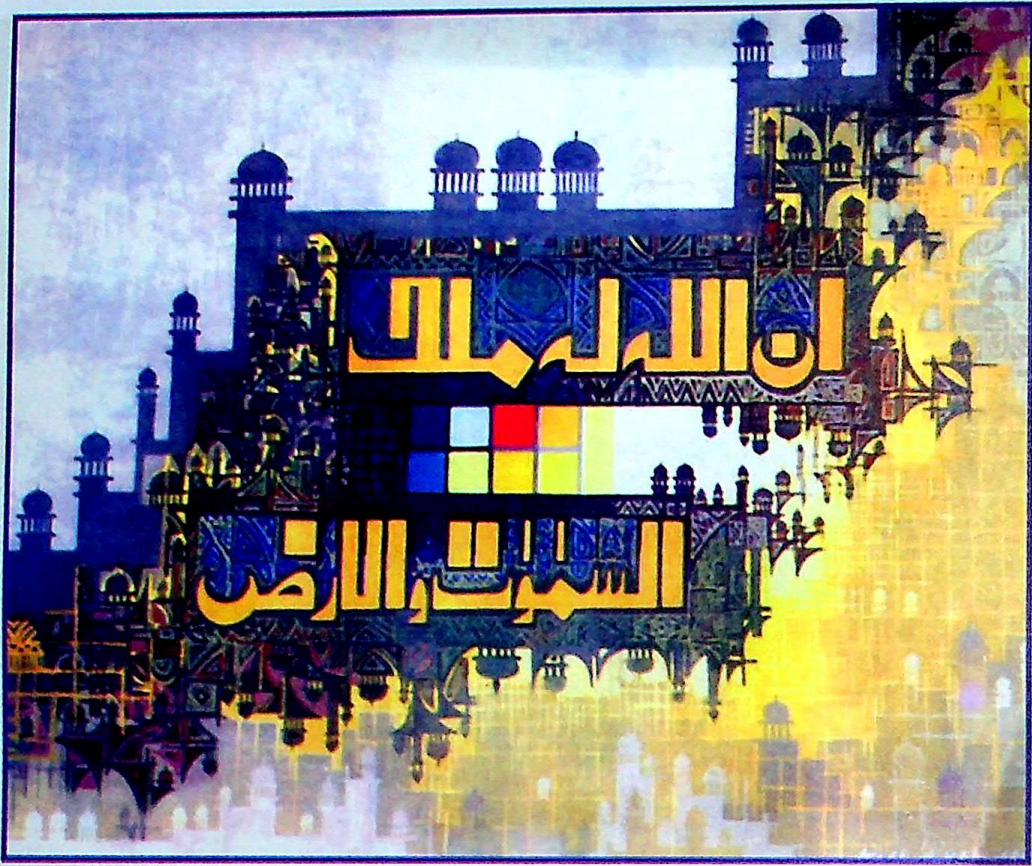
عمل: اسلم کمال

عمل: گُل جی
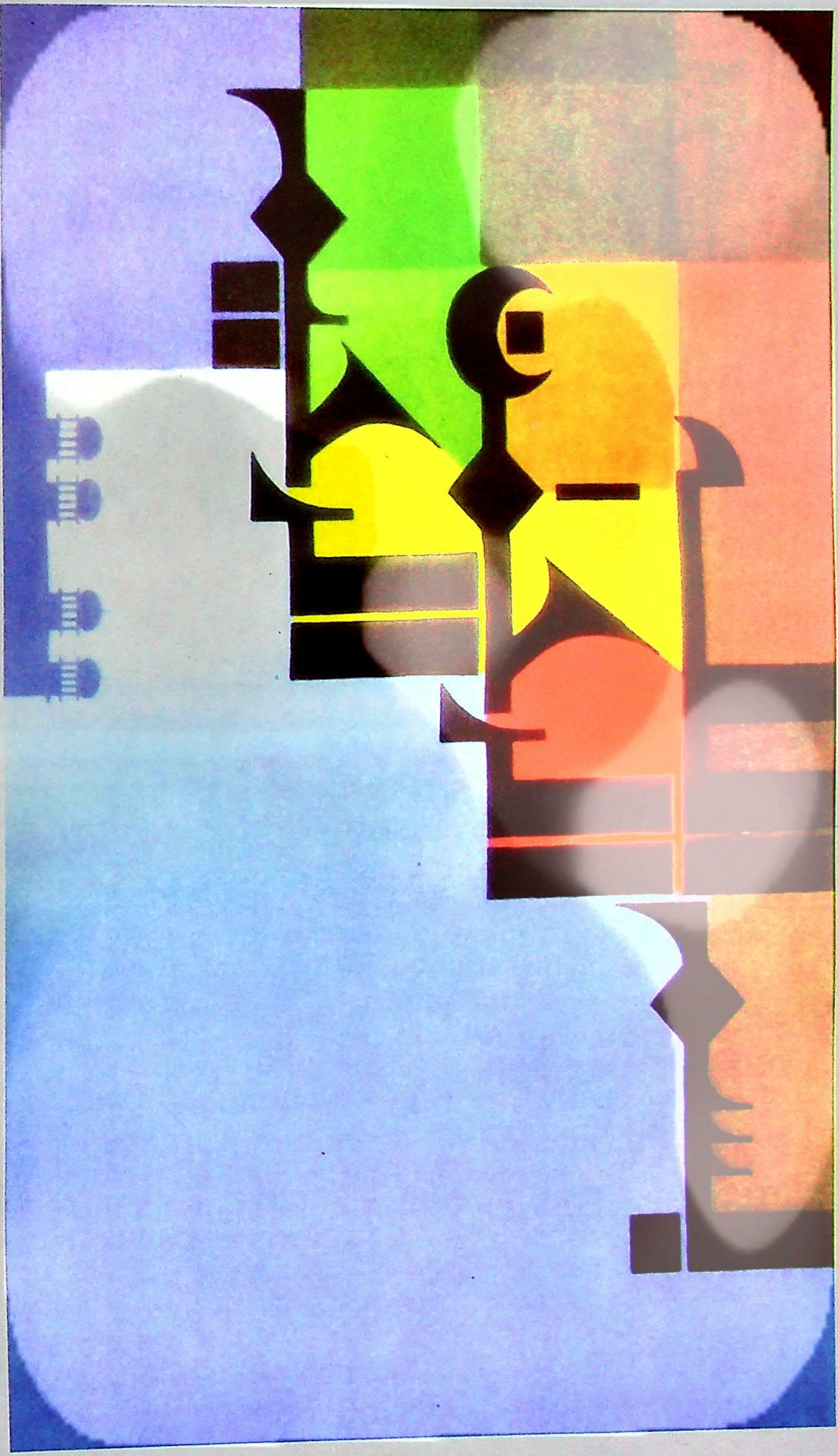
عمل: اسلم کمال (1996)

عمل: اسلم کمال

عمل: عسکری میاں ایرانی

عمل: احمد خان

عمل : اسلم کمال

عمل: صادقین

عمل : اسلم کمال

عمل: صادقین

عمل: صادقین

مُتَّكِئِينَ عَلَىٰ فُرُشٍ بَطَائِنُهَا مِنْ إِسْتَبْرَقٍ
وَجَنَى الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ
فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ

عمل: صادقین

عمل : اسلم کمال

ھجرہ صدی کے آغاز پر یونیسف کا تہنیتی کارڈ　　　عمل : اسلم کمال
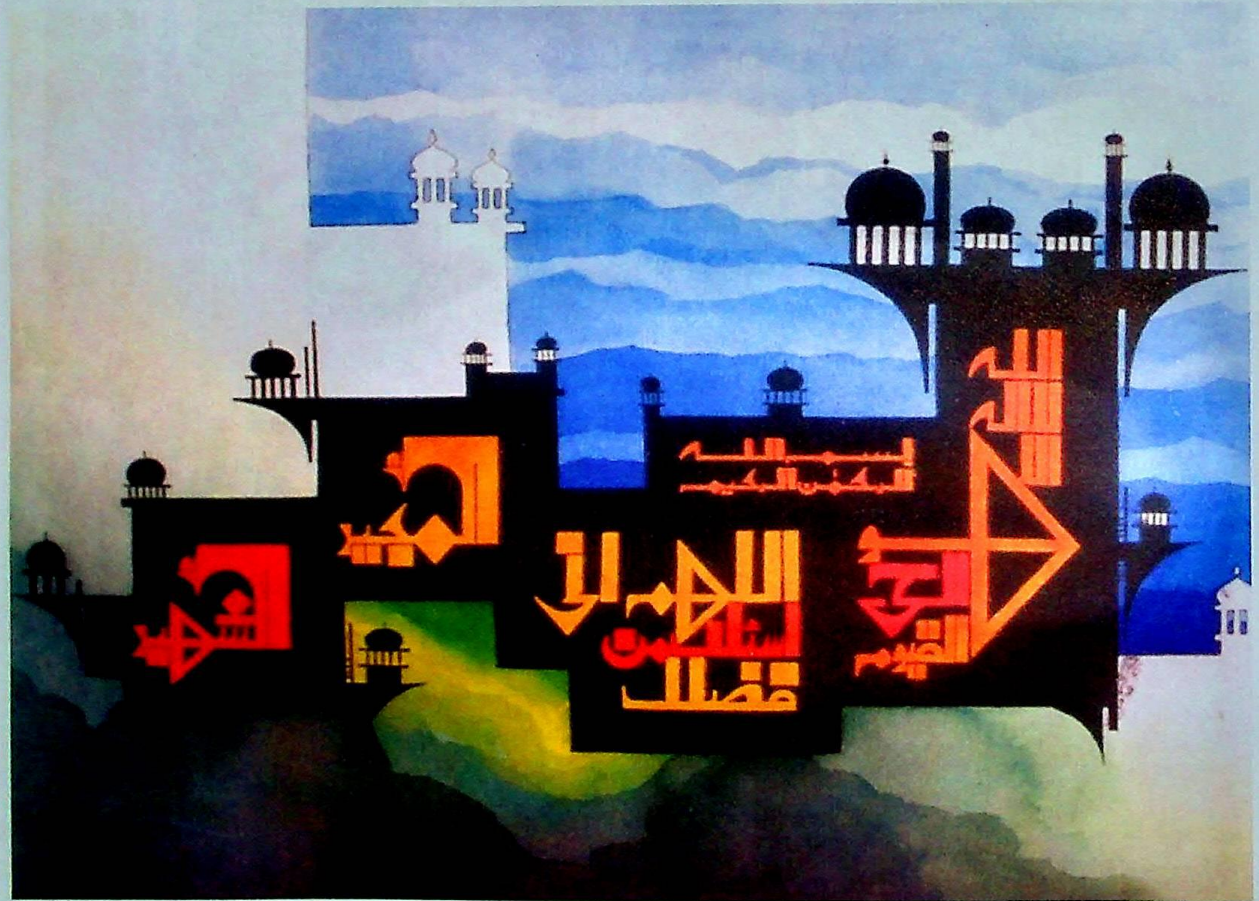
پاکستان کیلی گرافک آرٹسٹس ایسوسی ایشن کی بین الاقوامی نمائش کا دعوت نامہ　　　عمل: اسلم کمال

بسم الله الرحمن الرحیم
هو الله الذی لا اله الا هو
الحمد لله الذی خلق السموات والارض وجعل الظلمات والنور
وجعلنا من الماء کل شیء حی
بسم الله الرحمن الرحیم
الحمد لله الذی خلق السموات والارض وجعل الظلمات والنور
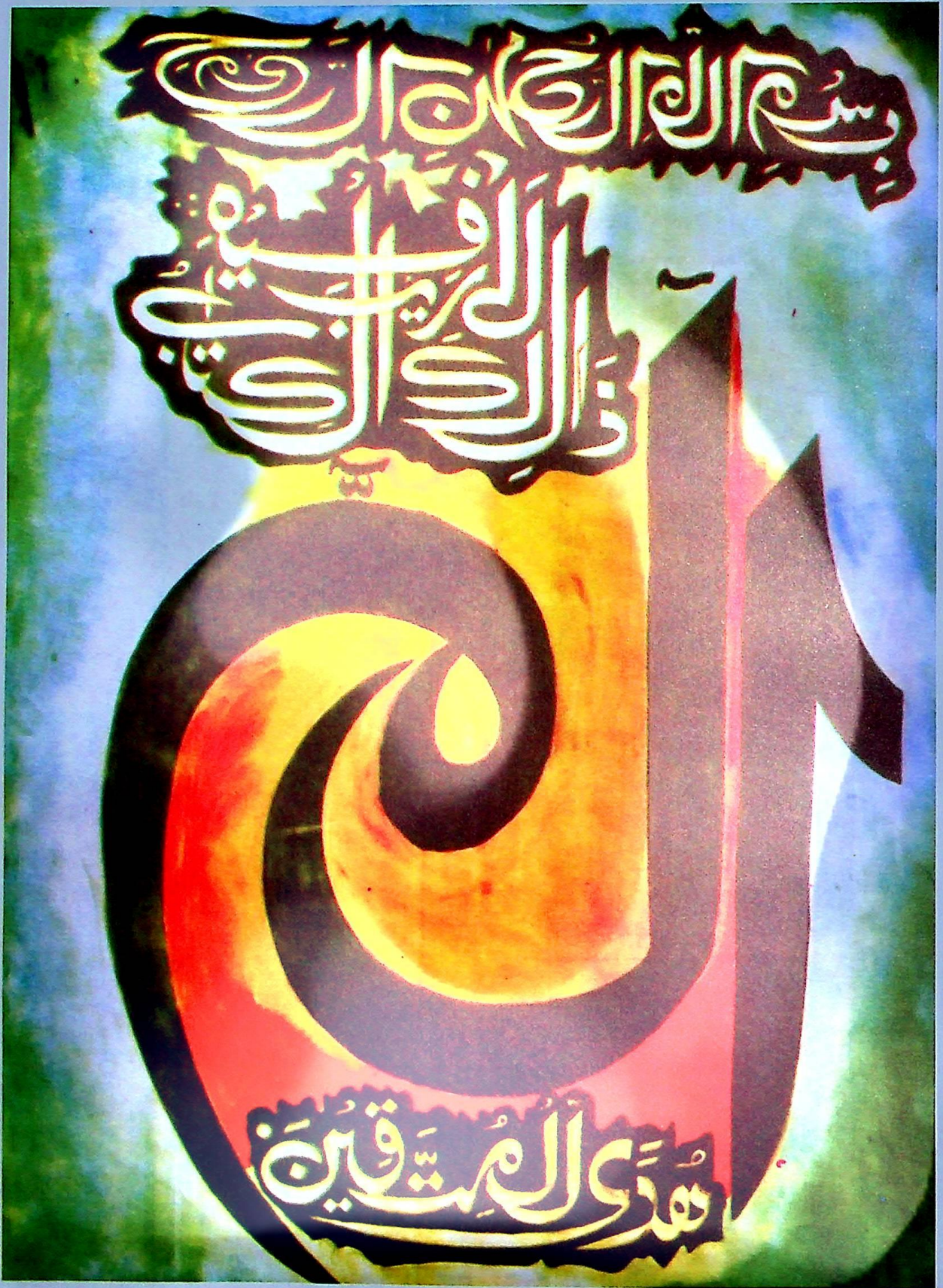
عمل: صادقین

عمل: صادقین
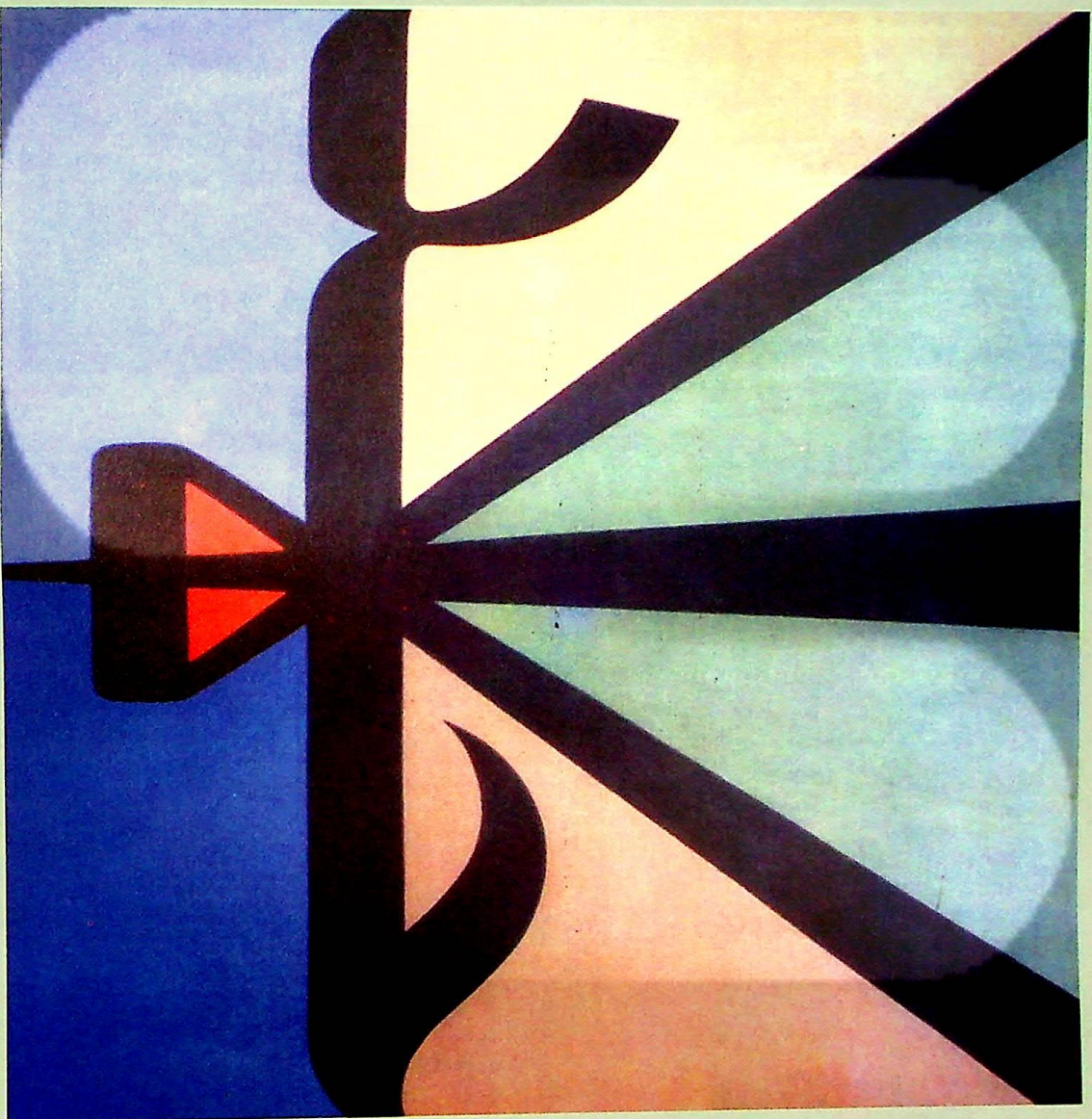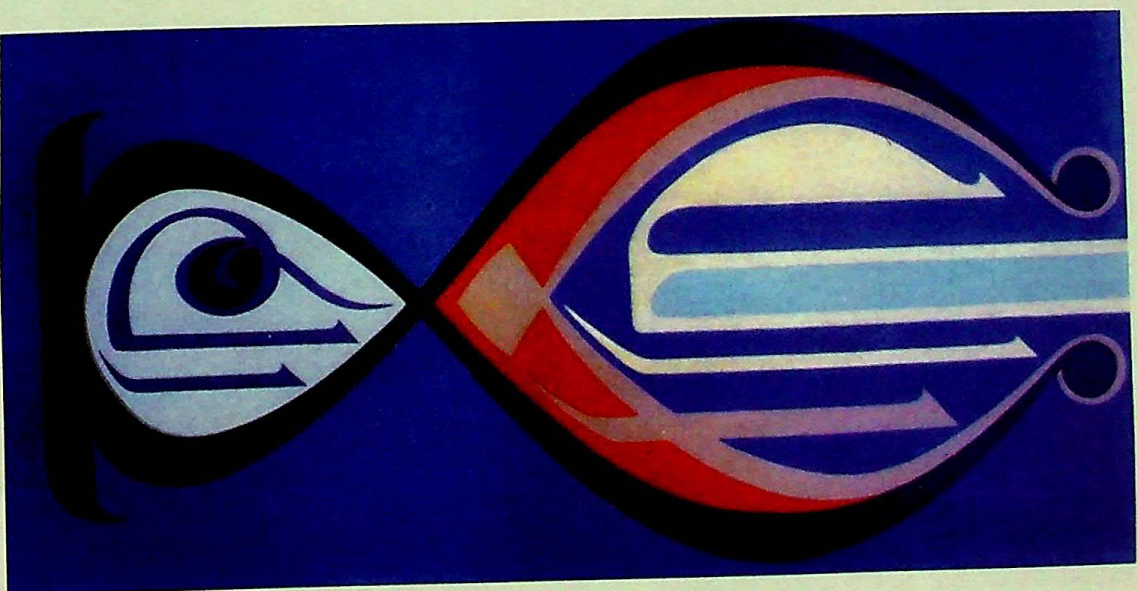
عمل: حنیف رامے
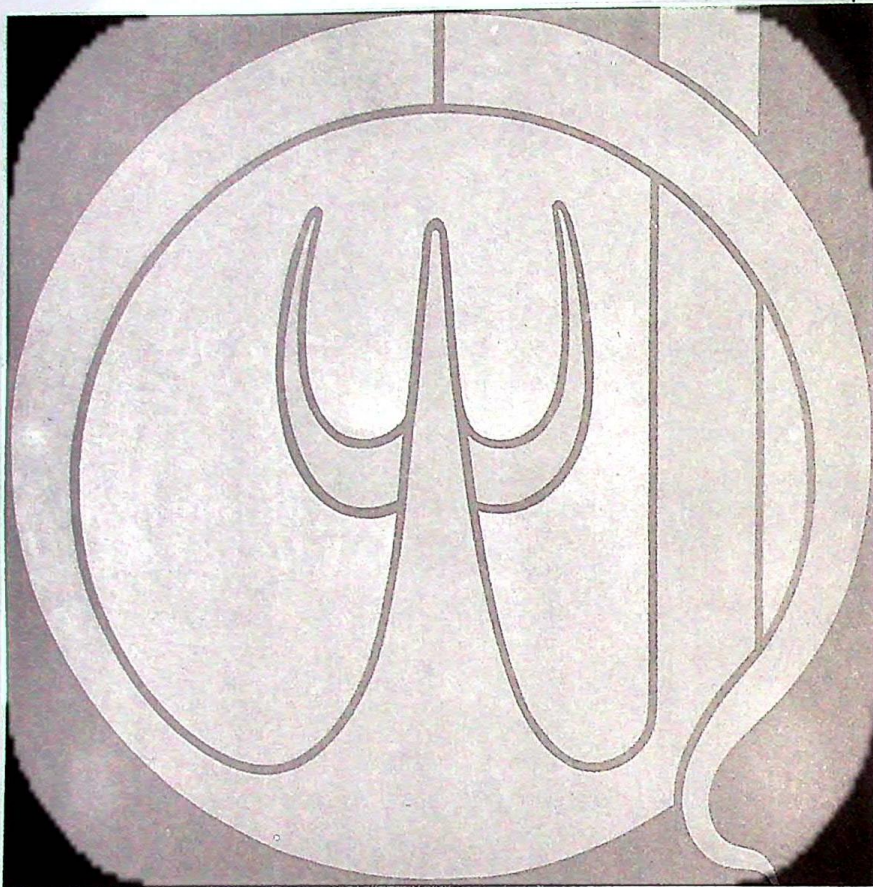
عمل: حنیف رامے

عمل : حنیف رامے

نے اسے بہت سراہا اور اسے کتابی شکل دینے کا مطالبہ کیا۔ چنانچہ شعبہ آثارِ قدیمہ پشاور یونیورسٹی نے اسے کتابی شکل میں چھپوایا اور مفت تقسیم کیا گیا اور اس کتاب یا کتابچہ کا دوسرا ایڈیشن 1982ء میں آ گیا۔ خطاطی اور مصورانہ کی یہ وہ اوّلیں تاریخ ہے جس میں پاکستان میں ظہور پذیر ہونے والے ٹیکنیکی تخلیقی اور اجتہادی اضافوں کا بھی احاطہ کیا گیا ہے۔ فن پاروں کے عکس بھی شامل کیے گئے ہیں۔ اس حوالے سے مصورانہ خطاطی کے پہلے مورخ ہونے کا اعزاز ڈاکٹر ڈار کو بجاطور پر جاتا ہے۔ ''نئے رجحانات'' کے عنوان کے تحت اس کتاب میں یوں بیان ہوا ہے۔

''پاکستان میں اس رجحان (مصورانہ خطاطی) کے بانی شاکر علی ہیں۔ حسنِ اتفاق سے جو اس ملک میں جدید مصوری کے باپ کہلاتے ہیں۔ انہوں نے اگرچہ تھوڑا کام کیا لیکن راستہ دکھا گئے۔ شاکر علی کے بعد حنیف رامے نے بیڑا اٹھایا۔ تاہم یہ دونوں بانی دادِ فن جاری نہ رکھ سکے۔ یہ کام صادقین اور اسلم کمال نے کیا۔ انہوں نے باقاعدہ دو تحریکوں کی صورت میں اس رجحان کو آگے بڑھایا اور یہ امرِ واقعہ ہے کہ یہ دونوں ہی اصل اس میدان کے حقیقی رہنما ہیں۔ صادقین اپنے فن اور اپنے انداز کے مشہور مصور ہیں۔ انہوں نے مصورانہ خطاطی کی تحریک میں روح پھونک دی اور عوام الناس کے علاوہ افسر شاہی میں بھی اسے مقبول بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ انہوں نے
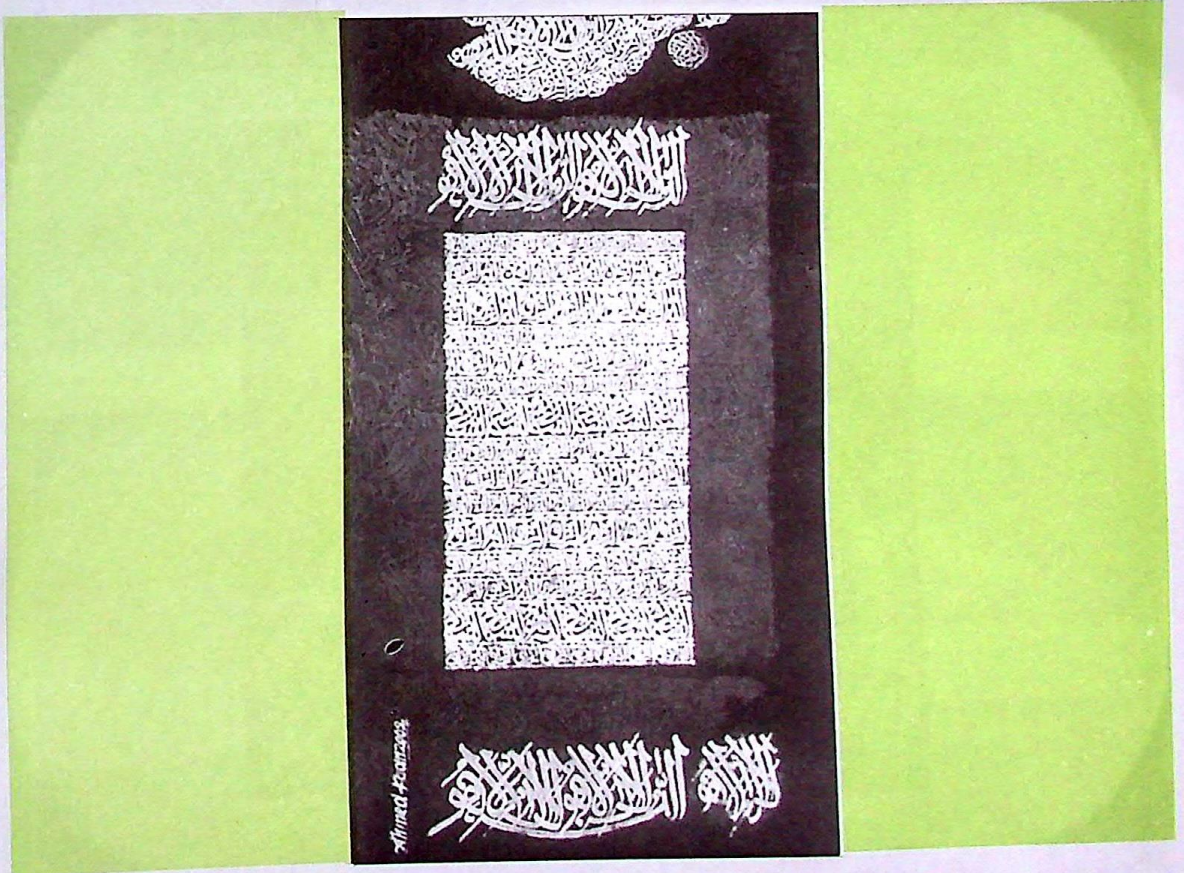
عمل: احمد خان
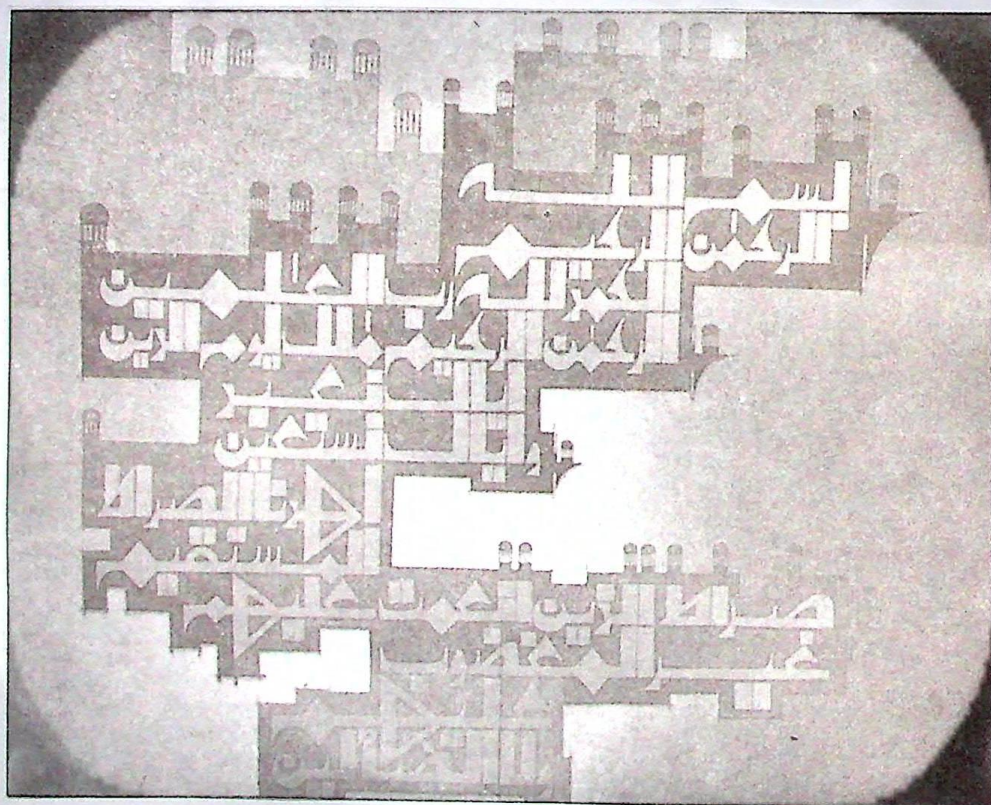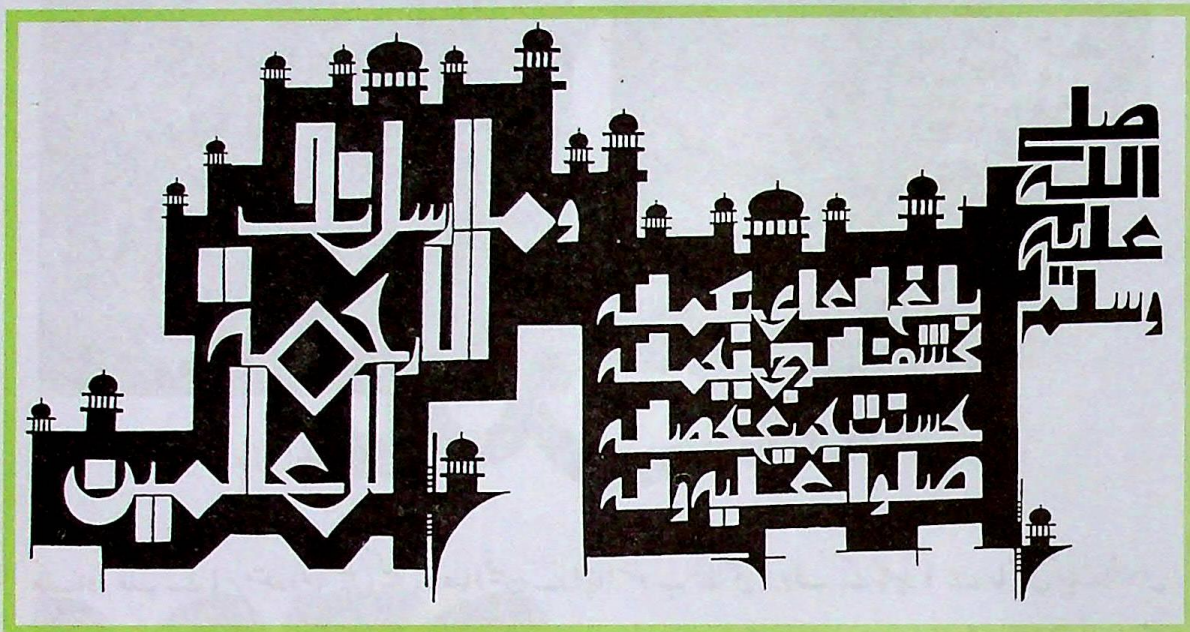
عمل : اسلم کمال

عمل: آفتاب احمد

عمل: غظنفر علی رانا

ملک اور ملک کے باہر متعدد نمائشیں کیں۔ صادقین نے اپنا اسلوبِ خطاطی حروف کے پھیلاؤ سے حاصل کیا۔ انہوں نے حروف کی عمودی قامت میں غیر معمولی اضافہ کیا۔ جس سے ان کے اسلوب میں خط طغرہ میں تصرّف یا اس خط کی آزاد تعبیر کا تاثر پایا جاتا ہے۔

صادقین کے بعد اس ملک میں مصورانہ خطاطی کے فن کاروں میں سب سے زیادہ مشہور اور مقبول بلاشبہ اسلم کمال ہیں۔ ان کا اسلوب بالکل جداگانہ اور منفرد ہے۔ مثلث ان کے اسلوب کی اکائی ہے جس پر ثلث، کوفی اور نسخ کے اشتراک و امتزاج سے وہ حروفِ ابجد کی تشکیل نو کرتے ہیں۔ وہ روایتی خطاطی کی پانچ یا چھ بنیادی افقی کرسی کی لکیروں کو مسترد کر کے صرف تین بنیادی افقی لائنوں میں دادِ ہنر دیتے ہیں۔ انہوں نے خطِ کوفی نسخ اور ثلث کے تاریخی کردار کی جانب رجوع کر کے پس منظر میں اسلامی تعمیراتی موٹفس کے الحاق سے اعلیٰ فنکارانہ انداز اور خوبصورت رنگوں میں بلاشبہ اسلامی آرٹ اور فن تعمیر کی روایت کی تعبیر نو کرنے کا فریضہ سرانجام دیا ہے''۔

''مرقع خط'' کے نام سے خطاطی اور مصوری خطاطی کی دوسری تاریخ ہے۔ جو لاہور میوزیم کے ریسرچ آفیسر طارق مسعود کی تحقیق کا نتیجہ ہے۔ یہ جون 1981ء میں شائع ہوئی۔ مرقع خط کا پیش لفظ جناب بی اے قریشی چیئرمین لاہور عجائب گھر نے لکھا ہے۔ مرقع خط کے مطابق وفاقی حکومت نے پندرہویں صدی ہجری کے استقبال کی تقریبات کے سلسلے میں اسلامی خطاطی کی کل پاکستان نمائش کی ذمہ داری لاہور عجائب گھر کو سونپی اور لاہور عجائب گھر نے یہ ذمہ داری نبھائی۔ اس نمائش میں 102 خطاطوں اور مصوروں نے 250 فن پارے برائے نمائش جمع کرائے۔ اس نمائش کو بعد میں اسلام آباد منتقل کیا گیا۔ اس کتاب میں خطاطی اور مصورانہ خطاطی کے اعلیٰ فن پاروں کے رنگین اور بلیک اینڈ وائٹ عکس بھی شامل کیے گئے ہیں۔ فنکاروں کے مختصر کوائف اور فن پاروں کی تعداد بھی بتائی گئی ہے۔

عمل : حنیف رامے

نمائش کا افتتاح وفاقی وزیر ثقافت میجر جنرل (ر) شاہد حامد نے کیا اور خطبہ ءصدارت میں اس نمائش کو سراہتے ہوئے کہا۔ ''لاہور عجائب گھر کی اس نمائش میں جناب حافظ محمد یوسف سدیدی، صادقین، سید انور حسین نفیس رقم اور اسلم کمال، کے شہ پارے ایک ہی مقصدِ حیات کا اظہار کرنے کے لیے ایک دوسرے کے شانہ بشانہ موجود ہیں۔''

مرقع فن میں مصورانہ خطاطی کے جن مصوروں کو بانیوں میں شمار کیا گیا ہے اور ان کے فن پر مختصر آراء بھی دی گئی ہے۔ ان کے اسماء علی الترتیب یہ ہیں۔ شاکر علی، حنیف رامے، آذر زوبی، گل جی، صادقین اور اسلم کمال۔ جن مصور خطاطوں کے اسماء شمار کیے گئے وہ اس ترتیب سے ہیں۔ سردار احمد، این دامن، انور انصاری، عبدالواحد نادرالقلم، ظہور ناظم، شفیق فاروقی، سرور راہی آفتاب احمد، رشید بٹ، ابنِ کلیم، غلام فرید بھٹی اور اے جی ثاقب۔

صادقین نے کراچی لاہور اسلام آباد کوئٹہ اور پشاور میں مختلف جگہوں پر اسمائے حسنیٰ اور آیات قرآنی کی دل آویز خطاطیاں کیں۔ لاہور میوزیم میں خصوصاً اسلامی گیلری میں تیسویں پارے کی مختصر سورتوں کو اپنے زبردست اسلوب میں ڈھال کر اسلامی خطاطی کی لازوال خدمت کی۔ اب صادقین خطاطیاں زیادہ تر رنگ برنگے مارکروں سے کرتے ہیں۔

وزارتِ مذہبی امور حکومتِ پاکستان نے پہلی ایشیائی اسلامی کانفرنس کا انعقاد کیا۔ اس موقعہ پر پاکستان

عمل : ناصر حق

نیشنل کونسل آف دی آرٹس اسلام آباد نے خطاطی اور مصورانہ خطاطی کے اس ملک میں اولیں گروپ شو کا انتظام کیا۔ یہ گروپ شو (اجتماعی نمائش) لیاقت میموریل لائبریری کراچی میں ہوا۔ اس میں حافظ یوسف سدیدی کے پانچ فن پارے، عبدالواحد نادرالقلم کے دس فن پارے مصور خطاطوں میں شاکر علی کا ایک فن پارہ، آذر زوبی کے پانچ فن پارے، شفیق فاروقی کے دس فن پارے اور اسلم کمال کے پینتالیس فن پارے رکھے گئے۔ صادقین نے نامعلوم وجوہ کی بنا پر اس نمائش میں حصہ لینے سے انکار کر دیا۔

روزنامہ ''ڈان'' جولائی 1977ء کی اشاعت میں مشہور نقاد سید امجد علی لکھتے ہیں '' لیاقت میموریل لائبریری کراچی میں پہلی ایشیائی اسلامی کانفرنس کے سلسلے میں پاکستان نیشنل کونسل آف دی آرٹس نے خطاطی اور مصوری کی نمائش کی۔ اس نمائش میں نادرالقلم اور حافظ یوسف سدیدی بھی ہیں۔ شاکر علی، آذر زوبی، اسلم کمال اور شفیق فاروقی بھی ہیں۔ ہر ایک فن کار نے اپنی فن کے کمالات دکھائے ہیں۔ قدیم اور جدید خطاطی اپنے پروقار حسن کے خزانے ہر ایک پر کھول رہی ہے لیکن جدید مصور خطاطوں میں انفرادیت، دلکشی، تنوع اور جدّت کے اعتبار سے اسلم کمال اپنی مثال آپ ہے۔ اس کا ہر ایک فن پارہ بہت دور سے اپنے خالق کا نام بتا دیتا ہے۔''

اس نمائش کے خاتمہ پر پاکستان نیشنل کونسل آف دی آرٹس کے ڈائریکٹر فنون لطیفہ کے توسط سے عرفان احمد

عمل : نور محمد جرال

خطِ کمال

اے اللہ تو
میرا رب ہے

3
2
1
خطِ کمال

اے اللہ تو
میرا رب ہے
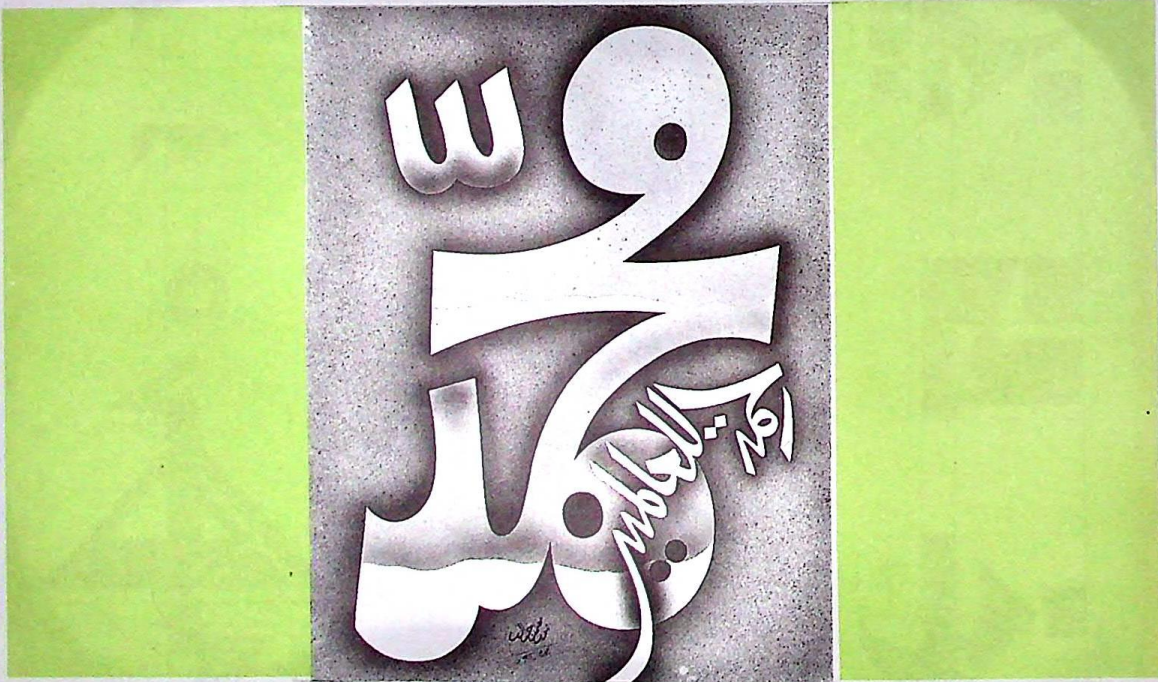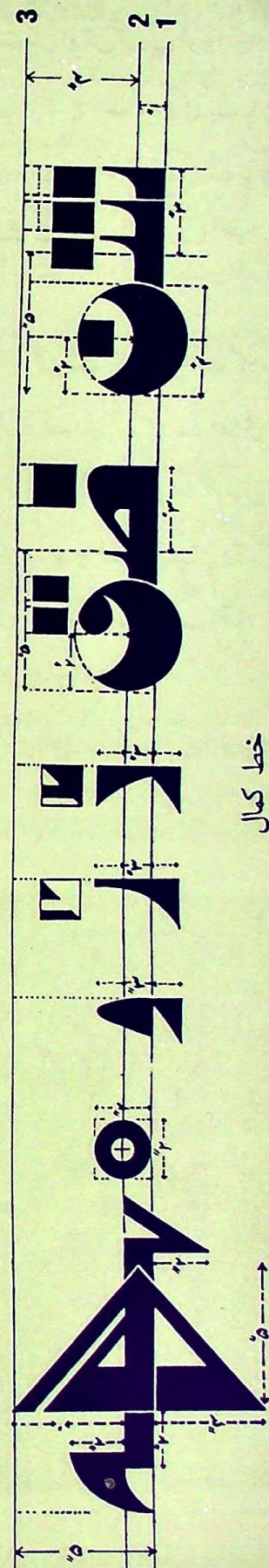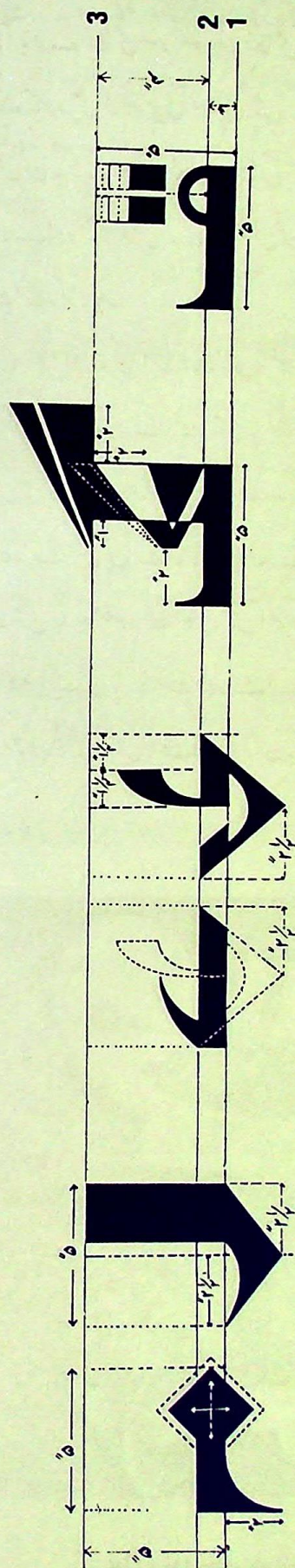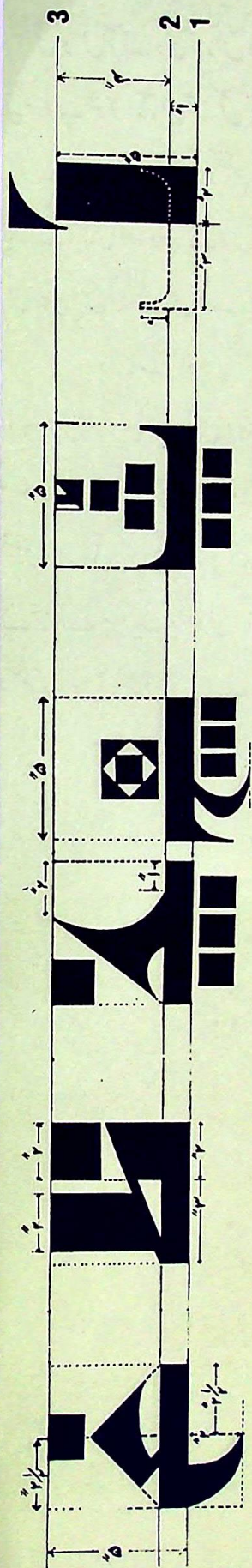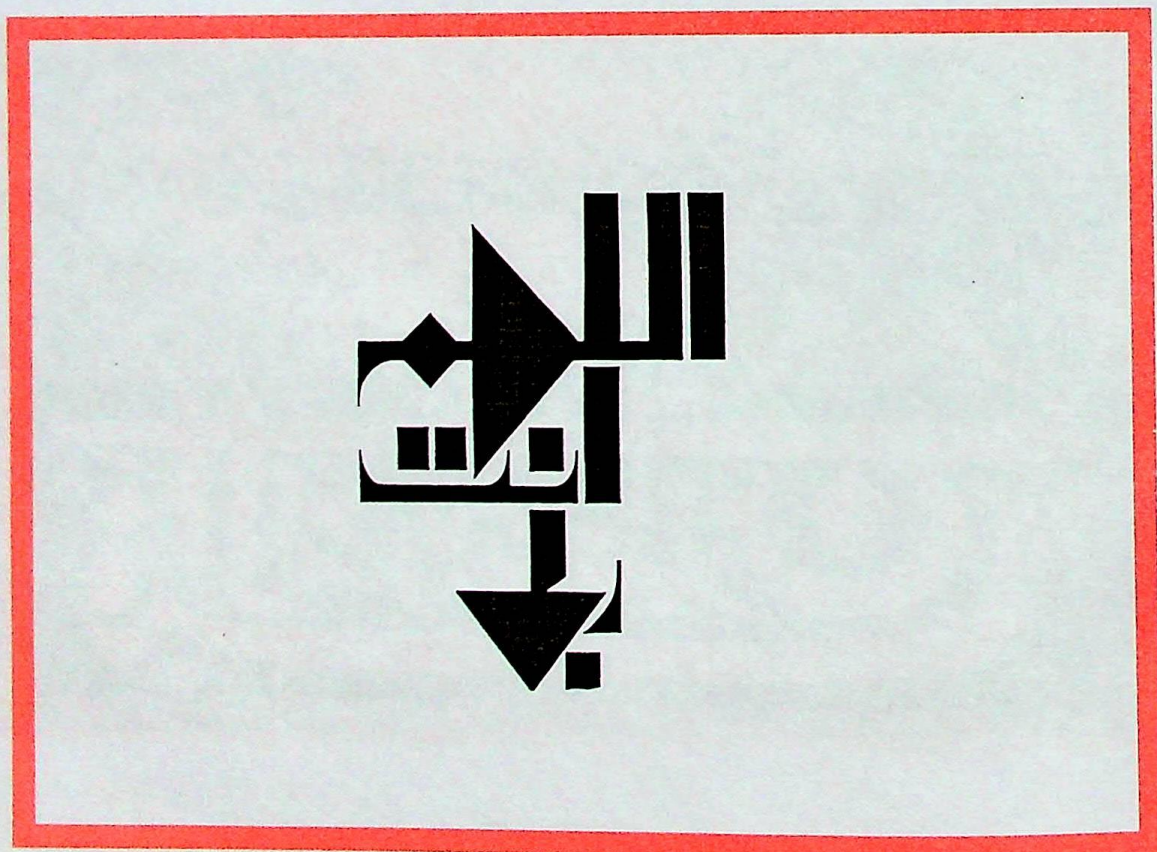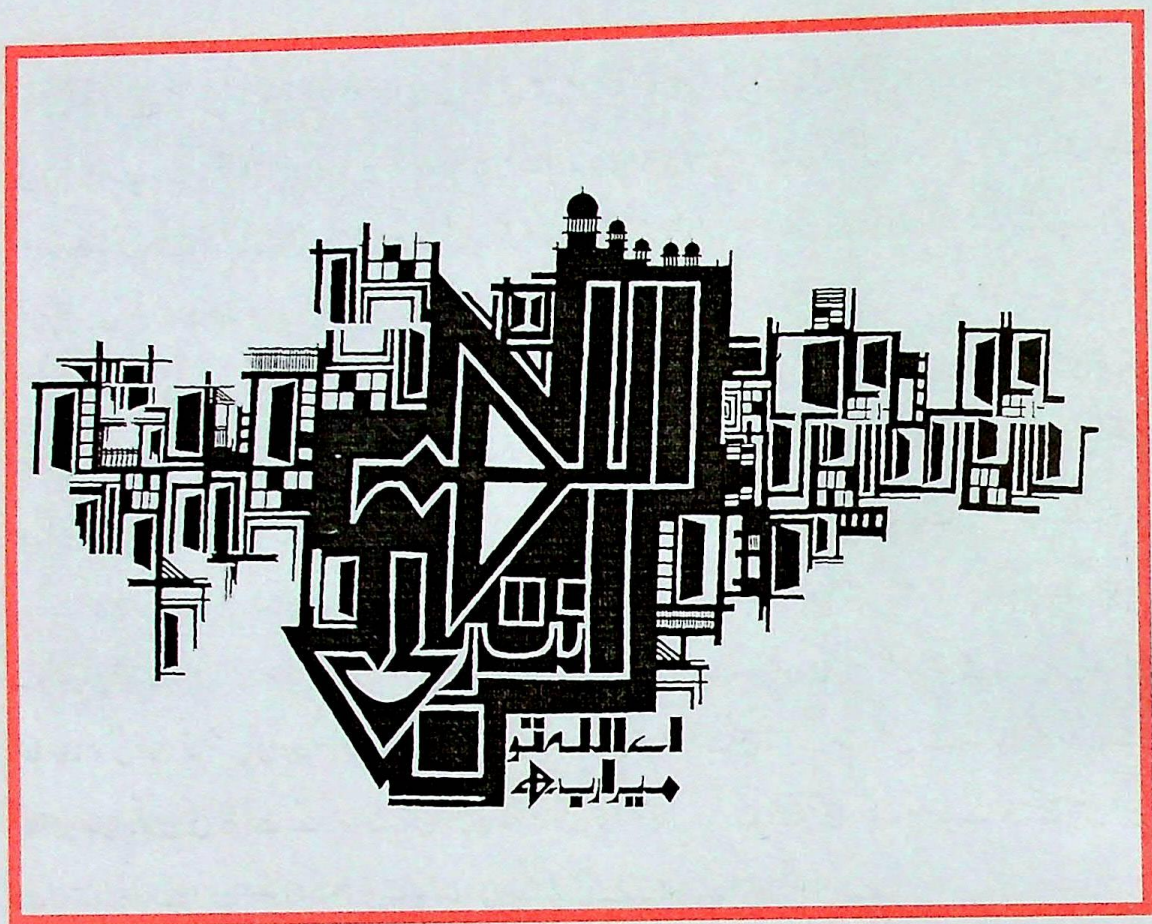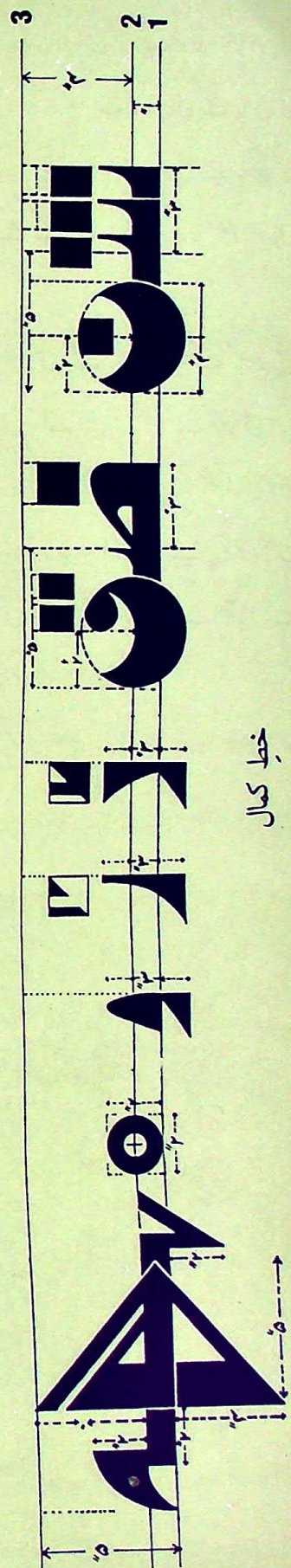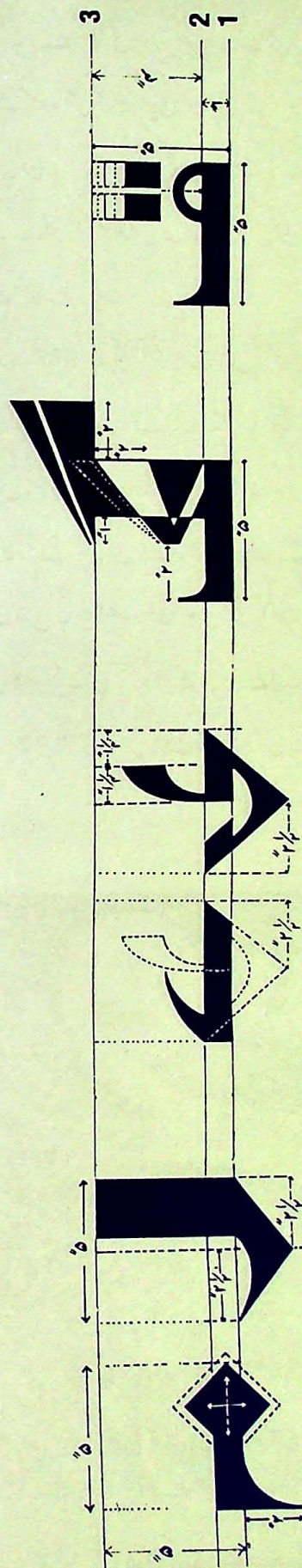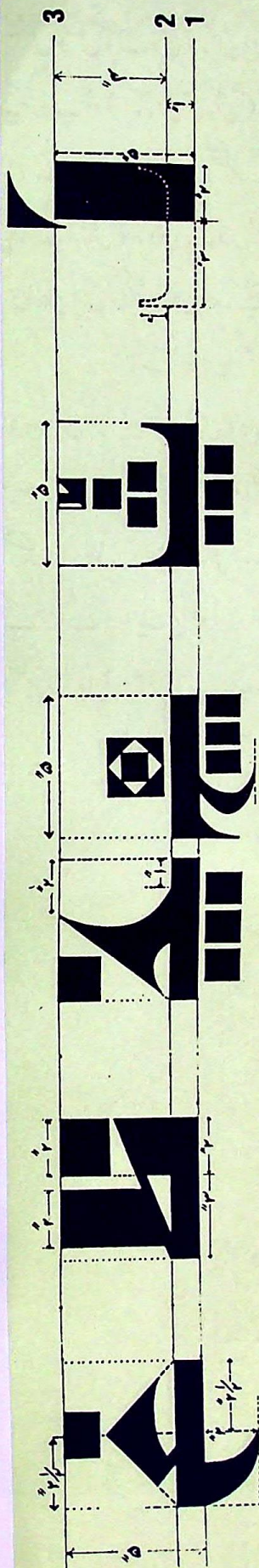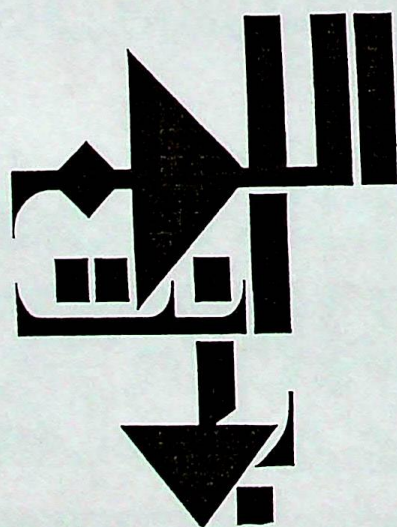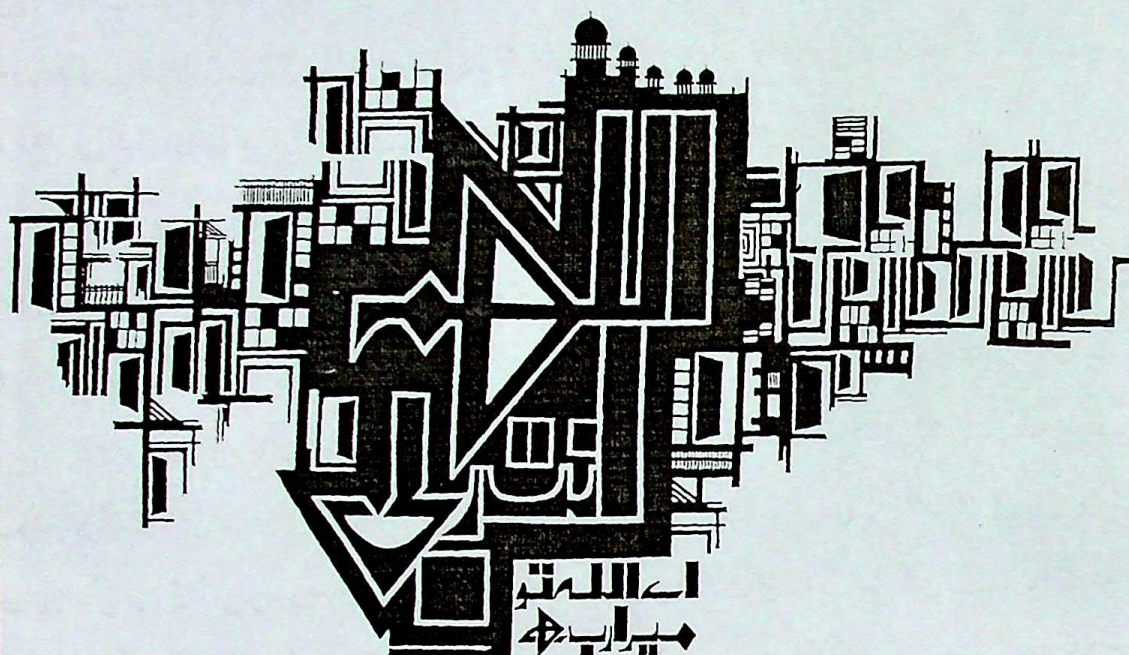
ڈائریکٹر کراچی آرٹس کونسل نے اسلم کمال کے کراچی میں موجود 45 فن پاروں کی کراچی آرٹس میں بھرپور نمائش کی درخواست کے ساتھ (لاہور کراچی لاہور) ایئر ٹکٹ اور قیام وطعام کی سہولت کی پیشکش کی۔ اس زمانے میں ایک مصور خطاط کے لیے اتنے پُرتپاک حسن سلوک کی یہ پہلی مثال تھی۔ اس نمائش کا افتتاح وفاقی وزیرِ ثقافت نے کیا۔ اہلِ کراچی نے مصورانہ خطاطی پر سمندر جیسے کھلے اپنے دلوں کے دروازے وا کر دیے۔

صادقین نے لاہور عجائب گھر میں اپنے زبردست اسلوب میں سورہ یٰسین ایک طویل پٹی کی صورت میں لکھ کر اسلامی گیلری کے خزانے میں نئے لعل و جواہر کا اضافہ کیا۔ اس گیلری کی کھڑکیوں کی محرابوں میں قرآن پاک کی مختصر سورتوں کی خطاطی میں آرائشی پہلو کو خاص طور پر نمایاں کیا چنانچہ باہر کی روشنی ان کی دلکشی کا باعث بن جاتی ہے۔

ڈاکٹر سیف الرحمان ڈار، ڈائریکٹر لاہور میوزیم نے صادقین کے تازہ کام پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا ''صادقین کی عظمت اس کے مزاج کے ہر دم متغیر اور متنوع رہنے میں مضمر ہے۔ اس کی مصورانہ خطاطی میں جو ایک بجھا بجھا سا ماحول ہوتا تھا جس کی وجہ صرف ایک یا دو رنگوں پر صادقین کی قناعت تھی۔ اب صادقین نے غالباً اسلم کمال کے کینوس میں رنگوں کی کثرت کے جواب میں رنگین مارکروں کا استعمال کر کے جتنے بھی رنگ دستیاب ہو سکتے ہیں ان سے استفادہ کر کے اپنے مصورانہ وژن میں کشادگی پیدا کر لی ہے۔ جو ایک اچھا شگون ہے۔''

(امروز۔ لاہور 1978)

عمل: صادقین

عمل : محمد منیر مانی
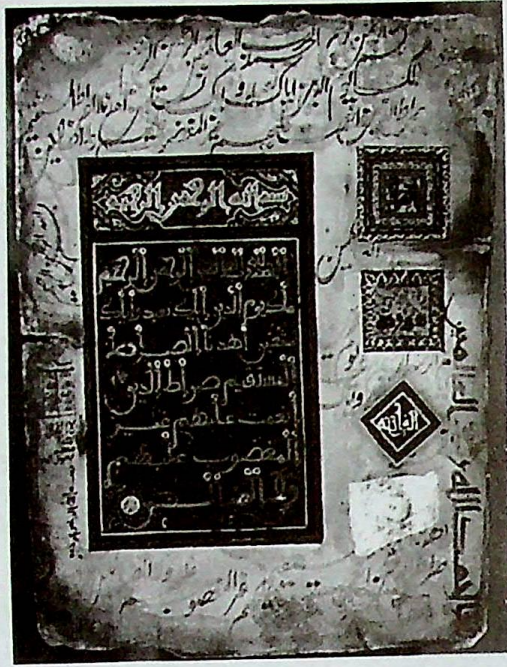
عمل : عظیم اقبال

1980ء کی دہائی مصورانہ خطاطی کی فتوحات کی کہانی ہے۔ پاکستان نیشنل کونسل آف دی آرٹس، وزارت ثقافت وسیاحت حکومت پاکستان کے زیر اہتمام قومی نمائش 80 میں مصورانہ خطاطی کو دوسرے بصری فنون لطیفہ کے ساتھ برابری کی سطح پر شامل کر کے اس نوزائیدہ اور خالصتاً پاکستانی صنف اظہار کے وجود اور اس کی شناخت پر سرکاری مہر تصدیق وتوثیق ثبت کر دی گئی۔

1981ء میں پاکستان پبلک ریلیشن سوسائٹی نے وفاقی حکومت کی پندرہویں صدی ہجرہ تقریبات کے سلسلے میں اپنی بے لوث خدمات اسلامی خطاطی کے فروغ واشاعت کے لیے وقف کر دیں۔ کل پاکستان مقابلے کروائے۔ مصوروں اور خطاطوں کے کوائف پر مشتمل تعارفی لٹریچر شائع کیا۔ ذرائع ابلاغ کا تعاون حاصل کیا اور فنکاروں کے انٹرویوز نشر کروائے۔ لاہور، اسلام آباد اور پشاور میں اسلامی خطاطی کی بے مثال نمائشیں کیں۔

اسلامک کلچر سنٹر لندن کے ڈائریکٹر یعقوب ذکی لکھتے ہیں۔

''میرے خیال میں وہ حقیقی انقلابی تبدیلی جو اسلم کمال نے فنِ خطاطی کو عطیہ کی ہے۔ وہ 'حروف والفاظ' کی تشکیلِ نو تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ حروف والفاظ کے مابین کہیں زیادہ جمالیاتی رشتے کی تعمیرِ نو ہے جو رنگوں اور خطوں میں ڈرامائی فعلیت کی زیادہ سے زیادہ گنجائش فراہم کرتی ہے۔''

1981ء میں عالمی ادارہ یونیسف نے ہجری صدی کے آغاز پر اسلم کمال کی مصورانہ خطاطی اور رشید بٹ اور

جمیل قریشی کی روایتی خطاطی کے تہنیتی کارڈز دنیا کی گیارہ نمائندہ زبانوں میں شائع کیے۔

لاہور عجائب گھر نے جرمن مستشرق پروفیسر ڈاکٹر انماری شمل کو اسلم کمال کی مصورانہ خطاطی کا فن پارہ تحفہ میں پیش کیا۔

چین کے ساتھ ثقافتی معاہدوں کی تجدید کے لیے وزیر ثقافت و سیاحت ارباب محمد نیاز کی قیادت میں ایک اعلیٰ سطح کے سرکاری وفد میں آغا ناصر فلم اور فنونِ ادائیہ کے نمائندے کی حیثیت سے اور اسلم کمال بصری فنون کے نمائندہ کے طور پر شامل ہوئے۔ اسلم کمال نے بیجنگ، شنگھائی، سوچو، ہانگچو اور کینٹن کی آرٹ کونسلوں میں مصورانہ خطاطی پر لیکچر دیے اور عملی مظاہرے کیے۔ الحمراء آرٹس کونسل کی حالیہ ڈپٹی ڈائریکٹر مسز تانیہ بٹ نے چینی مصوری کی ایک ذہین طالبہ کے طور پر یہ لیکچر سنے اور عملی مظاہرے بھی دیکھے۔ وزیر ثقافت پاکستان نے اسلم کمال کی مصورانہ خطاطی کا ایک فن پارہ حکومت چین کو گریٹ ہال بیجنگ کے لیے پیش کیا۔

صادقین نے ہندوستان میں مصورانہ خطاطی کے جھنڈے گاڑھ دیئے۔ انہوں نے وہاں پر اپنے قیام کے دوران دہلی اور دوسرے شہروں میں اعلیٰ مقامات پر اپنے فن کے لازوال نقوش ثبت کیے اور وہاں پر صادقین کا بہت

عمل: ندیم خان

عمل : عبدالرشید بٹ
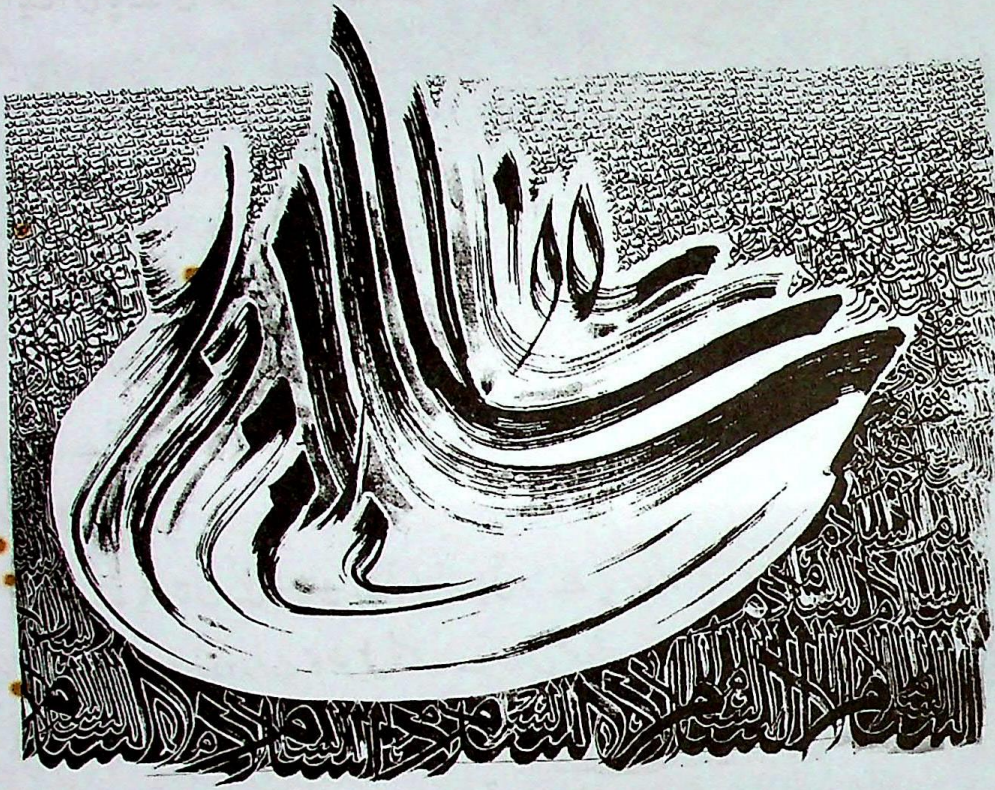
پر تپاک خیر مقدم کیا گیا۔

پاکستان ٹیلیویژن اکیڈمی اسلام آباد میں ''اسلامی خطاطی ۔ مصورانہ خطاطی تک'' کے عنوان سے اسلم کمال نے لیکچر دیا اور ساتھ عملی مظاہرہ کیا۔ اخبارات و رسائل میں مصورانہ خطاطی پر تعارفی مضامین لکھے۔

پاکستان کے طول و عرض میں اب نئے ابھرنے والے مصور خطاطوں نے اپنے اپنے اضلاع میں اپنے انفرادی شو کرنے شروع کر دیے۔ جو مصوّر خطاط تیزی سے ابھر کر سامنے آئے ان کے اسماء یہ ہیں: سردار احمد، ظہور ناظم، عبدالرشید خاں، عبدالفتح سید، شفیق فاروقی اور محمود الحسن جعفری نے اپنی کئی انفرادی نمائشیں کیں اور انعامات و اعزازات حاصل کیے۔

صادقین نے لاہور اسلام آباد پشاور اور کوئٹہ میں کئی اہم مقامات پر رنگین مار کروں سے مصوّرانہ خطاطی کے شہکار تخلیق کیے۔ صدرِ پاکستان نے انڈونیشیا اور ملائشیا کے دورے پر اسلم کمال کے پانچ مصورانہ خطاطی کے فن پارے ان ممالک کو پاکستان کے قومی تحفے کے طور پر پیش کیے۔

پاکستان کے بین الاقوامی شہرت کے مالک فوٹوگرافر اور خطاط آفتاب احمد نے اسلامی کیلی گرافی (ن والقلم)

کے نام سے ایک اعلیٰ پائے کی ایسی آرٹ بک شائع کی جو اپنی مثال آپ ہے۔ اس میں خطاطی کی مستند تاریخ اور ارتقا بہت دلنشین انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ مختلف رسم الخطوں کی ایجادان کے حسن و جمال اور فنی محاسن کو خوبصورتی سے اس کتاب میں اجاگر کیا گیا ہے۔ بلاشبہ یہ کتاب اسلامی فنِ خطاطی کی ایک نا قابلِ فراموش خدمت ہے۔

اس کتاب میں مصورانہ خطاطی کے صرف دو فن کاروں کو صاحبِ اسلوب مصوّر اور خطاط قرار دیا ہے۔ ان دونوں کے طرزِ خطاطی کو با قاعدہ رسم الخط تسلیم کیا ہے۔ وہ اسلم کمال اور صادقین ہیں۔ صفحہ 174 پر اسلم کمال کے ''خطِ کمال'' اور صفحہ 182 پر صادقین کے ''خطِ صادقین'' میں سورہ فاتحہ کے عکس شامل کیے گئے ہیں۔

گل جی نے فیصل مسجد اسلام آباد کی محراب کو کھلے ہوئے قرآن پاک کی شکل میں خط کوفی سے مرصع کر کے مقبولیت عام حاصل کی۔

اسلم کمال نے پاکستان ٹیلی ویژن کے قومی نشریاتی رابطے پر پروگرام ''تہذیب وفن'' میں ''خطاطی اور مصورانہ خطاطی'' پر پچاس منٹ دورانیے کا طویل لیکچر دے کر اہل علم وفن کے لیے آ گاہی کا سامان کیا۔

کراچی آرٹس کونسل کے شعبہ سکلپچر اور سرامکس کے سربراہ افسر ایم نقوی نے دھات اور لکڑی میں کندہ اور ابھری ہوئی خطاطی سے مصورانہ خطاطی کو ایک اور اچھوتے تجربے کا خراج پیش کر کے بہت داد پائی۔

صادقین نے کراچی اور لاہور میں رنگین مارکروں سے اپنے بے مثال فن کے کئی اور کارنامے سرانجام دیئے۔

لاہور میوزیم نے اردن کی شہزادی وجدان کو جو اردن کی کلچرل کونسل کی سربراہ بھی ہیں اسلم کمال کی خطاطی کا نمونہ تحفہ میں دیا۔ شہزادی وجدان نے اسلم کمال سے ملاقات کی اور ان کے فن کی بہت تعریف کی۔

پاکستان نیشنل کونسل آف دی آرٹس نے مصورانہ خطاطی اور روایتی خطاطی کی کچھ اجتماعی نمائشیں اسلامی
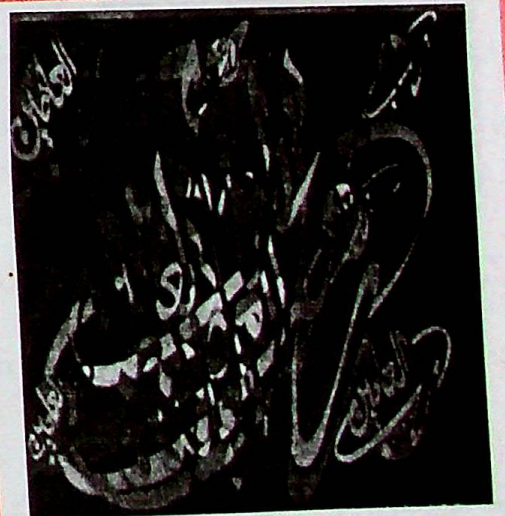
عمل : محبوب علی

شاھدعالم (جرمنی)

وزیراعظم سیکریٹریٹ اسلام آباد

اسلم کمال کے اسلوب فن کے معاصر فن تعمیر پر اثرات
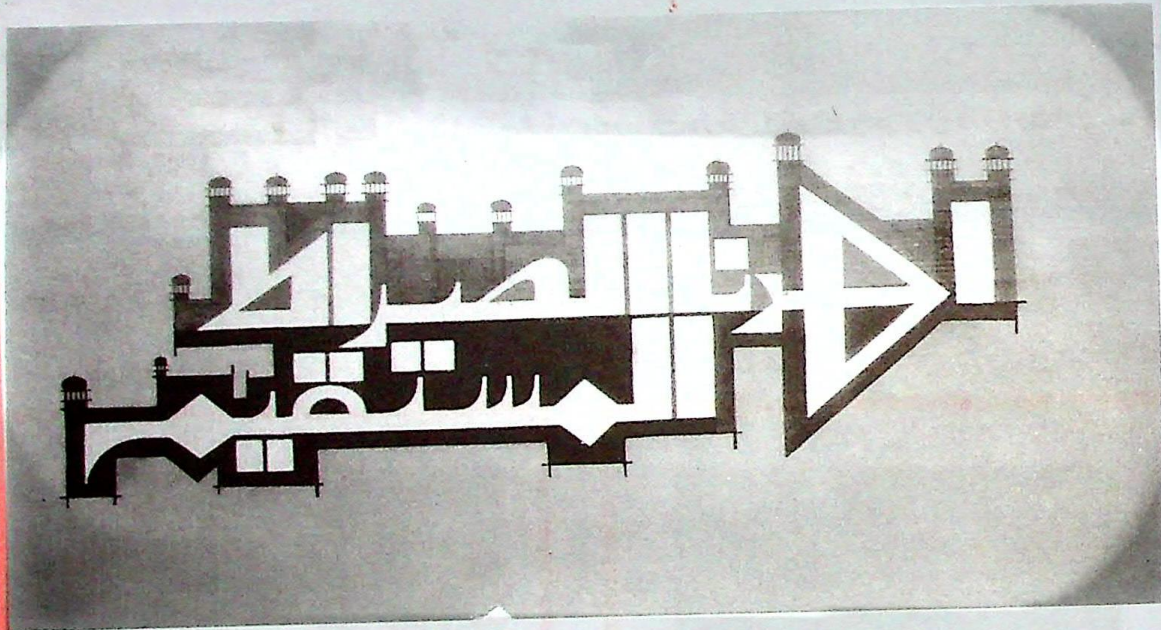
عمل : اسلم کمال

ممالک میں منعقد کروا کر اس فن کے فروغ میں حصہ لیا۔

مصورانہ خطاطی جو جدید یورپی مصوری کی تمام بصری خوبصورتی سے مالا مال ہے اور اپنی ماہیت میں اسلامی روح سے پوری طرح ہم آہنگ ہونے کے ساتھ جمالیاتی اظہار کی آئینہ دار بھی ہے۔ 1986ء میں اسلم کمال نے متعدد یورپی ممالک میں اس کی تقریباً بیس نمائشیں کر کے اس کو عالمی ثقافتی منظر نامے میں داخل کر دیا۔ اوسلو (

ناروے) سٹاک ہوم (سویڈن) کلون ، وڈیوس برگ اور بون (جرمنی) میں اس فن کے عملی مظاہرے کیے اور تعارفی لیکچر دیئے۔

صادقین کو اٹلی اور دوسرے کچھ ممالک کی کلچرل کونسل کی طرف سے بیش قیمت '' مرکری ایوارڈ '' سے نوازا گیا۔ یہ ایوارڈ سابق صدر پاکستان غلام اسحٰق خان کو بھی اسی سال ملا۔

پاکستان نیشنل کونسل آف دی آرٹس نے ایک کثیر سرمائے سے '' تاریخِ خطاطی '' شائع کی۔ اِسے ڈاکٹر اعجاز راہی نے لکھا ہے۔ اس کتاب کے سوا دوسو صفحات ہیں، جن میں سے دوسو نو صفحات روائتی خطاطی کی تاریخ اور اس کے دبستانوں کے بارے میں بحثوں پر مشتمل ہیں۔ صرف پندرہ صفحات مصورانہ خطاطی کے لیے مختص کیے گئے ہیں۔ اعجاز راہی '' تاریخ خطاطی '' میں مصورانہ خطاطی کے حوالے سے لکھتے ہیں۔ '' حنیف رامے نے ابجد کو بڑی اہمیت دی ہے۔ وہ رنگ کے استعمال کو بھی حروف کی شناخت کا ذریعہ بناتے ہیں۔ جب وہ رنگ اور رنگوں کے پس منظر کو معنویت کی سطح پر لاتے ہیں تو درحقیقت وہ حرف کو اجاگر کرنے کی منزل سے گزرتے ہیں۔ شاکر علی روایت اور جدت کے سنگم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ روایت کے اعتبار سے قومی موضوعات، زمین کی خوشبو، معاشرتی در و بست ان کے ہاں ملتے ہیں تو جدت کے اعتبار سے جدید یورپی تکنیک کا شعور ان کی پہچان ہے۔ صادقین اور اسلم کمال دونوں نے نہ صرف حرف کی ساخت تبدیل کی بلکہ خطاطی کو بطور '' کل '' پیش کیا۔ صادقین کے فن میں رنگ اور حرف کے نئے رشتوں نے ایک نئی طرز '' صادقینی '' کو نمایاں کیا ہے جس کا خوبصورت پس منظر رنگوں سے تشکیل پاتا ہے جو آیات

عمل : گل جی

عمل : جمیل نقش
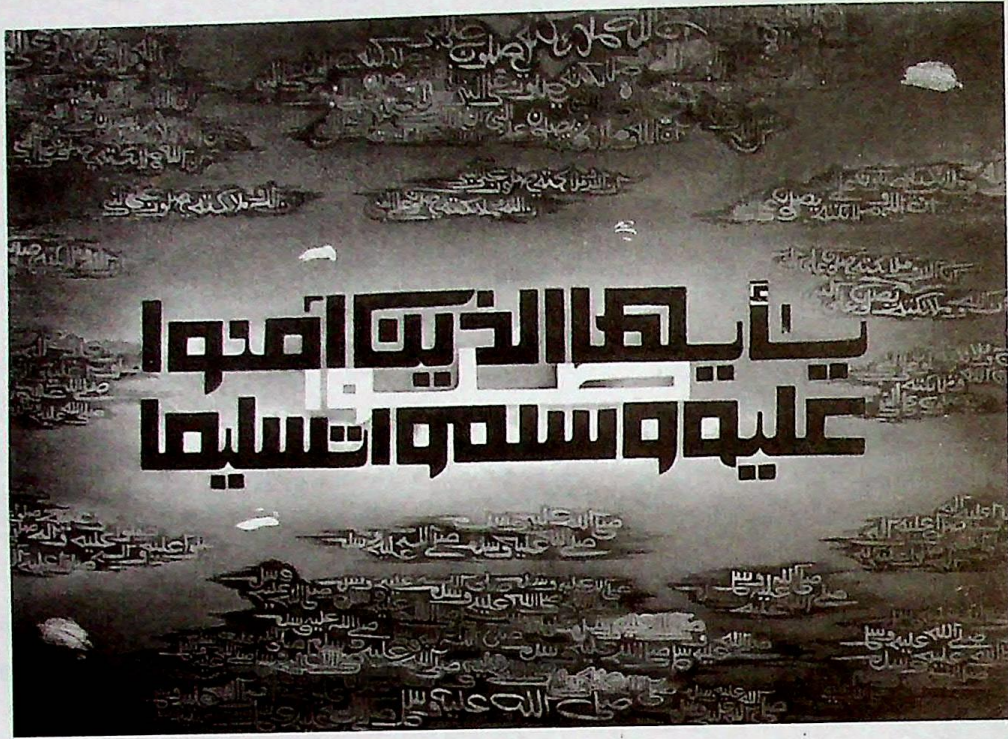
عمل : محمد ارشد کمال

ربانی کی تفسیر کرتے ہوئے کلام اللہ کے معنوی تناظر میں جدید حسیت کی ایک سطح خلق کرتے چلے جاتے ہیں۔ صادقین کو ہم عصروں میں رنگوں کے ورتاوے سے مفہوم پیش کرنے میں کمال کی گرفت حاصل ہے۔ اسلم کمال کا فن قدیم و جدید کا سنگم نظر آتا ہے جہاں مصوری اور خطاطی، رنگ اور حرف، روایتی تقدس اور جدید عصری شعور ان کے ہاں گلے ملتے نظر آتے ہیں۔ اسلم کمال اپنے موضوع، تکنیک اور اسلوب کی ہم آمیزی سے پورے کینوس پر ابھرتے ہوئے منظر کی معنوی سطح پر یقین رکھتے ہیں۔ انہوں نے برسوں سرورقوں پر حرفوں کی تخلیق کرتے ہوئے ان کی ایک ایک قوس ایک ایک زاویے پر نظر رکھی، تب وہ ابجد کو Reshape کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ اسلم کمال اب اپنی پہچان کے مرحلوں سے گذر چکے ہیں۔'' ڈاکٹر اعجاز راہی اس تاریخ خطاطی میں آذرزوبی کے بارے میں لکھتے ہیں

''آذرزوبی ایک مصور، سنگ تراش اور خطاط ہونے کے ناطے جدید طرز احساس اور قدیم دروبست میں پوری طرح شریک ہیں۔ اس لیے جہاں ان کے ہاں خطاطی ایک جدید طرز احساس کا پتہ دیتی ہے، وہیں خلا میں نظر نہیں آتی، بلکہ اس کے پیچھے پوری اسلامی خطاطی کی روایت رواں دواں نظر آتی ہے، جس کے سبب ان کا قلم ہر زاویے ہر خط ہر قوس سے تخلیق کار کے فن کا اظہار کرتا ہے۔''

''حرف و رنگ کی ایک دلپذیر اور منفرد سطح ابھارنے والا فنکار سرزدار محمد پاکستان کے ان مصور خطاطوں میں

شمار ہوتا ہے جنہوں نے حرف اور رنگ پر اعتبار قائم کیا۔''

اعجاز راہی مشہور عکاس ظروف ساز خطاط اور مصور آفتاب احمد کے بارے میں لکھتے ہیں۔ ''آفتاب احمد حرف کی حرمت سے واقف ہیں وہ فن خطاطی کی دنیا میں شوقیہ یا شہرت کے لیے داخل نہیں ہوئے بلکہ مصوری اور خطاطی ان کے مقصد حیات کا حصہ ہے شاید اسی لیے جب وہ کلام اللہ کے کسی صحیفے کو رقم کرتے ہیں تو جہاں آیات ربانی کا ایک بامقصد پس منظر تخلیق ہوتا چلا جاتا ہے، جس میں عربی کا جلال ابھرتا ہے، ایک جمال کی سطح بھی بنتی چلی جاتی ہے۔ جس سے دیکھنے والا بھی ایک الوہی رشتہ قائم کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ آفتاب احمد نے حرف وخط سے ایک نئے انداز اور طرز کے ساتھ رشتہ جوڑا ہے۔ وہ حرف کے تقدس کو برقرار رکھتے ہوئے نت نئے تجربوں کے وسیلے سے جب لفظ تخلیق کرتا ہے تو ان کے فن کا انتہائی اظہار تحسین کی منزلیں چھونے لگتا ہے، جو تفہیم کی سطح پر شعور و ادراک کی قدرت کا مظاہرہ بن جاتا ہے۔'''' شفیق فاروقی نوجوان مصوروں کے اس قبیل سے تعلق رکھتے ہیں جو
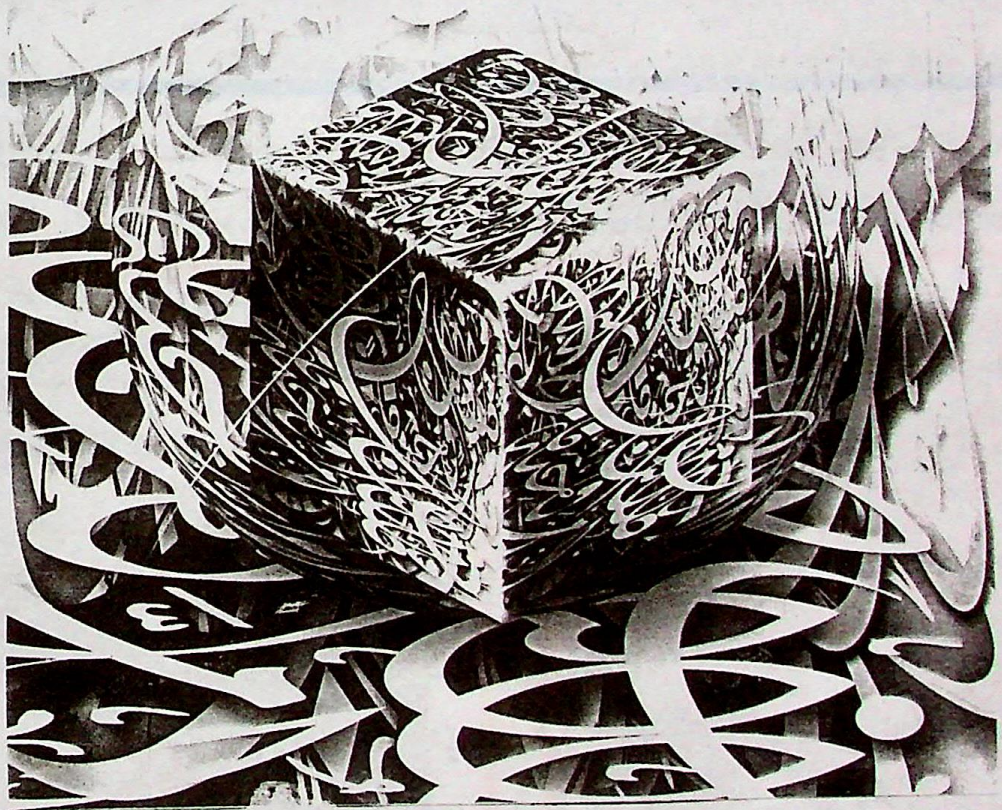
عمل: احمد مصطفےٰ (مصر۔برطانیہ)

عمل : وجیہ نحلہ (لبنان)

مصوری کو شہرت کا سامان کرنے کی بجائے اسے مقصد حیات کے ایک جز اور پرتو کے طور پر لیتے ہیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ جہاں انہوں نے مصوری میں اچھوتے موضوعات، رنگوں کے حسین امتزاج اور تکنیکی کمالات کے ورتاوے سے اپنے لیے جگہ پیدا کی ہے وہیں خطاطی کی طاقت وروایت مذہب کی جمالیاتی قدروں سے صیقل ہو کر ان کی شناخت اور انفرادیت کی نیابت کرتی ہے۔'''ذوالفقار تابش کا فن توازن اور تناسب کے ایک انوکھے پن کے ساتھ الوہیت کے جذبے سے لبریز اس کی پہچان کا ایک الگ منطقہ قائم کرتا ہے۔'''غلام فرید بھٹی کا مقام ہمارے ملک کے صاف ستھرے خطاطوں میں ہوتا ہے۔ وہ خطاطی کے تمام اسالیب سے آگاہ ہیں۔ غلام فرید کے ساتھ ہی این وامق، انور انصاری، عبدالواحد نادرالقلم، ظہور ناظم، سرور راہی، اے جی ثاقب، ابوالفتح، خدا بخش ابرو، محمد جمیل حسن، رانا مصطفیٰ، ایم اے لطیف، محمد طارق، نثار احمد آرٹسٹ، نجم الثاقب اور نسیم شہزاد کے علاوہ ایک طویل فہرست ان نوجوانوں کی بنتی ہے جو عصر حاضر میں فن خطاطی کی دنیائیں روشن کر رہے ہیں۔''

اعجاز راہی ایک مصورہ اور خطاط خاتوں سعدیہ اعجاز کے بارے میں لکھتے ہیں۔''سعدیہ اعجاز نے فن مصوری کے حوالے سے قرآن پاک کی عظمت کو دیکھا اور خطاطی کا سہارا لے کر ان عظمتوں کو پھیلانے کا ارادہ کیا، اب مصورانہ خطاطی میں الگ شناخت کی حامل بنتی جارہی ہے۔''
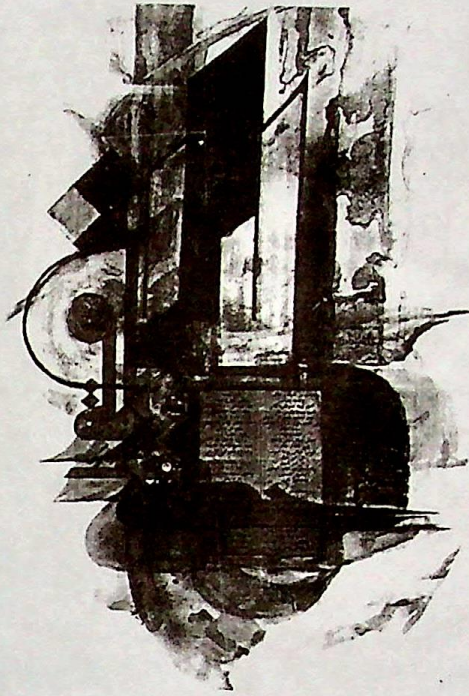
عمل : علی حسن (قطر)

عمل : عثمان واقیاله (سوڈان)

عمل : شاکراحسن السعید (عراق)

عمل : برھان دوگانچے (ترکی)
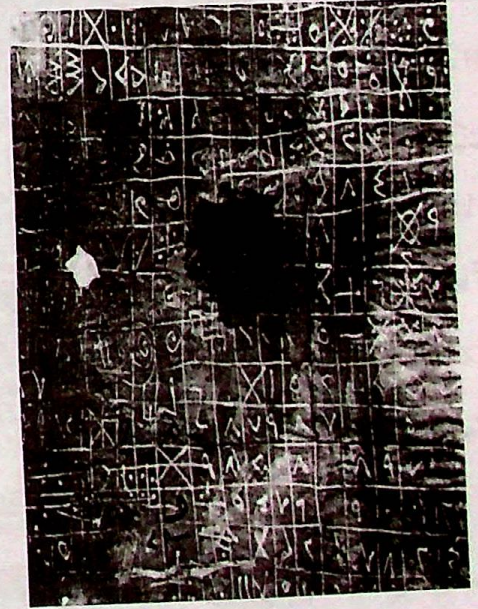
1987ء میں پاکستان کی مصوری اور خطاطی کا عالمی شہرت یافتہ نابغہ عصرفن کار صادقین اس دنیا میں اپنے فن کے انمٹ نقوش چھوڑ کر جہان دیگر کو کوچ کر گیا اور اپنے پیچھے کبھی نہ پر ہونے والا خلا چھوڑ گیا۔ ایک دور ختم ہوا، ایک عہد تمام ہوا۔

صادقین کو خراج پیش کرتے ہوئے فیض احمد فیض کہتے ہیں :

''خطاطی : جو ذوق وعقیدت کی یکجائی کے سبب مسلم معاشروں کا سب سے معتبر اور مستند فن ہے، صدیوں سے کوئی ایسا صاحب دل ونظر میسر نہ آسکا، جو اس کے مروجہ قواعد وضوابط کو پھلانگ کر اس کی صوری اور جمالیاتی صلاحیتوں میں نئے امکانات کا کھوج لگا سکے۔ یہ منصب شاید صادقین کے ہاتھ اس لیے آیا کہ ان کی فنی تربیت کا محاورہ دوسرا تھا اور انہوں نے مصوری کے بنیادی اجزا کی ماہیت اور ترکیب وترتیب پر قدرت حاصل کرنے کے بعد رجوع کیا۔''

''صادقین نے قلم اٹھایا۔ سب سے پہلے مروجہ خطاطی کے قواعد وضوابط پر القط لکھا۔ پھر لفظ کی بجائے حرف
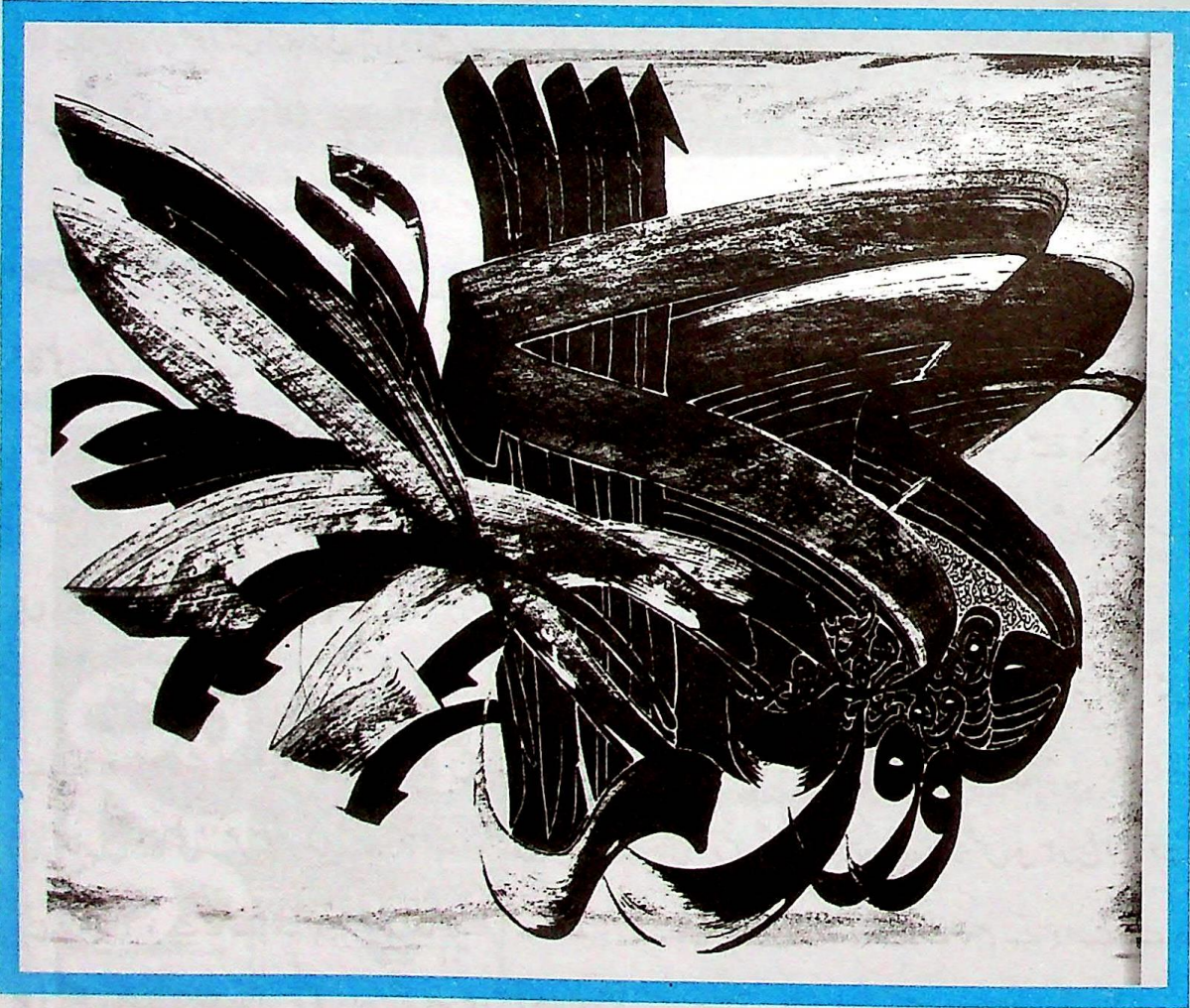
عمل : انعام قلم کار

عمل : ریحان منور

عمل : غظنفر علی رانا
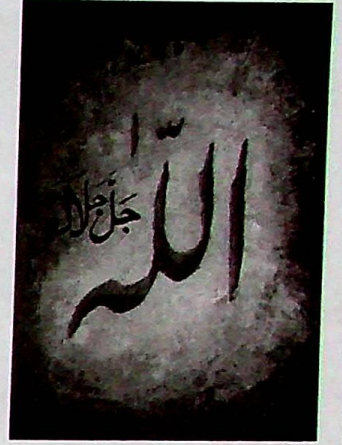
کو تحریر کی اکائی قرار دیا۔ اس کے بعد حرف کو باہم گر پہچان اور الفاظ کو ایک دوسرے سے ہم آغوش بنا کر جلا اور کفایت کی جو نئی صورتیں ایجاد کی ہیں، نہ صرف حسن و رعنائی میں دیدہ زیب ہیں بلکہ بہترین از یں ــــ ان سے فن جمیل میں ایک نیا دبستان کھلتا ہے جسے اس فن کی حیات نو کا ضامن سمجھنا چاہیے۔''

''مرقع خط'' کے نام سے لاہور میوزیم نے خطاطی اور مصورانہ خطاطی پر ایک تاریخ شائع کی۔ اس کے مصنف طارق مسعود اپنی تحقیق کے نتیجے میں شاکر علی، حنیف رامے، صادقین، آذر زوبی اور اسلم کمال کا ذکر مصورانہ خطاطی کے بانیوں میں کرتے ہیں۔ اس کے بعد سردار محمد اور آفتاب احمد کی خدمات کا اعتراف کرتے ہیں۔ پھر باتیک پینٹنگ میں مصورانہ خطاطی کا تجربہ کرنے والی خاتون مصورہ مسز زرینہ خورشید کے بارے میں لکھتے ہیں :

''مصوری کے بعد حال ہی میں باتیک مصوری میں مصورانہ خطاطی کا آغاز ہوا ہے جس میں زرینہ خورشید سرفہرست ہیں۔ باتیک مصوری میں خطاطی کی پیوندکاری زرینہ خورشید کا بیش قیمت اضافہ ہے۔''

مقام حیرت ہے کہ بہت سارے مصور خطاط ایسے ہیں کہ جن کا تذکرہ نہ تو طارق مسعود کے ''مرقع خط'' میں ہے جو لاہور میوزیم کی پبلی کیشن ہے اور تاریخ اشاعت جون 1981ء ہے اور نہ ان کے بارے میں ہمیں اعجاز راہی کی ''تاریخ خطاطی'' میں کچھ ملتا ہے جو پاکستان نیشنل کونسل آف دی آرٹس کی پبلی کیشن ہے اور جس کی تاریخ اشاعت مئی 1986ء ہے۔ حالانکہ ان مصور خطاط حضرات کے بارے میں اور ان کے خوبصورت کام کے حوالے سے بلا خوف تردید یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان کے بغیر تاریخ خطاطی مکمل نہیں ہو سکتی۔ مثلاً زوار حسین جیسا پڑھا لکھا کثیر

الجہت فنکار کبھی کبھی پیدا ہوتا ہے۔ وہ شاعر، ظروف ساز، ڈیزائنر، مصور اور خطاط ہونے کے علاوہ ایک وسیع المطالعہ ناقد فن بھی ہے۔ فن مصوری کے بارے میں جس کے ان گنت مضامین تمام قابل ذکر رسالوں میں آئے دن اشاعت پذیر ہوتے رہتے ہیں۔
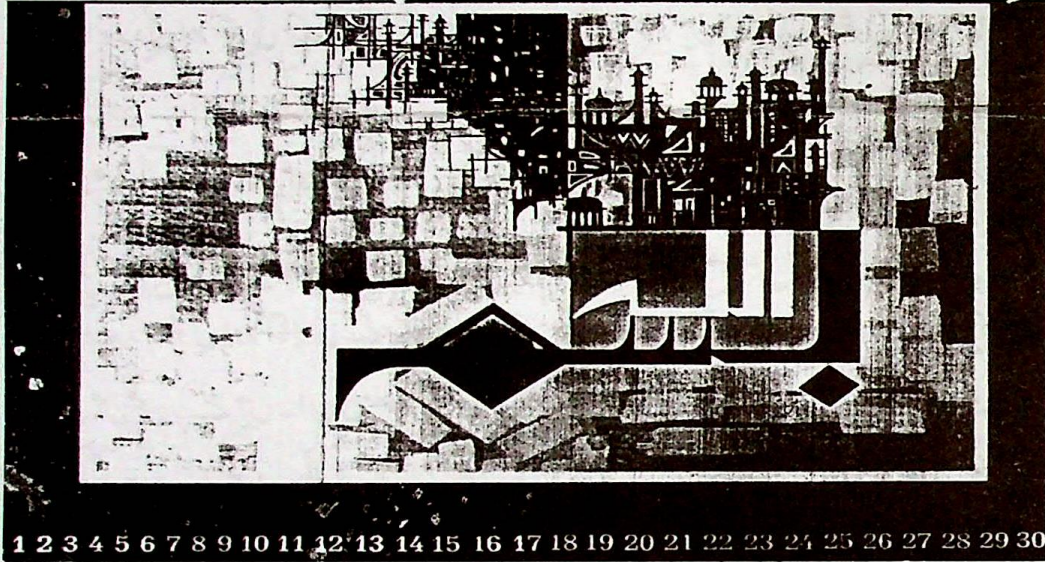
مصورانہ خطاطی کا پہلا کیلنڈر 1976 عمل : اسلم کمال
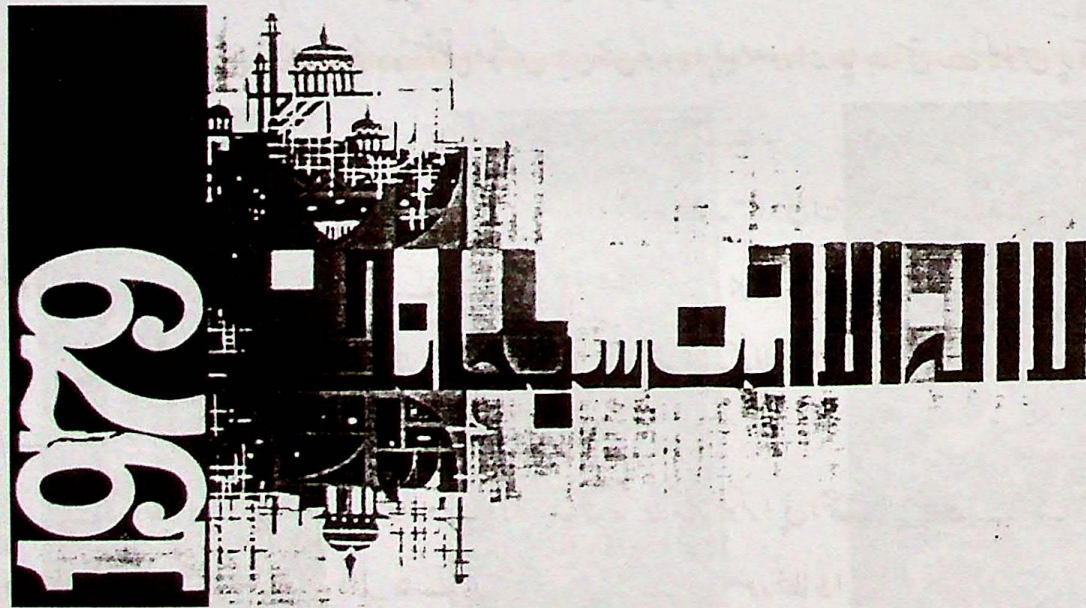
مصورانہ خطاطی کا دوسرا کیلنڈر 1979 عمل : اسلم کمال

زوار حسین کی مصورانہ خطاطی میں فنی چابکدستی ہے۔ تخیل کی فراوانی ہے۔ حسن اور رعنائی کے محاسن کی کثرت کے ساتھ رنگوں اور خطوں کا ڈرامائی برتاؤ موضوع کی اثر آفرینی کو دو چند کر دیتا ہے۔ حروف والفاظ کی تراش خراش، ماڈلنگ اور مولڈنگ میں زوار حسین عام طور پر شجر کی اشکال سے تشبیہی اور استعاراتی استفادہ کرتے ہیں جس کے باوصف ان کے فن پاروں میں حسن ایک نامیاتی سطح پر نشوونما کا مظہر بن جاتا ہے۔

شبنم انور دل امریکہ کی ایک یونیورسٹی میں لسانیات کے استاد ہیں اور ایک پر شوق مصور خطاط ہیں۔ وطن سے دور رہنے کی وجہ سے ان کا بہت سارا کام لوگ نہیں دیکھ پائے۔ اسمائے رب جلیل، اسمائے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور اسمائے صحابہ کرام رضوان اللہ کو عام طور پر ایک رنگ میں اپنے فن کا موضوع بناتے ہیں۔ چند حروف پر مشتمل ایک لفظ کا تخلیقی تصرف سارے تصویری رقبے کو پوری طرح ناطق بنا دیتا ہے۔

بشیر موجد رسالوں اور کتابوں کے سرورق کے ڈیزائنر کے علاوہ مشہور مصور خطاط ہیں، جو فنکارانہ درویشی سے خدمت فن میں مگن رہتے ہیں۔ ان کی مصورانہ خطاطی میں حروف والفاظ گرم سیال موم کی طرح نت نئے سانچوں میں اپنی صورت گری کرتے ہیں۔ ہلکے اور گہرے رنگوں کا ایک سیلاب ان کے فن پاروں میں ایک نامعلوم ابتدا سے کسی نامعلوم انتہا کی طرف موجیں مارتا دکھائی دیتا ہے۔ عجیب اتفاق ہے ان کی مصورانہ خطاطی کے نمونے تو اعجاز راہی کی تاریخ خطاطی میں شامل ہیں مگر ان کے بارے میں متن میں ایک بھی جملہ موجود نہیں ہے۔

عسکری میاں ایرانی مرحوم نیشنل کالج آف آرٹس میں شعبہ ڈیزائن کے استاد ہیں۔ مصورانہ خطاطی میں ان کا طرز اظہار بالکل جداگانہ ہے۔ انکے فن پاروں میں قدید فصیلوں پرانے مکانوں کے پس منظر میں حروف، الفاظ، عبارت، اعداد اور عاملوں کے زائچے وہ مستقل موٹفس ہیں جن کو وہ اپنی مصورانہ چابکدستی سے کینوس پر آراستہ کر کے بھید بھرا ایک ایسا تاثر پیدا کرتے ہیں جو ناظرین کے قدم روک لیتا ہے۔

محمد ارشد کمال مرحوم جدہ میں مقیم ایک باکمال مصور اور خطاط تھے۔ سعودی ایئر لائن میں گرافک آرٹسٹ تھے اور سعودی ایئر لائن کی 50 سالہ تقریبات کے سلسلے ان کی تخلیقی صلاحیتوں کو بہت شہرت ملی تھی۔

ظلِ ہما پہلی خاتون خطاط مصورہ ہیں جنہوں نے مصورانہ خطاطی کے لاتعداد فن پارے تخلیق کیے اور خاص و عام سے بہت داد پائی۔

ان کے علاوہ اور بھی ہوں گے جو گردش روز و شب سے بے نیاز ہو کر اپنی انتھک ریاضت سے رنگ و نور اور لفظ و معانی کے مابین تخلیقی رشتے لازوال بنانے میں منہمک ہیں۔ کتنے ہی مصور خطاط اپنی انفرادی نمائشوں کا اہتمام آئے دن کرتے رہتے ہیں۔ بہت سارے ایسے فن کار ہیں جن کے فن پارے اجتماعی نمائشوں اور اخبارات ورسائل

میں اہل نظر کو دعوت نظارہ دیتے رہتے ہیں۔ ان میں محمود الحسن جعفری، سلیم اللہ صدیقی مرحوم، سید ممتاز حسین، ظہور کاظمی، مقبول احمد، ایوب شہزاد، سیمی یونس، بلال جاوید، جمشید خان، خادم حسین کشش، محمد افضل، عارف قریشی، نور محمد جرال اور محمد یوسف اور خاص طور پر سعید بودلہ قابل ذکر ہیں۔

1987ء میں الحمرا آرٹس کونسل لاہور میں حنیف رامے نے امریکہ سے واپسی اور پورے چوبیس برس مصوری اور خطاطی سے کنارہ کشی کے بعد ایک لیکچر دیا، جس میں اس نے شاکر علی صادقین اور اسلم کمال سب کو مسترد کرتے ہوئے صرف اور صرف اپنا اثبات کیا۔ اسلم کمال نے موقع پر نوٹس لیتے ہوئے کہا رامے صاحب ! گذشتہ چوبیس برسوں پر محیط آپ کی غیر حاضری کے اندھیرے میں گم ہو جانے سے آپ کو شاکر علی صادقین اور اسلم کمال نے ہی بچایا ہے۔ دوسرے دن روزنامہ مشرق میں انتظار حسین نے اپنے کالم میں لکھا '' حنیف رامے کو یہ یاد رہا کہ شاکر علی اور صادقین مر چکے ہیں لیکن وہ یہ بھول گئے کہ اسلم کمال ابھی زندہ ہے۔''

وزارت امور خارجہ نے اس دہائی میں متعدد بار پاکستان مصوری، خطاطی اور مصورانہ خطاطی کے فن پارے فنکاروں سے خرید کر دنیا بھر میں اپنے سفارت خانوں کی زینت بنائے ہیں۔ اس طرح پاکستانی سفارت خانوں میں اسلم کمال کے اڑھائی سو کے لگ بھگ فن پارے دعوت نظارہ دیتے ہیں۔

1988ء میں الحمراء آرٹس کونسل میں مصورانہ خطاطی کی بہت اچھی اجتماعی نمائش ہوئیں، جس میں ظہور کاظمی، صبیحہ اعجاز، محمد یوسف، شفیق فاروقی محمد ذاکر، محمد اطہر طاہر کے علاوہ حنیف رامے اور اسلم کمال کے فن پارے بھی رکھے گئے۔
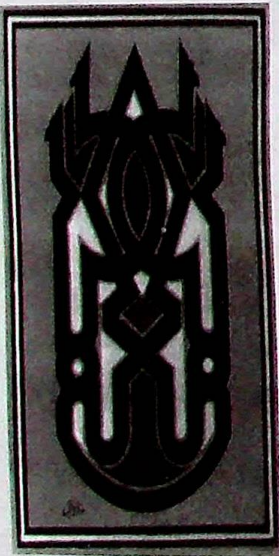
عمل: ظہیر الدین ظہیر

عمل: منور الاسلام

عمل: شاھنواز

عمل : عبدالحمید

عمل : ظفر اقبال خان

عمل : ڈاکٹر سمانا ڈی شان

عمل : منورالاسلام

1988ء میں پاکستان نیشنل کونسل آف دی آرٹس اسلام آباد نے یونیسکو کے اشتراک سے "Paintings From Pakistan" کے نام سے ایک آرٹ بک شائع کی۔ جس میں پاکستانی مصوری کے شانہ بشانہ مصورانہ خطاطی کو شامل کیا گیا۔ اس میں پاکستان کے 12 رجحان ساز اہل فن کے فن پارے اوران کے بارے میں مضامین شامل ہیں۔ مصور خطاطوں میں شاکر علی، صادقین، اسلم کمال، حنیف رامے اور گل جی شامل ہیں۔

اس آرٹ بک کے بارے میں ایک دلچسپ لیکن افسوسناک صورت یہ سامنے آئی کہ 1988ء میں چھپنے والی
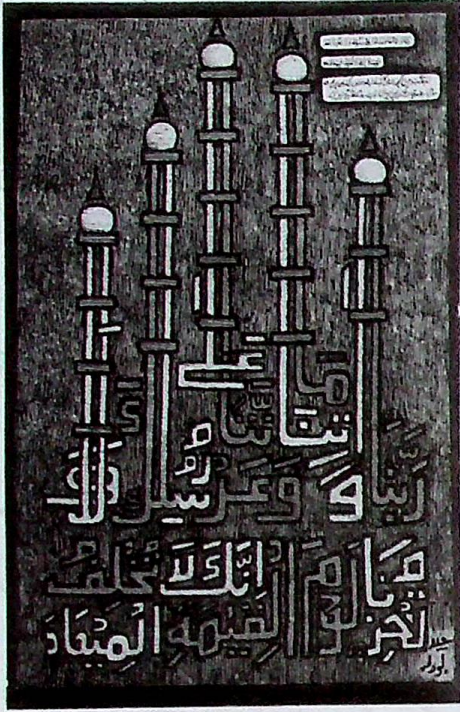
عمل : سہیلہ بخاری

عمل : سعید احمد بودلہ

یہ کتاب لگ بھگ 8 برس تک کسی گوشۂ گمنامی میں پڑی رہی۔ خیال اغلب یہ ہے کہ بزعم خویش ایک بڑا مصور، جس کو اقتدار تک رسائی تھی اس کتاب میں اپنا ذکر نہ پا کر اس نے اس کو ردّی کے ڈھیروں میں دبائے رکھا تھا۔ محترمہ کشور ناہید نے یہ کارنامہ کیا کہ اُس نے اس کو سورج کی روشنی دکھائی، اس کو برائے فروخت بک سٹالوں پر رکھا اور اعلیٰ معیار کی اس واحد کتابِ مصوری کو اہل نظر تک پہنچایا۔

1989ء قائداعظم لائبریری باغ جناح لاہور نے مصور خطاط اسلم کمال کے ساتھ ایک نشست کا اہتمام کیا اور ان کے فن پر ایک سلائیڈ شو بھی شامل تھا۔ اسلم کمال نے مصورانہ خطاطی اور اس کی ماضی میں جڑوں اور مستقبل میں امکانات پر ایک طویل لیکچر دیا۔ اس تقریب کی صدارت محترمہ عباسی عابدی پرنسپل نیشنل کالج آف آرٹس نے کی اور خطبہ صدارت میں اسلم کمال کے فن کو زبردست خراج پیش کیا۔

خلیج ٹائمز ویک اینڈ میں سید قمر الحسن لکھتے ہیں' پاکستانی مصور اور خطاط اسلم کمال نے عربی ابجد میں حسن و جمال کی ایسی بیکرانی دریافت کی ہے جس کی بدولت اس کے فن پارے جدید مغربی مصوّری کے شانہ بشانہ رکھے جاسکتے ہیں'۔ (اقتباس۔ 1989-1-6)

محمد اطہر طاہر نے الحمراء آرٹس کونسل میں مصورانہ خطاطی پر بڑا عالمانہ لیکچر دے کر اس صنف تازہ کی تفہیم

آسان بنانے کی قابل قدر کوشش کی۔

1989ء میں اسلم کمال حکومت قطر کی وزارت اطلاعات اور شعبہ فائن آرٹس کی دعوت پر سرکاری مہمان کی حیثیت سے قطر کے دارالخلافہ دوحہ میں 2 ہفتہ کے لیے گئے۔ ہوٹل شیرٹن دوحہ میں ان کے فن کی بڑے پیمانے پر نمائش ہوئی۔ جسے اہل دوحہ اور دوحہ میں غیر ملکی سفارتکاروں کی ایک بڑی تعداد نے بڑی دلچسپی سے دیکھا۔ قطر ریڈیو اور ٹی وی نے انٹرویو کے علاوہ نمایاں کوریج دی۔ اسلم کمال نے پاکستان فونڈیشن دوحہ میں اپنے فن کا عملی مظاہرہ کیا اور وقفے وقفے سے چار لیکچر بھی دیئے۔

شاکر علی میوزیم لاہور میں مصورانہ خطاطی کی اجتماعی نمائش ہوئی۔ جس میں شاکر علی کے فن پاروں کے علاوہ حنیف رامے، عبدالواحد نادرالقلم، ظہور کاظمی، محمد یوسف، سرور راہی، صبیحہ اعجاز اور کچھ نوآموز فن کاروں کا کام بھی شامل تھا۔

پاکستان نیشنل کونسل آف دی آرٹس نے اسلام آباد میں مصورانہ خطاطی اور خطاطی کی نمائش ماہ رمضان میں ہر سال کرنے کی اپنی روایت برقرار رکھی۔ جس میں ہر سال نئے نئے فنکاروں کی آمد اس صنف نو کی ہردلعزیزی کا
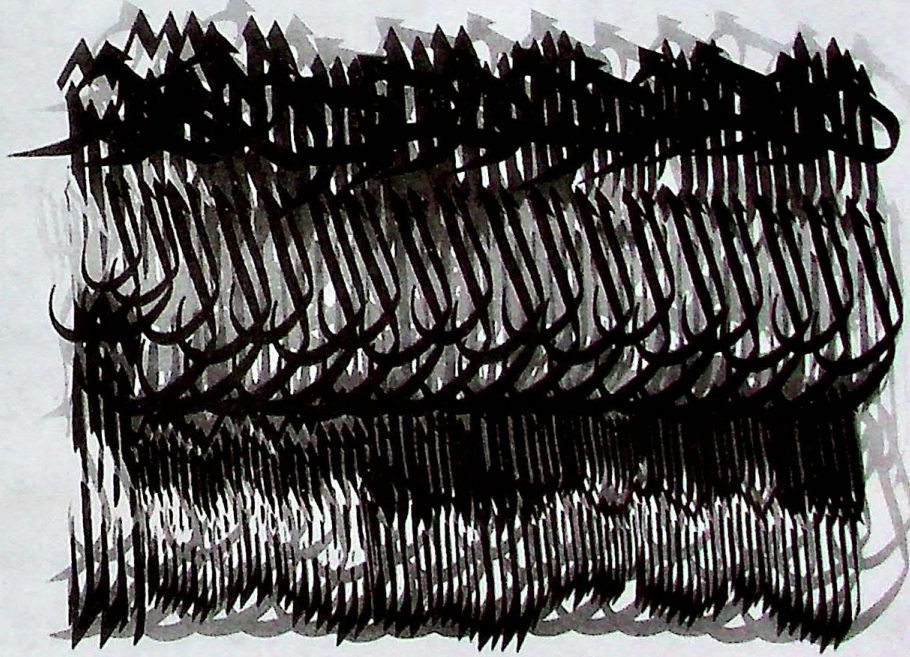
عمل : ڈاکٹر احمد مصطفےٰ (مصر۔برطانیہ)
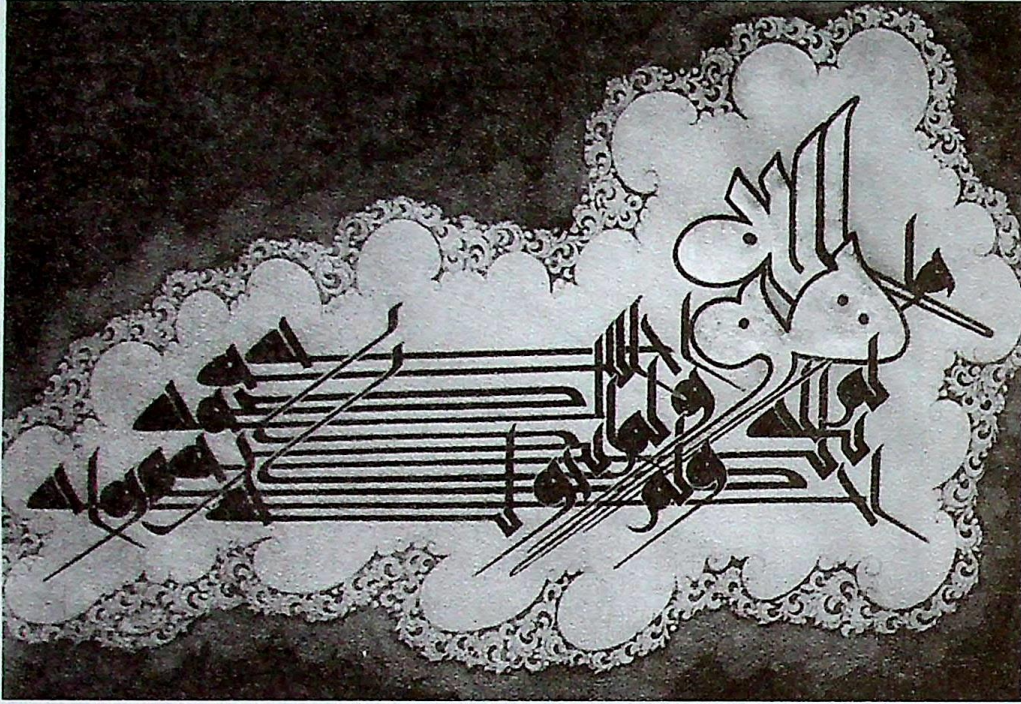
عمل : آفتاب احمد

ثبوت پیش کرتی ہے۔

اطہر طاہر نے اردو اور انگریزی اخبارات میں ایک دلچسپ بحث چھیڑ کر لوگوں کی توجہ اس طرف مائل کرنے کی پوری کوشش کی کہ اس صنف تازہ کو مصورانہ خطاطی، خطاطانہ مصوری، خطی مصوری، کیلی گرافک آرٹ یا کیلی گرافک پینٹنگ میں سے کس نام سے موسوم کرنا زیادہ مناسب ہے؟

عشرہ پنجم (1990ء سے 2001ء) چیدہ چیدہ واقعات

1970ء، 1980ء اور 1990ء کی دہائیوں میں مصوّرانہ خطاطی نے اپنی تعارفی، تشکیلی اور فتوحاتی تگ ودو میں جس بے مثال تخلیقی وفور اور تحریکی توانائی کا ثبوت دیا اور اس کے نتیجے میں اس صنفِ تازہ نے جو برق رفتار مقبولیتِ عام حاصل کی اس سے بلاوجہ خوف زدہ ہو کر جہاں مصوروں کے ایک گروہ نے فنِ خطاطی کو ایک فن صغیر (Minor Art) قرار دیتے ہوئے اس کی اس جہتِ نو (مصورانہ خطاطی) کے روز افزوں فروغ کو فنِ مصوری (Major Art) کے لیے ایک خطرہ شمار کیا۔ وہاں خطاطین کے ایک گروہ نے بھی مصورانہ خطاطی کو ایک بدعت گردانتے ہوئے اس کو حقیقی یا روائتی فنِ خطاطی کی حرمت کے خلاف ایک سازش تصور کیا اور دونوں گروہوں نے

تہذیب وفن کے سرکاری اور غیر سرکاری اجتماعوں اور اخبارات ورسائل میں ہدف تنقید بنایا اور اس پر پابندی عائد کرنے کے مطالبہ سے بھی دریغ نہ کیا۔ لیکن مصورانہ خطاطی اس سرزمین کے تہذیبی باطن میں اپنی جڑوں کے وجود اور اس کے خارج میں اپنے تخلیقی فروغ کے فطری استحقاق کی بدولت دیکھتے ہی دیکھتے ایک ایسے دریائے تند و تیز میں تبدیل ہوگئی جو اپنی طغیانی میں مزاحمت کے ہر بند کو خس وخاشاک کی طرح بہالے گیا۔ اس کے جلال و جمال کی جلوہ سامانی نے معاصر تخلیقی عمل کا رخ اس طرح موڑ کر رکھ دیا کہ وہ جو لوگ فنونِ لطیفہ سے بطور مبصر یا بحیثیت اہل نظر کے وابستہ تھے اور اب تک اس کو درخورِ اعتنا نہیں جانتے تھے۔ ان کے دلوں میں اس کے لیے نرم گوشہ پیدا ہونے لگا اور جو حضرات فنونِ لطیفہ میں صاحبانِ فن کے طور پر اپنی پہچان رکھتے تھے۔ لیکن انہیں اس صنف تازہ کا مستقبل مشکوک نظر آتا تھا۔ اب نہ صرف ان کو اس کا ایک یقینی اور روشن مستقبل صاف دکھائی دینے لگا بلکہ اب وہ خود اپنا بھی مستقبل اس کے ساتھ وابستگی میں تلاش کرنے لگے۔

1990ء میں ابوظہبی میں اسلم کمال کی مصورانہ خطاطی کی بہت بڑی نمائش کا اہتمام متحدہ عرب امارات کلچرل فونڈیشن ابوظہبی میں ہوا۔ خلیج ٹائمز، گلف نیوز سمیت تمام انگریزی اور عربی اخبارات، ریڈیو اور ٹیلی ویژن میں اس نمائش کا خوب چرچا ہوا۔ اسلم کمال نے مصورانہ خطاطی کا عملی مظاہرہ کیا اور بھرپور لیکچر بھی دیا۔

عمل : اسلم کمال
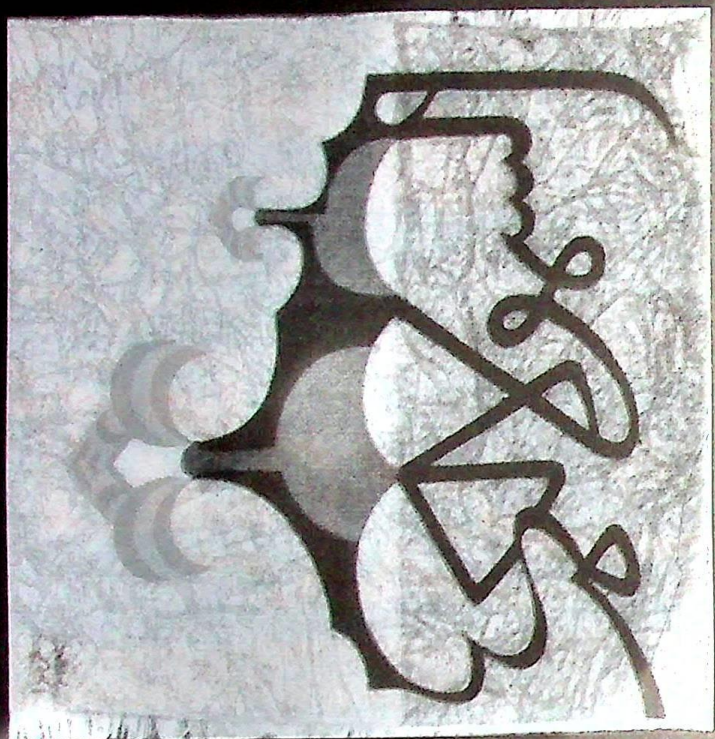
عمل : انور جلال شمزه
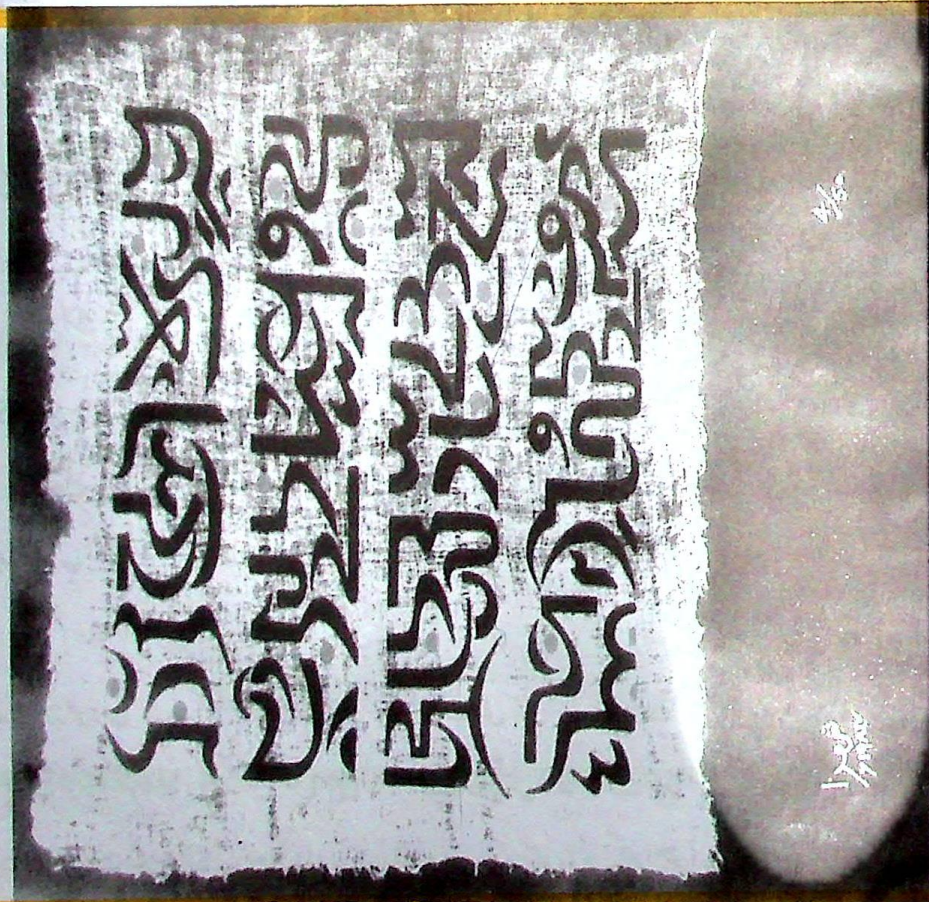
عمل : انور جلال شمزه

عمل : صادقین

گلف ویکلی کی اشاعت 6 جنوری 1989ء میں ثنا بو گرش لکھتی ہے۔

''ابوظہبی کلچرل فاؤنڈیشن میں پاکستانی مصور خطاط اسلم کمال کے فن پاروں کی نمائش ایک اہم واقعہ ہے۔ عربی حروف والفاظ جتنے خوبصورت ہیں۔ اسلم کمال نے ان کو کہیں زیادہ دلکش بنا دیتا ہے۔ بلاشبہ وہ ایک غیر معمولی مصور خطاط ہے جس نے عالمی شہرت اپنے فن کے حوالے سے حاصل کی ہے۔ وہ اب تک یورپ ایشیا اور مشرقِ وسطی میں پچاس نمائشیں کر چکے ہیں۔ ابوظہبی میں یہ ان کے فن کی 51 ویں نمائش ہے اور مصور خطاط خود بھی اس وقت عمر کے 51 ویں برس میں ہے۔''

پروفیسر ڈاکٹر شوکت محمود، جو میکسم کے نام سے بین الاقوامی شہرت کے کارٹونسٹ ہیں اور فنون لطیفہ پر ایک سند تسلیم کیے جاتے ہیں، خطاطی کے جدید اسالیب پر بات کرتے ہوئے کہتے ہیں :

''اسلام کا ابتدائی خط کوفی مربعوں، مستطیلوں اور مثلثوں پر مشتمل ہے۔ اسلم کمال کا اسلوب اس اولین نمونے کا نکتہ عروج ہے۔ اسلم کمال کی خطاطی محض خطاطی نہیں بلکہ اس سے کہیں زیادہ ہے۔ عالمی شہرت کی مستشرقہ اور فاضلہ پروفیسر ڈاکٹر انماری شمل کہتی ہیں۔'' اپنے زیرِ عمل الفاظ کے پیغام کی تکریم کو ایک واضح اور لامختتم موجدانہ صلاحیت کی معیت میں اشکال معانی اور حسن الالوان کے جس انوکھے امتزاج سے وہ اجاگر کرتا ہے، میں اس حوالے

سے مراکش سے ملائشیا تک اسلم کمال کو بہت بلند مقام دیتی ہوں۔'' '' اسلم کمال نے قدیم زاویائی کوفی خط کا احیاء کچھ اختراعات کے ساتھ بڑے پر وقار انداز میں کیا ہے۔ اس نے ہندسی اور تعمیراتی موٹفس اور اصولوں کے تحت حروف کو ایک مکعبیاتی مہک دی ہے۔ اس کے موقلم کی جنبشیں پر زور اور پرکار ہیں، پرشکوہ اور لچک دار ہیں۔ لچک دار ان معنی میں کہ ایک ہی فریم میں حروف حسب ضرورت اپنے حجم اور قامت میں بڑھائے جاسکتے ہیں، پھیلائے جاسکتے ہیں اور گھٹائے جاسکتے ہیں۔ بلا شبہ اسلم کمال آج خود ایک معیارِ فن ہے۔''

''جس طرح دسویں صدی میں ابن مقلہ نے قلم کا قط (مربع) ایجاد کیا اور اس کو اکائی قرار دے کر اس کے مطابق تمام حروف کی صورتیں وضع کیا اور ان کی قامتیں اور جسامتیں متعین کیں اسی طرح اسلم کمال نے مثلث کو اکائی قرار دے کر اس پر حروف کی تشکیل نو کی ہے۔''

''کاغذ اور کینوس پر خطاطی اب تک دو رخی یعنی لمبائی اور چوڑائی کی ہی حامل رہی ہے۔ اسلم کمال نے اس میں گہرائی کی تیسری بعد بھی شامل کر دی ہے اور یوں اس کی تصویر میں ایک تناظر کی موجودگی اور اس کے باوصف ایک ماورائی منظر کا احساس ابھرتا ہے اور یہ خوبی تعمیراتی موٹفس سے متنوع اور ماہرانہ استفادہ کی دین ہے۔ اسلم کمال کا اس فن میں کوئی ثانی نہیں۔ اس کا فن نادر اور ارفع ہے اور اپنے خالق کے حضور ایک بے ساختہ حمد ہے۔''

(دی نیشن لاہور)

عمل: اسلم کمال
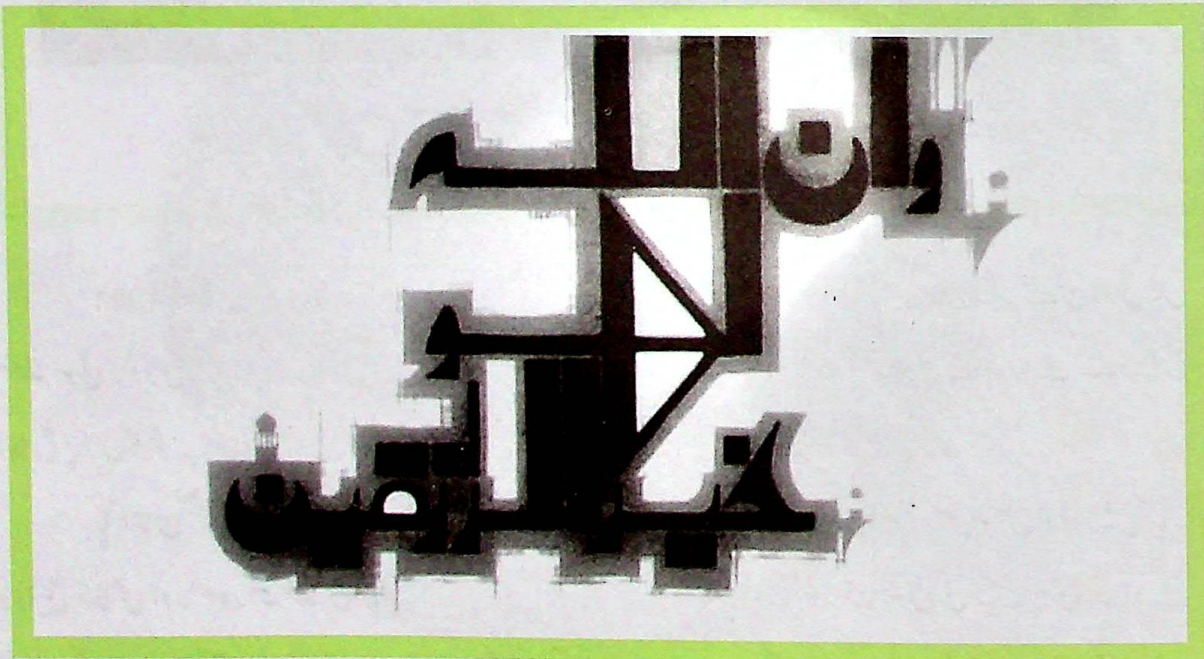
عمل : گلزار احمد ب

عمل : بھولا جاوید

عمل : اصغر علی

عمل : کرنل قاسم
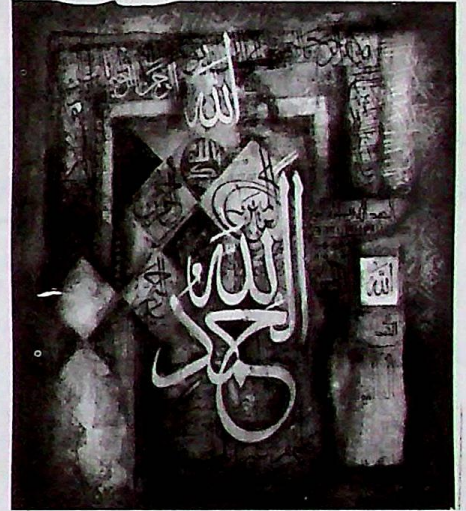
1991ء میں اسلم کمال کی مصورانہ خطاطی کے فن پاروں کی بہت متاثر کن نمائش ہوٹل شیرے ٹن دوبئی میں منعقد ہوئی۔ دوبئی کے رہنے والوں اور غیر ملکی شائقین فن نے اس کو بار بار دیکھا۔ متحدہ عرب امارات کے ذرائع ابلاغ پر اس کا خوب شہرہ ہوا جو فن کی اس تازہ شکل کی عرب ممالک میں مقبولیت کا باعث بنا۔

پاکستان نیشنل کونسل آف دی آرٹس نے ایک بین الاقوامی نمائش کا اہتمام الحمرا آرٹس کونسل لاہور میں کیا۔ روایتی خطاطی اور مصورانہ خطاطی کے شعبہ میں ملکی اور غیر ملکی خطاطوں اور مصور خطاطوں کی ایک بڑی تعداد نے شرکت کی اور اس حقیقت کا ثبوت سامنے آیا کہ اس خالصتاً پاکستانی صنف اظہار کی دیگر اسلامی ممالک میں کتنی زیادہ پذیرائی ہو رہی ہے۔

1991ء میں لاہور میوزیم نے 14 اگست کی تقریبات کے سلسلے میں اسلم کمال کی مصورانہ خطاطی کی نمائش کا بطور خاص اہتمام کیا۔ اس موقع پر اس اعزاز کے حوالے سے اسلم کمال نے اپنی مسرت کا اظہار ان الفاظ میں کیا'' اہل وطن کو مصورانہ خطاطی کا تحفہ مبارک ہو کہ یہ تخلیق پاکستان کے جمالیاتی مقاصد کی آئینہ دار ہے۔''

جنوری 1992ء میں حنیف رامے نے سو مختلف انداز میں اسمائے رسول پاک ﷺ کی پر عقیدت خطاطی کر کے کبھی چھوڑی ہوئی اس منزل کی طرف اپنی واپسی کا اعلان بڑے موثر اور معزز انداز میں کیا۔ یہ نمائش نیرنگ آرٹ گیلری لاہور میں ہوئی۔ اس کے بعد یہ نمائش لاہور آرٹ گیلری میں بھی ہوئی اور دونوں بار اہل دل اور اہل نظر نے دل کھول کر حنیف رامے کی مصورانہ خطاطی سے محبت اور نبی آخر الزمانؐ سے عشق کی تعریف کی۔

نیشنل کالج آف آرٹس لاہور کے استاد اور مشہور مصور احمد خاںؒ نے مصورانہ خطاطی کو موضوع فن بنایا۔

1992ء میں شکیل اسماعیل نے لاہور آرٹ گیلری میں ظروف پر مصورانہ خطاطی کی نمائش کی۔ اس میں ساٹھ کے قریب نمونے شامل تھے۔ ظروف کے علاوہ کچھ دوسری اشیاء پر خط ثلث کے آرائشی امکانات کے ادراک کی ماہرانہ اور مصورانہ تعبیر نہایت ہی قابل تعریف تھی۔
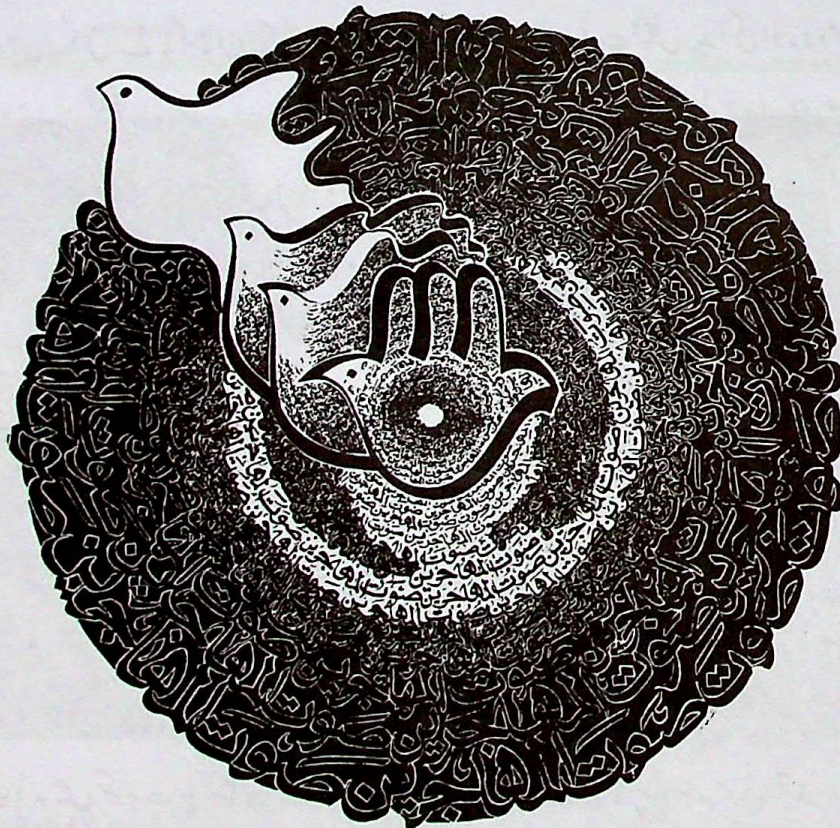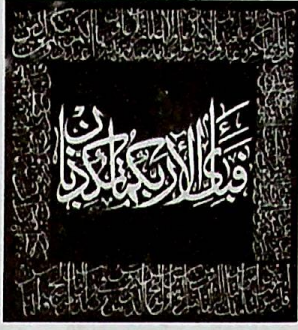
عمل : اظہر قلمکار

عمل : عبدالروف

عمل : نصیر احمد
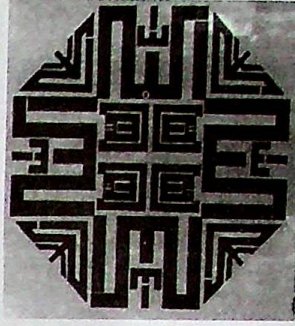
1993ء میں حنیف رامے نے الحمراء آرٹس کونسل لاہور میں اپنی زندگی کے تمام فنکارانہ اثاثوں کی عظیم الشان نمائش کا اہتمام کیا۔ صدر پاکستان نے اس نمائش کا افتتاح کیا۔ لوگوں نے اس نمائش کو بار بار دیکھا اور پنجاب اسمبلی کے ایک سپیکر کی زندگی کے نہایت تابناک پہلو کا مشاہدہ کیا۔ اس موقع پر اخبار نویسوں کے سوالات کا جواب دیتے ہوئے حنیف رامے نے کہا ''میرا اسلوب صادقین اور اسلم کمال سے بالکل جدا ہے۔''

میکسم کے نام سے مشہور کارٹونسٹ پروفیسر ڈاکٹر شوکت محمود حنیف رامے کے فن کے بارے میں لکھتے ہیں :

''حنیف رائے بذات خود ایک معیارِ فن ہے۔ وہ اپنے معاصرین میں کسی سے متاثر نہیں جبکہ اس سے متاثر بہت سارے ہوئے ہیں۔ اس نے پاکستان کے فنون لطیفہ کے منظرنامے میں بہت ہلچل پیدا کی اور وہ مصورانہ خطاطی کا بانی ہے۔ اس کا کام نہایت تخلیقی اور موجدانہ شان کا حامل ہے۔ وہ اپنے فن کے ناظر کو طرزوں اور صورتوں کی ایک ایسی کہکشاں پیش کرتا ہے جس کے باطن میں اسلامی خطاطی کی روح دوڑتی ہے۔ وہ اپنی اختراعات سے ایک تصوریت کی صورت گری کرتا ہے جو تقدس پارسائی اور کبریائی کی صورت گری ہے اور ان سے ماورا یہ اس کے اپنے خراج عقیدت کی صورت گری ہے۔ اس کی مصورانہ خطاطی واضح پڑھائی اور خوبصورتی کا امتزاج ہے جو کہ خطاطی کی اصل خوبی ہے۔ حنیف رامے کا فن ایک ہدیہ تبریک ہے۔''

انور سجاد نے حنیف رامے کے فن پر گفتگو کرتے ہوئے کہا ''حنیف رامے نے صادقین اور اسلم کمال کی طرح اپنا انفرادی رسم الخط ایجاد کرنے کی بجائے اپنے فن کے لیے بیکرانی کا انتخاب کیا ہے۔''

مصور اور خطاط سردار احمد کراچی میں وفات پا گئے آپ اپنے انداز کے بہت انتھک مصور تھے۔ 1980ء کی قومی نمائش بصری فنون میں آپ کو مصورانہ خطاطی کا دوم انعام ملا تھا۔

1994ء میں حکومتِ پاکستان نے اسلم کمال کو مصورانہ خطاطی کا پہلا صدارتی تمغہ برائے حسنِ کارکردگی "Prid of Performance" عطا کیا۔

1994ء میں پاکستان نیشنل کونسل آف دی آرٹس نے ماہ رمضان میں شاکر علی میوزیم لاہور، نیشنل گیلری اسلام آباد اور کراچی میں خطاطی اور مصورانہ خطاطی کی نمائشوں کا اہتمام کر کے اس صنف فن کی ملکی سطح پر مقبولیت کے دائرے کو اور وسیع کر دیا۔

پاکستان نیشنل کونسل آف دی آرٹس نے اسلم کمال کی مصورانہ خطاطی، مصوری، کلامِ اقبال کی مصوری، کلام فیض احمد فیض کی مصوری پر مشتمل آرٹ فولیو شائع کیا اور نیشنل گیلری اسلام آباد میں اس کی مصورانہ خطاطی کی نمائش کا اہتمام کیا۔

1995ء میں لاہور کے ناصر حق نے درختوں کے بڑے پتوں پر آئل پینٹنگ میں اسمائے ربانی، اسمائے سرور عالمؐ اور اسمائے صحابہ اکرامؓ کی مصورانہ خطاطی کر کے بڑی عزت پائی۔

مصورانہ خطاطی اب پاکستان کے طول و عرض میں ایک تحریک سے کہیں آگے بڑھ کر سکہ رائج الوقت کی طرح منظور و مقبول عام ہے۔ وہ مصور حضرات جو اب تک خطاطی کو فن صغیر (Minor Art) شمار کرتے تھے اب اس کا کرشمہ ان کے بھی دامن دل کو کھینچنے لگا ہے اور جو اب تک صرف خطاط ہونے پر نازاں تھے اور مصورانہ خطاطی کو ایک بدعت (Heresy) گردانتے تھے وہ بھی اب اپنی خطاطی کو مصوری آشنا کرنے لگے ہیں۔ کچھ مصور اور خطاط ایسے بھی ہیں جو یا تو مصوری میں پختہ نہ تھے یا خطاطی میں خام تھے، انہوں نے مصورانہ خطاطی کو شہرت حاصل کرنے کے لیے

عمل : ایم جلال
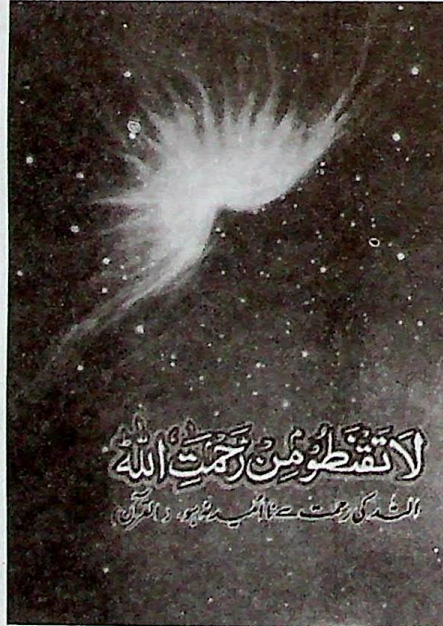
عمل : ایم جمیل

ایک شارٹ کٹ کے طور پر استعمال کرنے کی کوشش میں اس نفیس مگر نازک ترین صنف اظہار کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کو نقصان پہنچایا۔ اس طرح جو مصور اپنی مصوری کو کامیابی کے ساتھ خطاطی سے پیوند نہ کر سکے یا جو خطاط اپنی خطاطی کو مصوری سے آشنا کرنے کا حق ادا نہ کر سکے، ان میں سے کچھ تو واپس لوٹ کر اپنی اصلی مصوری یا اپنی اصلی خطاطی سے دوبارہ وابستہ ہو کر پرسکون ہو گئے۔ لیکن کچھ ایسے بھی تھے جن کی ناکامی کے پیچھے اصل میں ان کی بے ہنری تھی۔ بجائے اس کے کہ وہ اپنی بے ہنری کا سامنا کرتے وہ اپنی بے ہنری کو ہنر منوانے کے لیے تمام حربے استعمال کرتے رہے جس کے سبب مصورانہ خطاطی کو سخت تنقید کا نشانہ بھی بننا پڑا۔ تنقید کی اس یلغار میں شدت پیدا کرنے اور اسے بعض اوقات تنقیص کی سطح تک لے آنے میں ان مصوروں کا بڑا حصہ ہے جو فنون کو بھی فیشن کی طرح اپناتے ہیں۔ انہوں نے مصورانہ خطاطی میں بھی مقدر آزمایا مگر وہ متوقع گلیمر (Glamour) حاصل کرنے سے محروم رہے، ان کی امیدیں پوری نہ ہو سکیں تو ناکامی کا غم ہلکا کرنے کے لیے مصورانہ خطاطی کو غیر تخلیقی فن ثابت کرنے میں انہوں نے اپنی باقی ماندہ زندگی گزار دی۔ فنون لطیفہ کے فروغ کے علمبردار کچھ ادارے جن کے حکام بالا اپنی نوکریاں پکی کرنے کے لیے ہمیشہ اہل اقتدار کی ایک جنبش نگاہ پر محکمانہ پالیسیاں الٹ پلٹ کر دیتے ہیں، انہوں نے خاص طور پر یہ غلط تاثر پھیلایا کہ مصورانہ خطاطی کے فروغ کے پس پردہ مارشل لاء حکومت کی بے جا تائید وحمایت کارفرما ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ مصورانہ خطاطی کی اس قدر پذیرائی تک رسائی کے پیچھے گزشتہ چار دہائیوں پر محیط قلم اور موقلم میں اشتراک کار کی بے پناہ طلب اور تڑپ ہے جو کاتب کی دوات اور قرطاس سے شروع ہو کر مصور کے کلر بکس اور کینوس تک کامیاب سفر کی ضامن بنی اور رنگ و روشنائی کی کارگاہ میں حروف ابجد کے اندر اس تخلیقی جوہر کا وہ وجود ہے جسے اظہار کا راستہ بالاخر پالینا تھا، جسے اپنی شناخت کا مرحلہ آخر کار طے کر ہی لینا تھا۔

پاکستان کی گولڈن جوبلی تقریبات کے سلسلے میں اردو سائنس بورڈ نے اسلم کمال کی کتاب ''اسلامی خطاطی۔ ایک تعارف'' شائع کی۔

پاکستان کیلی گرافک آرٹسٹس گلڈ وجود میں آئی۔ گلڈ نے الحمرا آرٹس کونسل لاہور میں اسلم کمال کی کتاب ''اسلامی خطاطی۔ ایک تعارف'' کی تقریبِ رونمائی کی۔ مشہور کارٹونسٹ میکسم (پروفیسر شوکت محمود) نے اظہار خیال کیا۔ پروفیسر عطیہ سیّد صدرِ شعبہ فلسفہ لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی نے مقالہ پڑھا اور وفاقی وزیر اسحاق ڈار نے صدارت کی۔ کچھ عرصہ بعد گلڈ نے اسلم کمال کی مصورانہ خطاطی کی نمائش الحمرا آرٹس کونسل میں کی۔ گورنر پنجاب نے افتتاح کیا اور گلڈ کے لیے ہر ممکن مالی مدد کا وعدہ کیا۔

مشہور مصوّر جمیل نقش نے مصورانہ خطاطی کے کچھ کینوس پینٹ کر کے اس میدان میں اپنی آمد کا ایک خوبصورت اظہار کیا۔

اسلام آباد میں شاہراہِ آئین پر سپریم کورٹ کے ساتھ وزیر اعظم سیکرٹریٹ کی زیر تعمیر عمارت کی لمبی لمبی

عمل : ریاض احمد رانا

عمل : عبداللطیف سھو
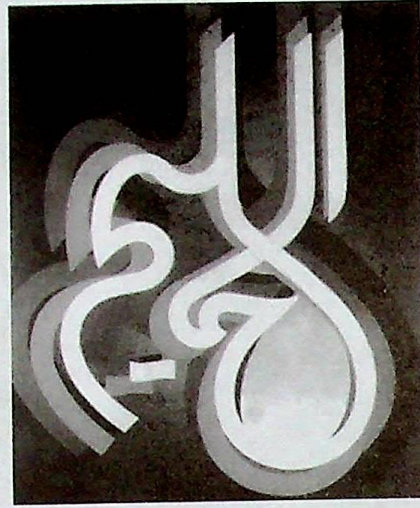
دیواروں پر گنبدوں، برجوں اور برجیوں کی کثرت دیکھ کر اسلام آباد کے اخباروں نے لکھا کہ وزیراعظم سیکرٹریٹ کی زیرِ تعمیر عمارت کی صورت میں جیسے اسلم کمال کی مصورانہ خطاطی کا کوئی فن پارہ فنِ تعمیر میں ظاہر ہو رہا ہے۔ اکادمی ادبیاتِ پاکستان اسلام آباد کی عمارت میں اسلم کمال نے مصورانہ خطاطی اور مصوری کا مشترکہ میورل 22X10 فٹ سائز میں پینٹ کیا۔

پاکستان میں بیسویں صدی کی آخری نمائش مصورانہ خطاطی کی تھی جو 11 دسمبر 1999ء کو الحمرا آرٹس کونسل لاہور میں ہوئی۔ صدرِ مملکت نے افتتاح کیا۔ یہ اسلم کمال کے فن پاروں پر مشتمل انفرادی نمائش تھی۔

2000ء کو ایوانِ اقبال لاہور میں صدر پاکستان نے اسلم کمال کے فن کے اعتراف میں قائم ہونے والی مستقل گیلری کا افتتاح کیا۔ یہ مستقل گیلری کلامِ اقبال کی مصورانہ خطاطی تشریحی اور مصوّری پر مشتمل ہے۔

2001ء میں پاکستان کیلی گرافک آرٹسٹس گلڈ نے خطاطی اور مصورانہ خطاطی کی پہلی بین الاقوامی نمائش کے دعوتی کارڈ پر اسلم کمال کا فن پارہ شائع کیا۔ اس نمائش کا افتتاح صدر مملکت نے کیا اور تین لاکھ روپے کی مالی مدد گلڈ کو دی ـــــــ الحمدللہ پاکستان کی تہذیبی، ثقافتی، فکری اور روحانی روایات کی تعبیرِ نو ''مصورانہ خطاطی'' کے نام سے اس سرزمین کے بصری فنون کی قیادت کرتی ہوئی اکیسویں صدی میں قدم انداز ہوتی ہے۔ صدی ایک سو سال کو کہتے ہیں۔ پچھلے ایک سو سال میں شرق وغرب کے نقشے میں قلب ونظر ہی نہیں منظر اور تناظر بھی بدل گئے ـــــــ گذشتہ نصف صدی جواب اکیسویں صدی کا لاشعور بن چکی ہے۔ اس میں مصورانہ خطاطی نے پیدائش، بچپن اور شباب کے جو مراحل طے کیے ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کا ایک مختصر سا بیان اس کتاب میں شامل کر دیا جائے تاکہ آنے والی نسلیں جانے والی نسلوں سے اپنا رشتہ بحال رکھ سکیں۔
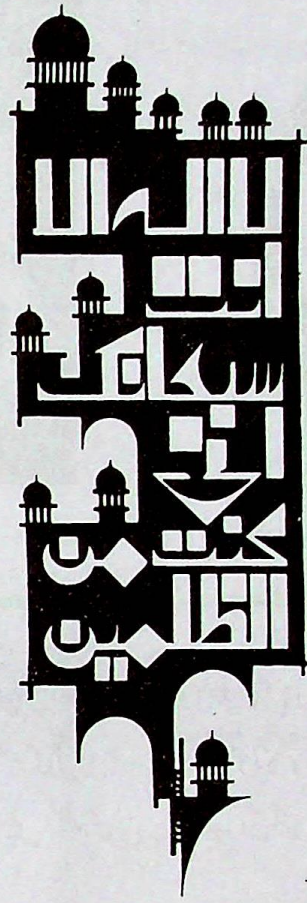
مصوّرانہ خطاطی

(بیسویں صدی سے اکیسویں صدی میں)

کوچۂ نقش گراں

مصوّرانہ خطاطی کے میدان میں اترنے والا ایک گروہ کوچۂ نقش گراں سے ہے۔ نقش گری یا نقاشی ہمیشہ سے وہ پہلا زینہ یا پہلا پل رہی ہے جس پر سے گزر کر مصوّری (Art of Painting) دوسرے فن یا ہنر مثلاً ظروف سازی، چوب کاری یا فنِ تعمیر وغیرہ کے علاقے میں قدم رکھتی ہے۔ ضروری نہیں کہ خطاطی کا نقاش ایک ماہر خطاط بھی ہو۔ لیکن وہ ایک ماہر خطاط ہو بھی سکتا ہے۔ خطاطی کے نقش گر کا اصل منصب حروف و الفاظ کے نشست و قیام اور طرزِ خرام کی فعلیت سے ہم آہنگ نقش تلاش کر کے لفظ، جملہ اور عبارت کو قائم کرنا، سنوارنا اور جلا دینا ہے۔ چنانچہ ایک ماہر نقاش لفظ پر توجہ مرکوز کر کے اس کی پیکریت کا مطالعہ کرتا ہے۔ پھر اس پیکر کو ایک پہلو سے اس کے سائے کی

عمل : اسمانیئر

عمل : شبانہ سلیم
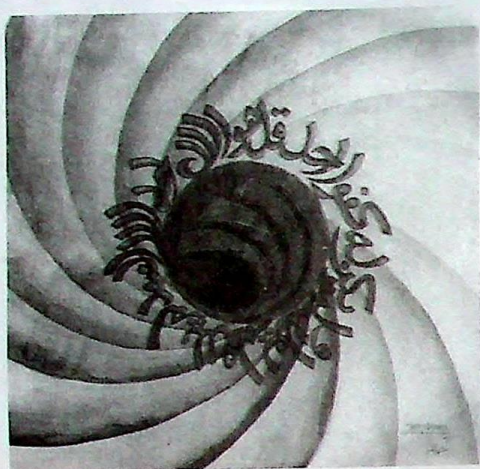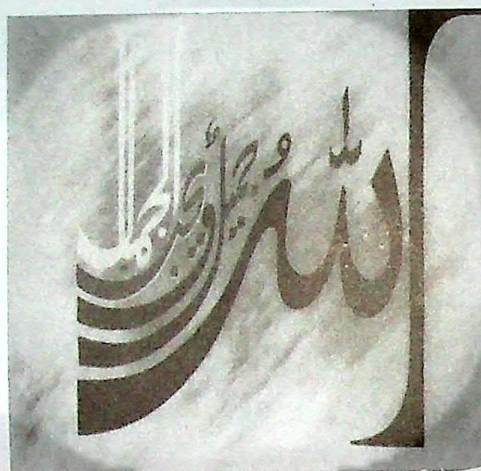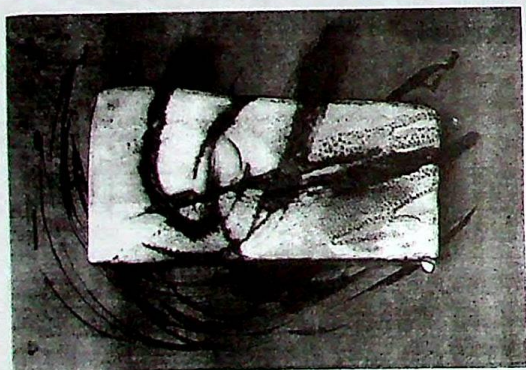
عمل : عالیہ امتیاز

عمل : ثریا حسن

گنجائش اور دوسرے پہلو سے اس کے عکس کی رعایت سے منقش کرتا ہے۔ نقاش اپنی آئندہ نسل کو نقش گری کا علم منتقل کرنے کی بجائے اپنی ہنرمندی وراثت کے طور پر سونپ دیتا ہے۔ میراث کا یہ رویہ ایک حرف کو ایک فرد، ایک لفظ کو ایک گھرانہ، ایک پیرا کو ایک خاندان، ایک باب کو ایک قبیلہ اور کتاب کو ایک قوم کے طور پر آراستہ اور پیراستہ کرتا ہے۔ ایک نقاش کی سائیکی کے غیبِ میں جو تحریک کے سرچشمے ہوتے ہیں۔ ان میں غلافِ خانہ کعبہ پر زرّیں کشیدہ کاری، قرآن پاک کی تزئین کاری منبر ومحراب کے چوب وسنگ کی نقاشی، منقش کتب اور فنِ تعمیر سے وابستہ زیب و زینت کے کارہائے نمایاں شامل ہیں۔

کوچہءِ خطاطین

مصوّرانہ خطاطی کے میدان میں اترنے والا ایک نمائندہ گروہ کوچہءِ خطاطین سے ہے۔ اس کوچہ کے افراد عام طور پر واجبی تعلیم رکھتے ہیں۔ اور پیشہ کتابت سے وابستہ ہوتے ہیں۔ اکثریت اپنے آپ کو اپنے روزگار تک ہی محدود رکھتی ہے۔ بلاشبہ ہر ایک دور میں ان میں ایسے نابغہءِ روزگار بھی موجود چلے آتے ہیں، جو تعلیمی لحاظ سے قابل قدر اور فن خطاطی کے اعلیٰ تخلیقی ذوق وشوق سے بہرہ مند اور ابنِ مقلہ کے ایجاد کردہ خطِ نسخ خطِ ثلث خطِ ریحان خط

عمل : صادقین
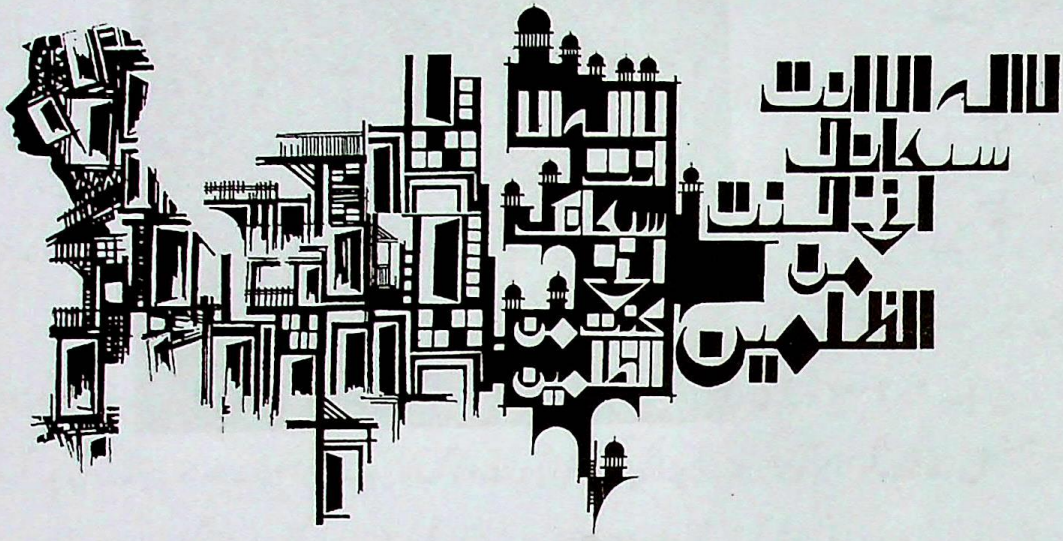
عمل : اسلم کمال

توقیع خط رقاع اور خطِ محقق کے اسرار و رموز سے کماحقہ آگاہ اور ان پر ماہرانہ دسترس بھی رکھتے ہیں۔ مصر ترکی عراق ایران اور دیگر ممالک میں صورت پذیر ہونے اور فروغ پانے والے ابنِ مقلہ کے نقشِ قلم پر نسخ، ثلث، دیوانی، اندلسی، تعلیق، نستعلیق، سنبلی، مغربی، طومار، شکستہ، طغرا، تاج اور خط بہار کا شعورِ کامل رکھنے کے ساتھ ساتھ برصغیر پاک و ہند کے مقامی اثرات کے تحت ثلث، نستعلیق اور نسخ کے جملہ دبستانوں پر عالمانہ نظر بھی رکھتے ہیں۔ ان کی برکت سے استاد اور شاگرد کا رشتہ پورے تقدس کے ساتھ قائم ہے۔ تلامذہ اپنے اساتذہ کا ادب و احترام ایک مرشد کی طرح کرتے ہیں۔ اسی حدِ ادب کے باوصف خطاطین نے اختراع یا اجتہاد کے سلسلے میں بیرونی اثرات کے ردّ و قبول میں بڑی احتیاط سے کام لیا ہے۔ روشنائی کی دوات کے ساتھ کلر بکس اور کاغذ کے ساتھ کینوس کا وجود تو قبول کر لیا لیکن اکثریت نے ماضی میں موجود آرائشی اور زیبائشی رسم الخطوں سے ہی استفادے تک اپنے قرطاس و قلم کو محدود رکھا ہے۔ ان کی سائیکی کے غیب میں تحریکی سرچشموں میں غلافِ کعبہ پر خطاطی، روضہ رسولؐ پر خطاطی، قرآن کی خطاطی، مساجد، مقابر اور اہم عمارات پر خطاطی کے لازوال کارنامے ہیں۔ جن کے لاشعوری تناظر میں مائل بہ مصوّری خطاطین کا خطِ ماہی، خطِ اسد، خط طاؤس، خطِ گلزار، خطِ غبار، خط قوام، خطِ ناخن اور خطِ طغرا و تاج میں دادِ فن دینا بلاشبہ جمالیاتی اثاثوں میں اضافہ کرتا ہے۔

عمل : ظهور الدخلاق

عمل : سعيد اختر

عمل : چترا پریتم
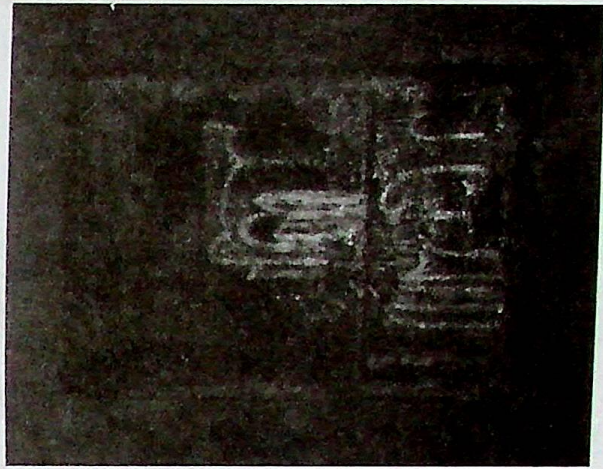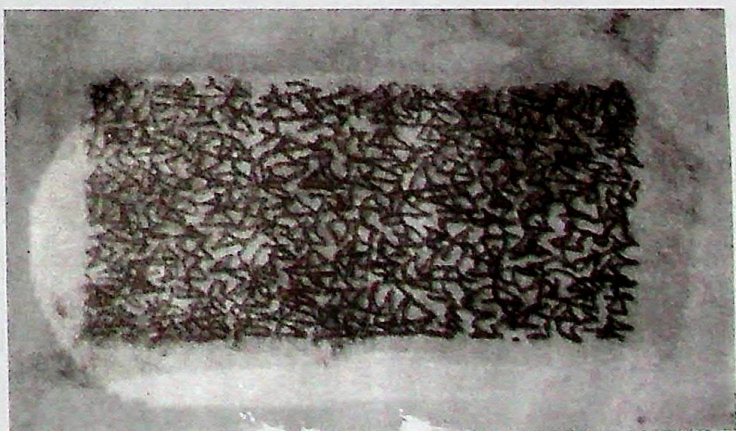
ڈیزائنرسٹریٹ

مصورانہ خطاطی کے سلسلے میں کوچۂ مصوراں میں قدم رکھنے سے پہلے اس جہت نو کے خدوخال تراشنے اور اس کے ساختیاتی ڈھانچے کوموزوں اور مناسب بنانے میں اہم ترین خدمت سرانجام دینے والا اک ذیلی گروہ کوچۂ مصوّراں کی ایک ذیلی گلی ڈیزائنرزسٹریٹ (Designer's Street) میں مقیم ہے جس نے مصورانہ خطاطی کو پاکستان میں متعارف کروانے اور اسے مقبول عام بنانے میں بھی سب سے نمایاں کردار ادا کیا۔

ہرایک پینٹر (مصوّر) کی ذات میں ایک ڈیزائنر بھی ساتھ ساتھ پرورش پاتا، تربیت حاصل کرتا اور تخلیقی عمل میں مسلسل رفاقت فراہم کرتا ہے۔ ڈیزائن کسی بھی آرٹ ورک کا ایک اہم عنصر ہے، جو پینٹنگ کی پراگریس کے ساتھ ساتھ اس کے اندرونی جنگلے کو آگے بڑھاتا جاتا ہے۔ ایک فن پارے کے سامنے کھڑے ہونے سے اشتعال انگیز، اطمینان بخش اور پریشان کن صورتوں میں سے کسی ایک کا سامنا ہوسکتا ہے۔ لیکن ایک باقاعدہ تربیت کے بعد کسی بھی فن پارے میں اس کے مرکزی خیال، احساسات اور تاریخی سیاق وسباق تک بتدریج رسائی ممکن ہوجاتی ہے اور ان سب کو ایک اکائی میں ڈھالنے والی بنیادی بصیرت یا مہارت جسے ڈیزائن کہتے ہیں۔ اس سے بھی بقدرِ ضرورت آگاہی ہوجاتی ہے۔ ڈیزائن عبارت ہے مواد، لائن، شیپ، فارم، سپیس، ٹیکسچر ویلیو (اجالے۔اندھیرے) کلر اور ٹائم (بتدریج) سے اور یہ عناصر آرٹ ورک میں قابل مشاہدہ ہوتے ہیں اور یہی عناصر دراصل فنکار کے ہاتھ میں وہ اوزار ہوتے ہیں جن سے وہ جمالیات کے مظاہر تراشتا ہے۔

ڈیزائن میں موٹف اور پیٹرن کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ اسلام کی تخلیقی جمالیات کے زیرِ اثر اپنی قلب ماہیت کے مراحل سے گذرنے والے ان تمام فنون میں فطری انداز میں سما جانے کی اہلیت ایسے موٹف اور پیٹرن زیادہ رکھتے ہیں جو دوابعادی، متناسب، مجرّد، قابلِ توسیع اور قابلِ اعادہ ہوتے ہیں۔

عمل: شہزاد زار

عمل: گلزار احمد بٹ
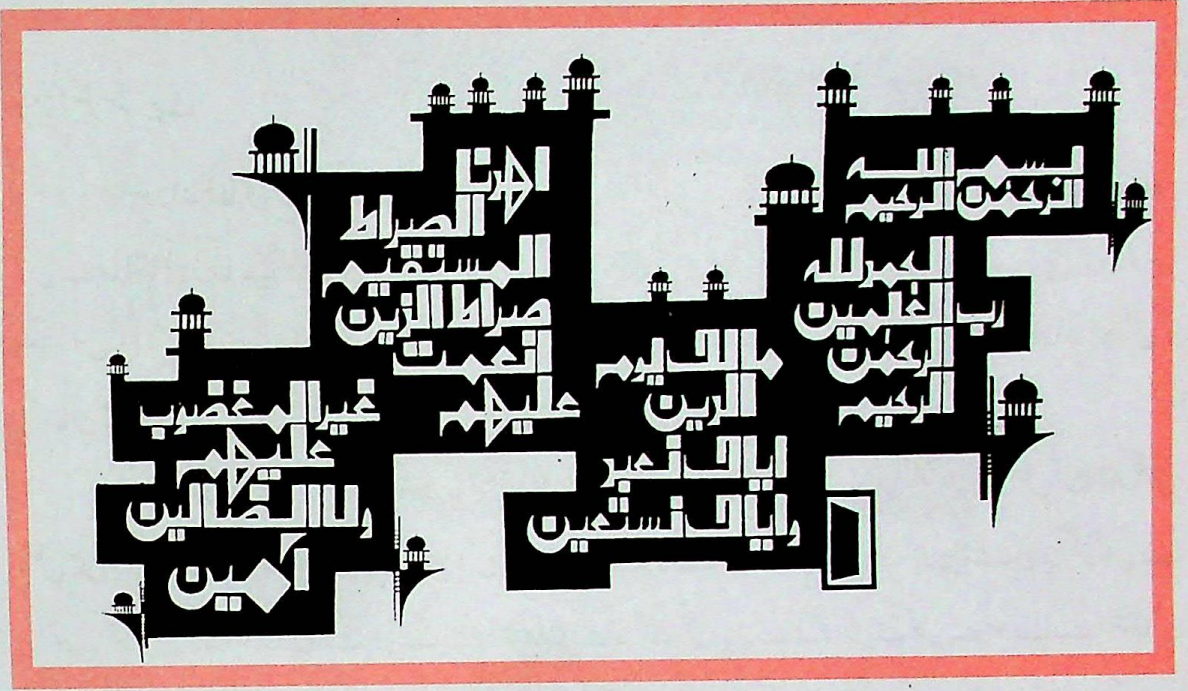
فنونِ لطیفہ کی تربیت وتدریس کے اداروں کی کمی اور آرٹ گیلریوں کی قلت کے باعث یہ کہنا غلط نہیں ہے کہ پاکستان میں آرٹ آف پینٹنگ کے علمی یا اعلیٰ تصور سے آگاہی رسالوں اور کتابوں میں آرٹ کے مضامین اور نمونوں سے عام ہوئی اور اسی بنیادی کمی کے باعث آرٹ کی کوئی روایت مستحکم نہ ہوسکی۔ آرٹ کے عمومی ذوق کی پرورش رسالوں اور کتابوں کے سرورق اور اندرونی تشریحی مصوری کی مرہون احسان چلی آرہی ہے۔ چنانچہ 2000ء تک کتابوں اور رسالوں کے سرورق کی ڈیزائننگ اور اندرونی تشریحی مصوری میں نمایاں نام یہ ہیں۔ عبدالرحمان چغتائی ،احمد پرویز، انور جمال شمزہ، آذر زوبی، حنیف رامے، جالی، حفیظ سرور، اے کریم، یوسف، ایس ڈین، موجد، اسلم کمال، سعید اختر، احمد خاں، جمیل نقش، صادقین، آفتاب ظفر، اقبال مہدی، ارشد کمال، حمید ساغر، انیس یعقوب سعید بودلہ، فاروق اور ریاظ قابلِ ذکر ہیں۔ پاکستان نیشنل کونسل آف دی آرٹس کے ریکارڈ کے مطابق اسلم کمال نے 1961ء سے 2000ء تک اٹھارہ ہزار سے زیادہ سرورق تخلیق کیے جو ایک عالمی ریکارڈ ہے۔ رسالے اور کتاب کے نام کے ساتھ ساتھ ایڈیٹر یا مصنف اور بعض اوقات پبلشر کا نام بھی سرورق پر لازمی ہوتا ہے۔ کچھ سرورق کے ڈیزائنر سرورق پر لکھائی یا خطاطی کسی کاتب سے کرواتے آئے ہیں اور کچھ فنکار یہ لکھائی خود ڈیزائن کرتے تو آئے ہیں، لیکن انہوں نے حروف والفاظ کی ڈیزائن کردہ شکلوں میں اک تسلسل میں دلچسپی نہیں لی۔ چنانچہ وہ اپنا کوئی اسلوب پیدا نہ کرسکے۔ لیکن بلا شبہ ان سب فن کاروں نے مصوّری اور خطاطی کے مابین اشتراک کی فضا پیدا کرنے سے لے کر عصر رواں میں بتدریج رونما ہوتی ہوئی ایک انقلابی تبدیلی (مصورانہ خطاطی) کے خیر مقدم کے لیے ذہنوں کو آمادہ اور ذوق کو ہموار کرنے میں قابلِ قدر کردار ادا کیا ہے۔ 2000ء تک تین فن کار ایسے سامنے آئے ہیں، جنہوں نے

حروف والفاظ کو عصری تقاضوں کے مطابق ڈیزائن کیا اور ڈیزائن کردہ اشکال کی جزوی اور کلی مماثلت میں تسلسل قائم رکھنے کو مدِ نظر رکھا۔ یہ تین فن کار حنیف رامے، صادقین اور اسلم کمال ہیں۔ حنیف رامے کے حروف والفاظ کی تراشیدہ شکلیں ابھی تشکیلی مرحلے میں تھیں اور انہیں ابھی شعورِ عصر میں پختہ ہونے کے لیے وقت درکار تھا۔ وہ سیاست میں قدم رکھ کر پھر سیاسی مصروفیات میں سے حرف ورنگ کے لیے 1986ء تک کوئی وقت نہ نکال سکے اور جب کوچہ مصوّراں میں واپس لوٹے تو انہوں نے اپنے چھوڑے ہوئے تشنہ اسلوب کو آگے بڑھانے کی بجائے عظیم سرمایہ فنِ خطاطی سے استفادہ کو ترجیح دی۔ صادقین نے حروف والفاظ کی مختلف رسم الخطوط میں اشکال کو اپنے انداز میں ترتیب دے کر عمودی خطوط کو کئی گنا بڑھا کر اور دائروں کو دائرہ در دائرہ متحرک کر کے حروف والفاظ کو ان کے گرد اوٹ لائن سے نمایاں کر کے اپنا ایک منفرد اسلوب پیدا کرنے میں کامیابی حاصل کی۔ اسلم کمال نے روائتی رسم الخطوط کا بنظر غائر مطالعہ کرنے کے بعد دائرے کم کر کے، زاویے بڑھا کر حروف والفاظ کی ایسی ہندسی اشکال تراشنے میں خاص طور پر توجہ مرکوز کی جو روایت سے تعلق برقرار رکھتے ہوئے جدت پذیر ہوں، جن میں رنگ اور دیگر تصویری قدریں زیادہ سے زیادہ گنجائشِ عمل پا سکیں اور مصوری اور خطاطی کا ملاپ زیادہ فطری انداز اختیار کر سکے۔ چنانچہ صادقین اور اسلم کمال کے اسالیب کو خطِ صادقین اور خطِ کمال کے ناموں سے اسلامی خطاطی میں جدید ترین اضافوں کے طور پر ہر سطح پر تسلیم کیا گیا ہے۔

عمل: طاہر محمود
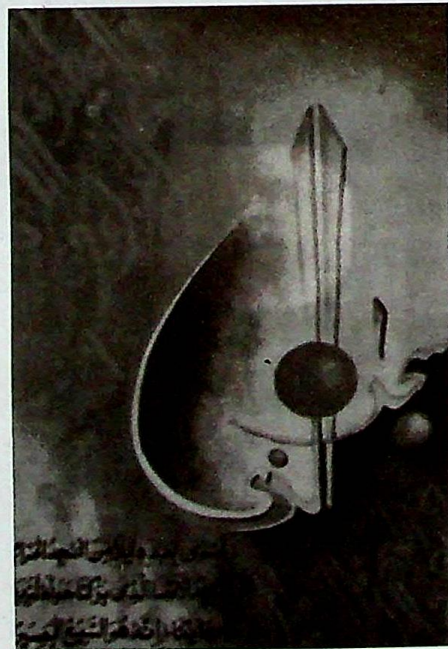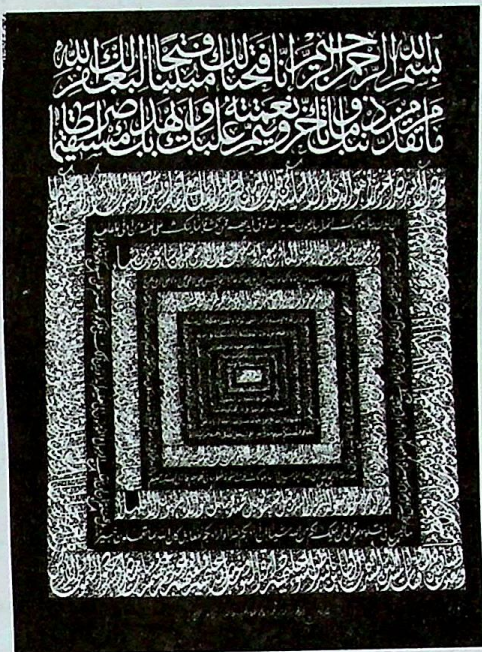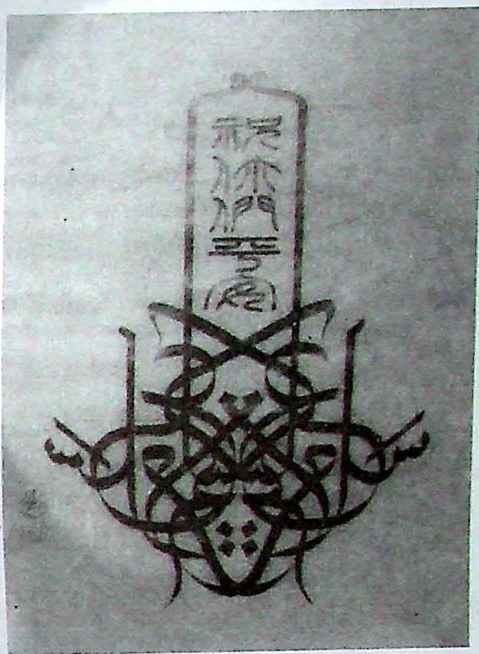
عملؔ: لیاقت شاہ

عمل : حاجی صالح لئی ونشی (چین)

عمل : کامل ابراهیم (مصر)

عمل : یوسری حسین نمول حامدالملوک (مصر)

عمل : حبیب البلو (تاجکستان)

کوچۂ مصوّراں

مصورانہ خطاطی کو رنگ و نور اور برگ و بار سے ہمکنار کرنے والے نمائندہ گروہ کا تعلق کوچہ مصوراں سے ہے۔ جس کے وہ لوگ جو ابھی میدانِ مصوّری میں نو وارد تھے۔ وہ تو کسی تکلف کے بغیر بلا تردد مصورانہ خطاطی کی تحریک کا حصہ بن گئے۔ لیکن ایسے مصوّر حضرات جن کی شناخت خاص طور پر ملکی سطح پر مستند تھی۔ وہ کافی عرصہ تک محوِ تماشائے لبِ بام رہے۔ تب جا کے کہیں مائل ہوئے تو پھر اس طرح قائل ہوگئے کہ فنِ خطاطی کے بارے میں فنِ صغیر (Minor Art) کے نظریے سے دست بردار ہو کر اب اپنے آپ کو مصوّر کے علاوہ خطاط بھی کہلانے پر راضی ہوگئے۔ ان میں کچھ لوگ سر ریئلسٹ پینٹر پال کلی کے اُس مشہور زمانہ اسلوب کے گرویدہ تھے، جس میں ہندسی اشکال اور لسانی اعراب سے مشابہ تصویری عناصر نمایاں ہیں۔ کبھی فارم کے اندر شیڈ کر کے کبھی رنگ کا لہجہ بدل کر کبھی ٹیکسچر میں کمی بیشی سے اجتماعی ماحول میں تحریری کیفیت پیدا کی گئی ہے۔ اس گروہِ مصوراں میں کچھ وہ مصور تھے جو جرمن سر ریئلسٹ پینٹر ویسلے کینڈنسکائی کی کشفی اشکال کے حامل اسلوب کے پیروکار تھے۔ پال کلی اور کینڈنسکائی اتفاق سے دونوں بیسویں صدی کے اوائل میں جرمنی میں تشکیل پانے والے ایک حلقہ مصوّراں بنام (Blue Reiter) جس کا معنی ''ہراول

عمل : صادقین

دستہ'' ہے کے بانی تھے۔ جس نے یورپی مصوری پر گہرے اثرات چھوڑے ہیں۔ تیسرے نمبر پر وہ مصوّر تھے جو ڈچ پینٹر پیٹ موندریان کی مضبوط سیدھی افقی اور عمودی لکیروں کے باہمی تفاعل سے پیدا ہونے والے مربعوں اور مستطیلوں کے جنگلے میں تین بنیادی رنگوں کے ہمراہ سیاہ سفید اور گرے رنگ کے حامل بظاہر سادہ بیاطن پرکار اسلوب کے علمبردار تھے۔

پچاس سالہ امریکن ایگنس مارٹن عین اس زمانے میں یعنی 1958ء (جب اسلامی فنِ خطاطی اور یورپی مصوری پاکستان میں باہم آمیز ہونے کے قرینے تلاش کر رہی تھیں) میں اپنا پہلا ون مین شو کرتی ہے، جس میں شامل اس کی ساری پینٹنگز یک رنگی ہموار سطح پر پیمانے کی مدد سے پنسل کی لکیروں سے بنائے آدھے، پونے اور پورے گراف یا جنگلے (Grid) کی حامل تھیں۔ اس اختراع کا بہت شہرہ ہوا۔ ذرائع ابلاغ پر زمین اور آسمان کے قلابے ملائے گئے۔ آرٹ اور آرٹسٹوں کی تمام ڈکشنریوں اور ڈائرکٹریوں میں ایگنس مارٹن کے نام اور کام کا تذکرہ موجود ہے۔ راقم نے'' پیس گیلری نیویارک''، میں ایگنس مارٹن کی ایک اور تصویر دیکھی ہے جو بغیر عنوان کے (Untitled) ہے۔ یہ تصویر بڑے

Word Painting by Ed Ruscha U.S.A

عمل : محمدجلیل راسوئی (ایران)
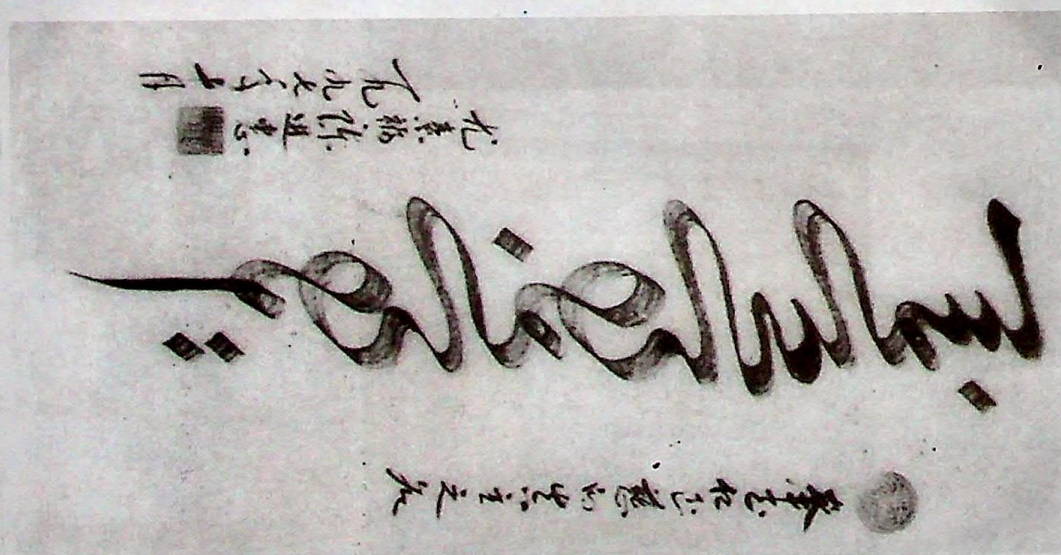
عمل : حاجی یوسف چن ہوئی (چین)
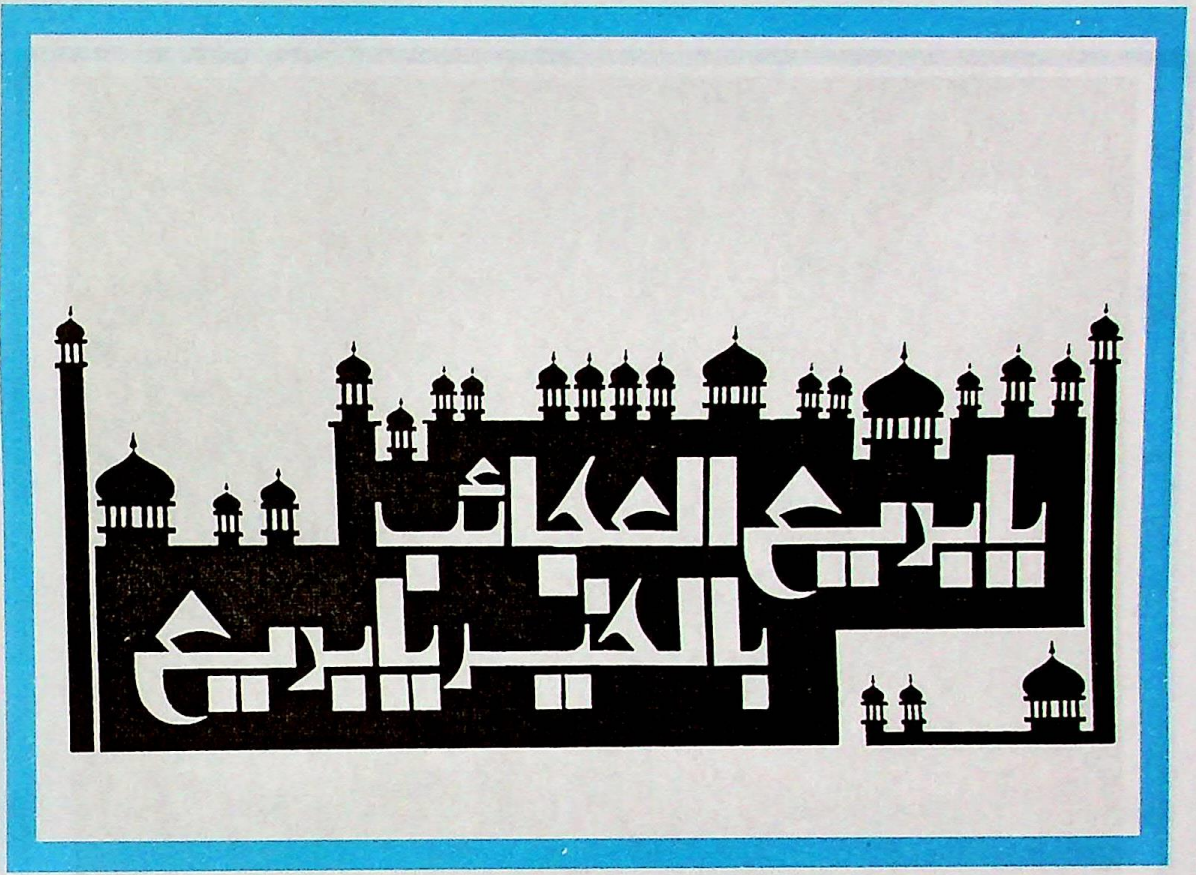
سائز کے مربع کینوس پر ہے، فریم کے علاوہ اس تصویر کا کل سرمایہ فن آدھ آدھ انچ کے وقفے پر پیمانے کے مطابق پنسل کی متوازی افقی لائنوں پر مشتمل ہے۔ یہ لکیری تصویر (Linear Painting) 1982ء میں پینٹ کی گئی ہے۔

بات کو آگے بڑھانے کے لیے اس تصویر کی تحسین میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ فن پارہ متوازی سیدھی لکیروں کی حسن آفرینی کا ایک استعارہ ہے۔ آرٹ آف پینٹنگ کے اعلیٰ مغربی ناقدین کی اکثریت کے بقول فن خطاطی عمدہ نویسی کا آرٹ ہے، جو تاریخ کے ہر دور میں مسلم معاشروں کے علاوہ چین اور جاپان میں انتہائی ترقی یافتہ فن ہے۔ اور اعلیٰ فن خطاطی کے نمونے دو ابعادی (Two Dimentional Paintings) پینٹنگز پہلے ہیں اور پڑھے جانے والے الفاظ بعد میں ہیں اور جو لوگ ان الفاظ کو پڑھ نہیں سکتے۔ ان کے ذہنوں میں ان کے معانی بھی پیدا نہیں ہوتے لہٰذا یہ لکیریں خالصتاً تجریدی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود یہ ناظر کی روحانیت میں مدوجزر پیدا کرنے کی تاثیر رکھتی ہیں۔ اس حوالے سے آرٹ آف پینٹنگ کے مغربی اہلِ نظر اپنی آراء یوں سمیٹتے ہیں کہ ڈچ پینٹر موندریان کی مضبوط سیدھی کالی لکیروں سے عبارت پینٹنگز اگر ''لکیروں کا سازینہ'' ہیں تو یہ مصری ترکی عراقی ایرانی خطاطی کے فن پارے یقیناً ''لکیروں کا گیت'' (Melody of Lines) ہیں۔

جدید یورپی مصوری کے جدید تر رجحانات کی یلغار کے زیرِ اثر نوزائیدہ پاکستان کے مصوروں کا تہذیبی

میلان اسلامی خطاطی کی قدیم اور عظیم روایت میں اپنی شناخت کے لیے موزوں ترین خدوخال کا متلاشی تھا۔ یا پھر بدلتے ہوئے عالمی تہذیبی تناظر میں خود اسلامی فنِ خطاطی اپنی نشاۃ ثانیہ کے لیے عصری بصیرت کی روشنی میں کسی تعبیرِ نو کی تلاش میں جس سمت رواں تھا ادھر آگے سے عالمی منظرنامے میں نو بہ نو حالات کا قافلہ اپنے دامن میں جو تخلیقی امکانات اور تہذیبی اثرات بھر کر لا رہا تھا اُس میں یورپ کے پہلے جدید مصوّر ایڈورڈ مانے کی رسمی مصوری کے خلاف بغاوت۔ جارج سورت کا پوائنٹیلزم۔ لوسین پیسارو کی درجہ وار رنگ کاری۔ آگسٹ رینوئر کے رنگوں کی عبوری روشنی، سایہ، دھوپ اور چھاؤں۔ تاؤلیوس لیوترک کا رنگوں میں ڈرامہ۔ گستاوٗ کلمٹ کے نقرئی اور طلائی زیوراتی نقش و نگار۔ جارج براق کا اشیاء کے گرد سفید آؤٹ لائن سے ان کو نمایاں اور تنہا کرنے کی تیکنیک۔ ویسلے کینڈنسکائی کی کشفی اشکال۔ پال کلی کا حرفوں اور ہندسوں کا ہیروغلافیائی اسلوب۔ پال گوگین کی علامتی رنگوں کی سطحیں ۔ وین گاگ کا متحرک اور مضطرب کینوس۔ پابلو پکاسو کی فنکارانہ بے راہ روی، ضدین کا آمنا سامنا اور ہمزاد سے ہمکلامی۔ پیٹ موندریان کی سادگی و پرکاری۔ رابرٹ ڈیلانے کا تجرید اور پیکر کے مابین ''رنگوں کا اورکسٹرا''
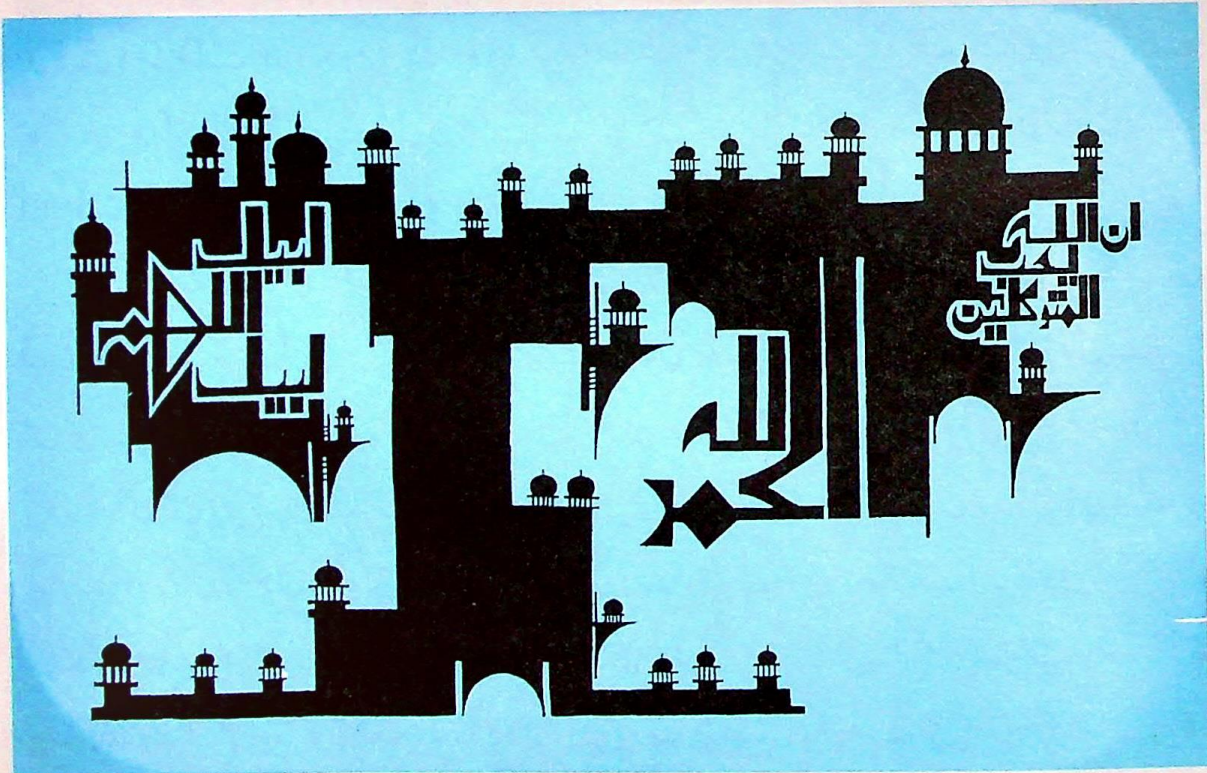
عمل : اسلم کمال

شامل تھا۔ اگرچہ یورپ میں "Word Painting" اور "Language Painting" کے ناموں سے مصورانہ خطاطی کا ایک رجحان تو چلا آ رہا ہے مگر ابھی تک یہ رجحان روایت نہیں بن سکا۔ اس لیے یورپی مصوری کا یہ قافلہ خود بھی اپنے ''رنگوں کا اورکسٹرا'' لے کر جس کی تلاش میں تھا وہ ''لکیروں کا گیت'' اس کو مشرق میں اسلامی خطاطی نے فراہم کر دیا اور اس باہمی آمیزش و آویزش کے نتیجے میں تشکیل پانے والا پیرایہ مصورانہ خطاطی کہلایا۔

اس پیرایۂ اظہار میں قدم رکھنے والے فن کار کو عملِ تخلیق کے ہر مرحلۂ شوق میں تزکیۂ نقش کی ایک باطنی مسافت کا نادر تجربہ درپیش ہوتا ہے۔ ہمت ساتھ دے تو اک وادیٔ غیر ذی ذرع میں کوہ مروا سے کالے سفید اور سرمئی رنگ نوکیلے تیز دھار پتھروں پر پا برہنہ ظلمت سے نور کی طرف اُسے کوہِ صفا تک جانا ہے (1) نصیب یاور ہو تو کوہِ صفا سے واپس کوہِ مروا تک انہی سنگ و خار پر بچھے ہوئے صراط المستقیم پر چلتے ہوئے وہ خطِ مستقیم کھینچنے کا ہنر سیکھتا ہے (2) کوہِ مروا سے اترتا ہے اور راہ کے دشوار گزار ٹیکسچر پر عمودی، افقی، ترچھے اور تنگ زاویہ نوکدار خط کی مشق کرتا کوہِ صفا پر چڑھتا ہے (3) کوہِ صفا سے پلٹ کر کوہِ مروا کی جانب اس پتھریلے موزیک پر خط کو بامعنی، حسن پرور، خیال انگیز اور ناطق بنانے کی سعی کرتا چلتا ہے (4) کوہِ مروا سے اتر کر کوہِ صفا تک سوا نیزے پر سورج کے تلے اشیاء کی حقیقت، ہیت اور حجم اور رنگ، رنگ کی شدت، رنگ کے درجات، رنگ کی قدر کی معرفت کے لیے مناجات کرتا ہے (5) کوہِ صفا سے صحرا کی صرصر و سموم کے سیلِ بلا میں واپس کوہِ مروا تک وہ حسنِ توازن، حسنِ تسلسل اور حسنِ تخیّل کی توفیق مانگتا چلتا ہے (6) کوہِ مروا سے وہ آبلہ پا کوہِ صفا تک التجا کرتا چلتا ہے۔ تعریف سب تیری اے کن سے کائناتیں پیدا کرنے والے ! مجھے تخیل کی جولانی دے، خطِ تخلیق میں روانی عطا فرما، مجھے رنگوں کی فراوانی دے۔ فراوانی میں مجھے شعورِ شکرِ ہنر میں ارزانی فرما (7)۔

کوہِ صفا سے بائیں جانب نشیب میں اتر کر آبِ زم زم سے اپنی کشتِ فن سیراب کرتا ہے۔ وہ مطاف میں قدم رکھ کر اندر کی جانب قوس بناتی لکیر پر چلتا ہوا پہلے شوط میں کہتا ہے ــــــ اے زمین اور آسمانوں کے نور ! میں تیرے گھر میں اپنی عاجزی اوڑھ کر چلا آیا ہوں (1) میرے پاس قلم، موقلم، رنگ، روشنی، ہنر، مہارت، علم، شعور کچھ بھی نہیں، یہ میں سب کچھ تیرے خزانوں سے لینے آیا ہوں (2) مجھے آوازوں کو رنگوں میں دیکھنے کی بصارت اور رنگوں کو لفظوں کی طرح پڑھنے کی بصیرت بخش دے (3) مجھے دلوں سے گزرنے اور روحوں میں اترنے کی سہولت عطا کر (4) میرے حواس میں اپنے دیدار کی دلکشی روشن کر دے (5) لبیک اللھم لبیک، لبیک لا شریک لک لبیک (6) لبیک اللھم لبیک (7) تب سارے لفظ حجرِ اسود پر ایک بوسے میں بدل جاتے ہیں اور ساری صدائیں نگاہ بن کر کعبہ کی مکعبیت پر پھیل جاتی ہیں، تب سارے رنگوں کو ایک خط میں سمیٹ لینے کی اہلیت اور خط کھینچے بغیر خط کا

احساس پیدا کر دینے کی صلاحیت بخش دی جاتی ہے۔ اور فن کار اپنے ارضی شعور کے کینوس پر یہاں سجدہ ریز رہ جاتا ہے اور آگے یہاں سے اُس کا کائناتی شعور بڑھتا ہے اور کعبہ کی فارم میں ترفع پذیر ہو کر تخلیقی خلاؤں میں صعاد کرتا ہوا آنسوئے افلاک میں اک عرفات پر ایک ایسے ''آباد گھر'' کا دروازہ اُس پر کھلتا ہے جس کے درو دیوار پر خورشیدِ فلکِ غیب اپنی شعاعوں سے عرش بریں، لوحِ محفوظ اور کتابِ مسطور کے ظلال وعکوس تحریر کرتا ہے جن کی روئت اور جلوہ سے معمور ہو کر کائناتی شعور سفرِ مراجعت میں نقش افروز خلاؤں سے کعبہ کے مکعب پر نزول کرتا ہے اور سجدہ ریز فن کار کے ارضی شعور کو اپنے زرِ سلوک سے منوّر کر دیتا ہے۔ فنکار دائرہ در دائرہ مطاف سے نکل کر کوہ صفا سے کوہ مروا کی جانب خطِ مستقیم پر چلتا ہوا اپنے خارج میں نکل آتا ہے۔ ایزل پر کینوس چڑھاتا ہے اور کینوس کائناتی ہو جاتا ہے۔
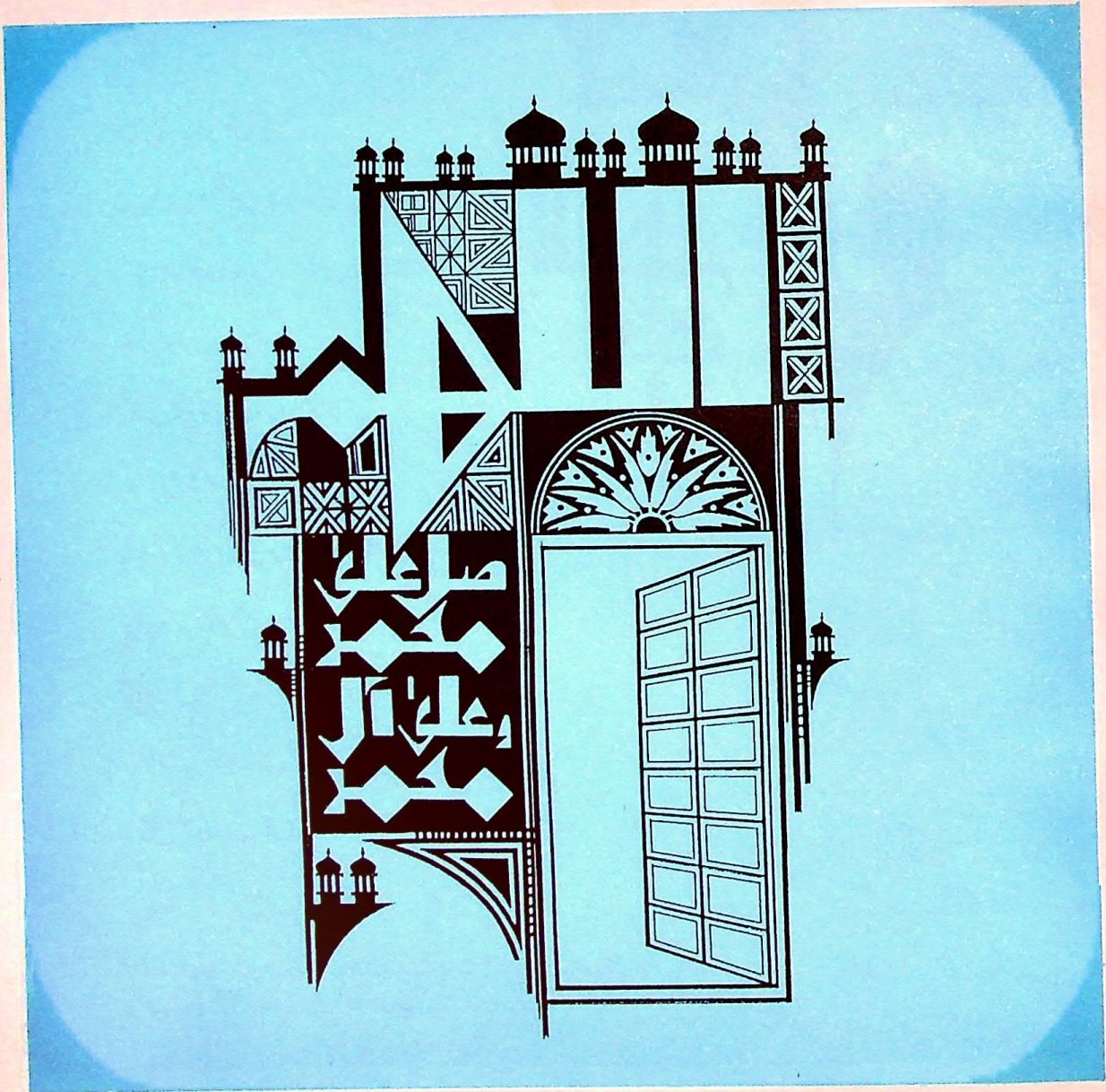
مصورانہ خطاطی

☆

متاعِ دیدۂ ترسے

میں اپنے موقلم کو باوضو کر کے

''ا'' لکھتا ہوں، ''ب'' لکھتا ہوں

بنورِ روزنِ غارِ حرا

بفیضِ جلوہ ہائے روح الامیںؑ

بنامِ رحمتہ للعالمیں صلی اللہ علیہ وسلم

بیادِ خوش نویسانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

بیادِ بابِ شہرِ علم ___ علیؓ ابنِ ابی طالب

بیادِ آں امامؓ عاشقاں پورِ بتولؓ

''ا'' لکھتا ہوں اور ''اللہ'' لکھتا ہوں

میں ''بسم اللہ'' لکھتا ہوں

''مصورانہ خطاطی'' فن مصوری کی ایک صنف تازہ ہے۔ جناب اسلم کمال اس کے بانیوں میں شمار ہوتے ہیں۔
اب انہوں نے اسے شاعری کی بھی ایک صنف بنادیا ہے۔ مدیر ماہنامہ الحمرا، لاہور

علم الانسان ما لم یعلم

کتابیات

برصغیر میں اسلامی خطاطی — ڈاکٹر انجم رحمانی (لاہور میوزیم)

ن والقلم — آفتاب احمد

اسلامی خطاطی (مختصر تاریخ) — ڈاکٹر عبداللہ چغتائی

کتاب کی تاریخ — شایان قدوائی (بھارت)

الخط العربی — سوہالیہ یٰسین الجابوری (عراق)

اسلامی خطاطی — ڈاکٹر سیف الرحمٰن ڈار

مرقع خط — طارق مسعود

اسلامی خطاطی — وائی ایچ صفدی

سرگذشت خط نستعلیق — ڈاکٹر عبداللہ چغتائی

خطاطی کی تاریخ — ابن کلیم

پاک و ہند میں اسلامی خطاطی — ڈاکٹر عبداللہ چغتائی

ماضی کے مزار — سید سبط حسن

مسلم ثقافت ہند میں — عبدالمجید سالک

تہذیب و تمدن اسلام — رشید اختر ندوی

بلوغ الادب — محمود شکری آلوسی

کتاب	مصنف
اسلامی آرٹ اور فنِ تعمیر	ارنسٹ کوہنل
تاج محل	ڈاکٹر عبداللہ چغتائی
خطاطی اور ہمارا رسم الخط	سید یوسف بخاری
مسلمانوں کے فنون	ایم ایس ڈیمنڈ
الفہرست	ابن ندیم مترجمہ محمد اسحاق بھٹی
اسلامی تاریخ و تہذیب	باری علیگ
علم الکتاب	ڈاکٹر عبداللہ چغتائی
عرب و ہند کے تعلقات	سید سلیمان ندوی
اسلامی فنون کی داستان	کرسٹین پرائسٹ
اسلامی فن خطاطی (انگریزی)	ڈاکٹر پروفیسر انماری شمل
اصولِ نسخ	حامد علی
اصولِ خوش نویسی	دیبی پرشاد
فنِ تحریر کی تاریخ	محمد اسحاق صدیقی
اقوال و آثار خوش نویساں	بیانی مہدی
خط و خطاطی	زبیر احمد
صحیفہ خوش نویساں	احترام الدین شاغل
تذکرۃ الخطاطین	میرزا سنگلاخ
عربی خطاطی کے محاسن	ناجی زین الدین
قوائد الخط العربی	ہاشم محمد الخطاط
تحفہ خطاطین	نور محمد
تاریخ خطاطی	اعجاز راہی
تعارف مخطوطات گیلری لاہور میوزیم	ڈاکٹر انجم رحمانی
الخط العربی	ناجی زین الدین

یورپین پینٹنگزان جرمن آرٹ گیلری (نائن ٹینتھ سنچری)	لڈوگ گروٹ
یورپین پینٹنگز ان جرمن آرٹ گیلریز (ٹونٹی ایتھ سنچری)	لڈوگ گروٹ
گریٹ پینٹنگز (سیریز 8.7.6.5.4.3.2.1	
دی نیو کیکسٹن انسائیکلوپیڈیا	
دی ٹونٹی ایتھ سنچری آرٹ بک	
پینٹنگز فرام پاکستان - یونیسکو/ پی این سی اے	

مقالات

رسم الخط کا پس منظر	ڈاکٹر طارق عزیز
پاکستانی فن تعمیر میں خطاطی	ڈاکٹر شوکت محمود
دہلی میوزیم آف آرکیالوجی میں خطاطی کے نمونے	ظفر حسن
خطاطی کا فن	سجاد حیدر ملک
خطِ نستعلیق	انور حسین نفیس رقم
خطاطی	انور حسین نفیس رقم
قرآنی فنِ خطاطی اور طلا کاری (انگریزی)	مارٹن لنگز (ابوبکر سراج الدین)
اسلامی خطاطی	ایم ضیا الدین (کلکتہ)
اسلامی خطاطی کے کچھ نمونے	ایم محفوظ الحق (رام پور)
تاریخِ نستعلیق	رام جی مل
پاکستان میں خطاطی (انگریزی)	سید امجد علی
خطاطی ، پاکستان (ماضی اور حال)	بی اے قریشی
خطاطی (طغزاء)	سی بی ناتھ
خطِ بہار	ڈاکٹر وحید قریشی

جدید خطاطی کا بانی ــــ اسلم کمال (انگریزی) — سیف الرحمٰن ڈار

اسلامی خطاطی (انگریزی) — مظفر محمد قریشی

خطاطی کی مختصر ترین تاریخ — عابد حسین قریشی

جدید خطاطی کا ایک بانی ــــ اسلم کمال (انگریزی) — پروفیسر ڈاکٹر شوکت محمود